"کمیٹی برائے ترویج و اشاعت اردو" حکومت آندھرا پردیش اور
عثمانیہ یونیورسٹی کی مالی امداد سے شائع کیا گیا ۔

جلد اول ۱۹۶۵ء

ایڈیٹر

مسعود حسین خاں

شائع کردہ شعبۂ اردو ، عثمانیہ یونیورسٹی
حیدرآباد

پہلی اشاعت ١٩٦٥ ء
تعداد
قیمت

ملنے کا پتہ

خریداری کے سلسلے کی جملہ خط و کتابت
منیجنگ ایڈیٹر، ڈاکٹر غلام عمر خاں،
شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی
حیدرآباد سے کی جائے۔

مطبع

دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد میں طبع ہو کر
شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی
سے شائع ہوا۔

افتتاحیہ

''قدیم اردو'' کا یہ تحقیقاتی سلسلۂ مطبوعات، حیدرآباد اور شعبہ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کی ان روایات علمی کا تسلسل پیش کرتا ہے، جنکی بدولت، پچھلی نصف صدی میں، انفرادی اور اجتماعی کوششوں کے ذریعہ، اردوئے قدیم کا نایاب سرمایہ دست برد زمانہ سے محفوظ رہ گیا، اور تاریخ ادب اردو کا ایک نیا دبستان کھل گیا۔

کسی بھی زبان کی تاریخ ادب لکھنے سے قبل یہ ناگزیر ہے کہ اس زبان کے مشہور شعرا اور اہل قلم کی تصانیف کے تحقیقی ایڈیشن مقدمات و حواشی کے ساتھ مرتب کردیے جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ جامعہ عثمانیہ کے قیام کے بعد پہلی بار اس کام کی جانب سنجیدگی سے توجہ کی گئی اور مختلف افراد اور کمیٹیوں نے اس کام کو حسب استعداد انجام دیا، اسطرح کہ تھوڑے ہی عرصے میں کم و بیش پچیس نایاب مخطوطات منظر عام پر آگئے۔ لیکن قدیم اردو کا جس قدر سرمایہ ابھی تک حیدرآباد اور دکن کے دوسرے مقامات پر سرکاری اور ذاتی کتب خانوں میں محفوظ ہے اسکی کثرت کے پیش نظر جو بھی کام اب تک ہوا ہے وہ یک نظر بیش نہیں، کا مصداق ہے۔

چنانچہ ''قدیم اردو'' کے عام نام کے تحت، یہ تجویز قرار پائی کہ اردو مخطوطات کو شائع کرنے کا سلسلہ شعبہ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی کی جانب سے از سرنو جاری کیا جائے ۔ اس کی پہلی جلد پیش خدمت ہے، جس میں پانچ چھوٹے بڑے مخطوطات اور بعض نادر غزلیات اور رباعیات کا متن، سیر حاصل مقدمات و حواشی کے ساتھ، پہلی بار مرتب کرکے پیش کیا جارہا ہے ۔ ان کی ترتیب و تہذیب میں مرتبین نے اپنا اپنا انفرادی انداز قایم رکھا ہے، تاہم اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ قدیم اردو کے تلفظات کا صحت کے ساتھ تعین کیا جاسکے ۔ اس غرض سے اِعراب اور دیگر تشریحات سے مدد لی گئی ہے ۔ مشکل مقامات سے سرسری گذرنے اور محض نقل نویسی کا جو عام انداز اب تک رہا ہے، اس سے گریز کیا گیا ہے ۔ تلاش وجستجو کے باوجود جو مقامات حل نہیں ہوسکے ان پر سوالیہ نشان قایم کردیا گیا ہے ۔ فرہنگ نویسی میں جہاں ضرورت محسوس کی، تاریخی لسانیات سے مدد لے کر معنی کا تعین کیا گیا ہے ۔ قیاسی تصحیح کے مقامات کی وضاحت کردی گئی ہے ۔ جن مخطوطات کا متن اس شمارہ میں پیش کیا جارہا ہے ان کے بارے میں کچھ کہنا لاحاصل ہے، اسلئے کہ ہر مرتب نے شرح و بسط کے ساتھ زیر ترتیب مخطوطے کی ادبی ولسانی اہمیت سے بحث کی ہے ۔ صرف

اسقدر اشارہ کر دینا کافی ہوگا کہ قدیم اردو کے اس شمارے
میں ایسا متن بھی شامل ہے جو ادبی حیثیت سے غیر معمولی
اہمیت رکھتا ہے اور ناقدین ادب کی طبع آزمائی کے لئے
نئی جولان گاہ فراہم کرتا ہے، اور ایسا متن بھی ، جو
اپنی لسانیاتی اہمیت کی وجہ سے اردو زبان کے مورخ کے
لئے ناگزیر ہے۔

" قدیم اردو " کا پہلا شمارہ جس اہتمام کے ساتھ
دیدہ زیب کاغذی پیرہن میں نکل رہا ہے ، اس کا ، اس
انداز میں شائع کرنا، ممکن نہ ہوتا اگر سرکار آندھراپردیش
کی "کمیٹی برائے ترویج و اشاعت اردو" کی فیاضانہ مالیاتی
امداد شامل حال نہ ہوتی ۔ میں اس سلسلے میں اس کے صدر،
جناب سید علی اکبر صاحب اور معتمد اعزازی ، جناب رائے
جانکی پرشاد صاحب اور دیگر اراکین کمیٹی کا بے حد ممنون
ہوں ، جن کے توسط سے قدیم اردو کے لیے سب سے بڑا
عطیہ مل سکا ۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ، ڈاکٹر
ڈی ۔ ایس ۔ ریڈی اور یونیورسٹی کالج آف آرٹس اینڈ کامرس
کے سابق پرنسپل پروفیسر عبدالقادر صاحب بھی شکریہ کے
مستحق ہیں جن کی علم دوستی اور سفارش کے ذریعہ عثمانیہ
یونیورسٹی سے بھی اس رسالہ کے لیے ایک گراں قدر رقم
مل سکی ۔

آخر میں مجھے رفیق شعبہ ڈاکٹر غلام عمر خاں صاحب سے اظہار تشکر کرنا ضروری ہے، جنہوں نے اس کی طباعت کے ہر ہر مرحلہ پر میرا ہاتھ بٹایا ۔ عزیز شاگرد مصطفی کمال صاحب نے سرورق کی طباعت میں جو تگ و دو کی ہے، اس کے لیے میں ان کا بھی ممنون ہوں ۔ مجھے امید ہے کہ محققین کے جس گروہ نے، قدیم اردو کے پہلے شمارے کے لیے صلہ و ستائش کی تمنا کئے بغیر، محض نشاط کار کی خاطر شب زندہ داریاں کی ہیں، ان کا قلمی تعاون مجھے آئندہ بھی حاصل رہے گا تاکہ اردوئے قدیم کے نایاب متن کو شائع کرنے کا یہ سلسلہ، سال بہ سال، جاری رہے اور اسی طرح مرحوم جامعہ عثمانیہ کے علمی قرض کا کچھ حصہ چکایا جاسکے ۔

مسعود حسین خان

۱۷ / دسمبر ۱۹٦۵ ع
حیدر آباد

فہرست

مَینا سَتونتی

از

ملک الشعراء غواصی

مرتبہ

ڈاکٹر غلام عمر خاں

استاد شعبہ اردو ، عثمانیہ یونیورسٹی

مقدمه

غواصی کی دو طویل مثنویاں « سیف الملوك و بدیع الجمال » اور « طوطی نامه » اوراس کے ضخیم دیوان سے کچھ ادھوری غزلیں اور قصائد « کلیات عواصی » کے نام سے شائع ہو چکے ھیں ۔ غواصی کے پیش نظر مثنوی « مَیناستونتی » ھے جس کے متعدد نسخے گذشتہ آٹھ دس سال کے عرصے میں ھندوستان کے کتب خانوں میں دریافت ھوے ھیں ۔

اس مثنوی کے دو مخطوطے ابتداء مولوی نصیر الدین هاشمی کو لندن کی انڈیا آفس لائبریری میں ملے تھے ، جس کا ذکر انھوں نے « یورپ میں دکھنی مخطوطات » میں تحقیق طلب مخطوطات کے تحت کیا ھے ۔ بلوم هارٹ کے مرتبه کٹلاگ کی اتباع میں مذکورہ توضیحی فھرست میں بھی اس مثنوی کو کوا اور مینا کی کھانی سے تعبیر کیا گیا ھے ۔

مَینا یا مَیناوتی ، قصه کی هیروئن کا نام ھے ۔ کھانی کا هیرو ، اُورِك ایك گوالا ھے ، جس کے لیے قدیم دکنی میں « گوال » کا لفظ استعمال ھوا ھے ، اور جو مخطوطوں میں « کوال » کی شکل میں ملتا ھے ۔ مَینا کی مناسبت سے غالباً اس لفظ کو کوّا سمجھا گیا ، اور قصه کو کوّا اور مینا کی کھانی ۔ انڈیا آفس کے ان مخطوطوں سے مصنف کے نام یا سنه تصنیف پر کوئی

روشنی نہیں پڑتی[1]

یورپ میں دکنی مخطوطات کی اشاعت کے تقریباً چونتیس برس بعد، جب ہاشمی صاحب نے سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اردو مخطوطات کی فہرست مرتب کی، تو یہاں انہیں اس مثنوی کے پانچ نسخے ملے۔ اور مثنوی کے بعض اشعار میں لفظ «غواص» کے استعمال سے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ شاید یہ مثنوی غواصی کی ہو۔ کیوں کہ غواصی نے اپنی دوسری تصانیف، بالخصوص «سیف الملوك» میں متعدد مقامات پر اپنا تخلص «غواص» استعمال کیا ہے۔ مینا ستونتی کے جن اشعار میں لفظ «غواص» استعمال ہوا ہے، وہ یہ ہیں:

مرے ست کے دریا کا لورك غواص
نہ لے سے کوئی اس باج موتیاں کی راس

بزاں سُور غواص باندیا کر
ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر

چوں کہ ان اشعار میں «غوّاص» تخلص کی حیثیت سے نہیں، بلکہ لفظی معنوں میں استعمال ہوا ہے، اس لیے ہاشمی صاحب مرحوم کے بیان کے مطابق ان کے ایك ملاقاتی نے جو دکنی مخطوطات سے دلچسپی رکھتے تھے، ان کے

(۱) یورپ میں دکنی مخطوطات، ص ۵٦۸ تا ۵۷۰.

اخذ کردہ نتیجہ کو تسلیم کرنے سے انکار کیا ۔ لیکن پانچ سال بعد سنہ ۱۹۶۱ع میں جب ھاشمی صاحب نے کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کے مخطوطات کی توضیحی فہرست مرتب کی ، تو اس لائبریری میں بھی چار نسخے انہیں اس مثنوی کے دستیاب ہوئے ، جن کے منجملہ دو قدیم ترین مخطوطوں میں قصہ کے آخر میں وہ اشعار ملے جن میں واضح طور پر شاعر کا تخلص موجود تھا ۔ چنانچہ متذکرہ فہرست میں ان مخطوطات کے متعلق ھاشمی صاحب نے لکھا ہے :

«بعض اصحاب کا خیال ھے کہ یہ مثنوی غواصی کی نہیں ھے ۔ اس لیے تخلص کے اشعار یہاں درج کیے جاتے ھیں ، کیوں کہ کتب خانہ سالار جنگ کے مخطوطات میں تخلص کے اشعار نہیں ھیں » [۱]

اشعار یہ ھیں :

کیا نظم قصے کا سابات کھول
دیکھو چوك یاراں تو راکھو نہ بول
برے فہم داراں میں ھوں کم فہام
کیا ھوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کینے یو کرنا نظر
دعا حق سوں منگنا مرے حق اوپر

---

(۱) اردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ ، جلد اول ، ص ۹۴ ۔

دوسرے مخطوطے میں تخلص والے مصرعہ کے الفاظ یہ هیں :

عواصی یو کرتا کرم کی نظر

ڈاکٹر زور مرحوم نے بھی کلیات غواصی پر جو مقدمہ لکھا ھے ۔ اس میں غواصی کے حالات اور تصانیف کا ذکر کرتے ھوے اس غیر مطبوعہ مثنوی کا ذکر کیا ھے ۔ اگرچہ کتب خانہ آصفیہ کی توضیحی فہرست جس میں میناستونتی کے مندرجہ بالا مخطوطوں کی تفصیل درج ھے اس وقت بھی منظر عام پر نہیں آئی تھی ۔

راقم نے کوئی ڈھائی سال قبل اس مثنوی پر کام شروع کیا تھا ۔ دو مخطوطات کی مدد سے اسے اشاعت کے لیے مرتب کیا گیا ھے ۔ ان مخطوطات کی تفصیل درج کرنے سے قبل مناسب معلوم ھوتا ھے کہ شاعر کے حالات زندگی کا سرسری خاکہ ابتدا میں پیش کر دیا جائے ۔

غواصی کے حالات زندگی

عہد وسطی کے بعض نامور شاعروں کی طرح غواصی کی زندگی کے تفصیلی حالات بھی ابھی تك پردہ تاریکی میں هیں ۔ اس کا نام، سنہ پیدائش، تعلیم و تربیت، خانگی زندگی، سنہ وفات، مدفن، بالخصوص زندگی کے آخری زمانے کے حالات کا کچھ پتہ نہیں چلتا ۔ قطب شاهی تاریخوں میں کچھ اچٹتے ھوے اشارے، خود شاعر کے کلام کی داخلی شہادتیں، بعد کے شعرا

اور تذکرہ نگاروں کے وہ اشعار یا مختصر جملے، جن میں غواصی کے کمال فن کا اعتراف کیا گیا ھے ، یہی اس کے حالات کا ماخذ ھیں ۔ ان خارجی اور داخلی شہادتوں سے جو چیدہ چیدہ مواد اب تک جمع ھوا ھے، اسے مولوی نصیر الدین ھاشمی نے '' دکن میں اردو '' کے چھٹے ایڈیشن (سنہ ۱۹۶۳ ع) میں ، اور '' کلیات غواصی '' کے مقدمہ میں ڈاکٹر زور نے یکجا کر دیا ھے ۔ اس لیے ان تفصیلات کو جزوی شہادتوں کے ساتھ یہاں دھرانے کی بجائے ، ذیل میں غواصی کے حالات کا صرف ایک مختصر خاکہ جمع شدہ مواد کی روشنی میں پیش کیا گیا ھے ۔ البتہ اس کے نو دریافت شدہ کلیات کے بعض ایسے اشعار ، جن سے راقم کے خیال میں غواصی کے حالات زندگی پر کچھ روشنی پڑتی ھے ، ضروری وضاحت کے ساتھ درج کیے گئے ھیں ۔

غواصی ، وجہی اور محمد قلی کے مقابلہ میں کم عمر تھا ۔ قیاس ھے کہ عہد محمد قلی (۱۵۸۰ تا ۱۶۲۵ ع) کے نصف آخر میں ، یعنی سولھویں صدی کے ربع اول میں اس نے مشق و مزاولت کی بدولت شعر گوئی میں مہارت حاصل کرلی تھی ؛ اور تدریجی طور پر اسے اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ، اور اپنے کمال فن کا شدید احساس پیدا ھوتا گیا ۔ محمد قطب شاہ کے عہد حکومت میں سنہ ۱۶۱۶ ع ، یا سنہ ۱۶۱۸ ع میں ۔ اس نے

مثنوی سیف الملوک تصنیف کی ۔ اس زمانے میں وہ معاشی سماجی حیثیت سے عسرت اور کس مپرسی کی زندگی گزار رہا تھا۔ پھر سنہ ۱۶۲۵ ع میں جب عبداللہ قطب شاہ تخت نشین ہوا تو غواصی نے نوجوان بادشاہ کے مذاق شعر و ادب کے پیش نظر اس مثنوی میں محمد قطب شاہ کی بجائے سلطان عبداللہ کی مدح میں اشعار شامل کر کے اسے بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ عبداللہ قطب شاہ نے اس کی سرپرستی کی، اور وہ دربار شاہی سے متعلق ہوگیا۔ بادشاہ نے غالبا اسے «فصاحت آثار» کے خطاب سے بھی نوازا تھا، کلیات غواصی کے ایک قصیدے میں ایک جگہ یہ واضح اشارہ ملتا ہے:

هزار شکر جو خوش هو کے یو شہ عارف

خطاب منج کوں دیا ہے «فصاحت آثاری»

شاید یہ قصیدہ غواصی نے اسی موقع پر لکھا تھا ۔ کیوں کہ شروع سے آخر تک سارا قصیدہ تشکر و احسان مندی کے احساسات سے معمور ہے۔ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے:

زباں اچاؤں ترے شکر سات اے باری

کہ ہر زباں پہ ترا شکر ہے سدا جاری

تُہیں کریم، تجی کوں بجے کریمی جم

تُہیں غفور، تجی کوں سُہاے غفاری

کسے جہاں میں توں نئیں دیکتا سو نئیں ہے کُچ
کہ ہر ذرے کے اُپر ہے تری نظر ساری
ہر اك بندے پہ ستر مادراں کی تیری مہر
تمام جگ تیرے یك مہر پرتے بلہاری

قصیدے کے آخری اشعار یہ ہیں :

اچھو تدھاں تلك اس شاہ کا بلند اقبال
جدھاں تلك کرے تاریاں میں چاند سرداری
خوشی سوں راکھ خدایا منج اوس کے سائے میں
کہ میں غواصی ہم اس کا ہندا ہوں درباری[1]

دربار شاہی سے متعلق ہونے کے بعد، غواصی کی قسمت کا ستارہ بہت جلد چمك اٹھا ، اپنی شاعرانہ حیثیت سے قطع نظر ، اس نے بادشاہ کے مزاج میں بھی کافی دخل پیدا کرلیا تھا . چنانچہ اپنے قصائد میں وہ حکام سلطنت کی کوتاہیوں کی جانب بادشاہ کی توجہ مبذول کرتا ہے ، اور ایك با اعتماد مشیر کی طرح اسے ضروری مشورے دیتا ہے[2] بادشاہ نے اسے جاگیر و مناصب سے بھی سرفراز کیا تھا ، ایك قصیدہ میں وہ بادشاہ سے شکوہ کرتا ہے کہ جو گاؤں اسے جاگیر میں عنایت کیے گئے ہیں وہ اتنے دور افتادہ

---

(۱) کلیات غواصی ، ص ۹۲ تا ۹۷ .

(۲) کلیات غواصی ، ص ۷۵ .

ھیں کہ ان سے مستفید ھونا عملاً اس کے لیے دشوار ھے۔
اس کی بجائے کوئی ایسا علاقہ اسے جاگیر میں عطا کیا جائے
جس سے وہ خاطر خواہ مستفید ھو سکے[۱]۔

سنہ ۱۶۳۵ء میں جب والی بیجاپور محمد عادل شاہ نے
ملک خوشنود کو (جو ابتداً گولکنڈہ کا باشندہ تھا) اپنے
سفیر کی حیثیت سے حیدرآباد بھیجا، تو اس سفارت کے
جواب میں عبداللہ قطب شاہ نے غواصی کو اپنے سفیر کی
حیثیت سے بیجاپور روانہ کیا، جہاں بڑے اعزاز و احترام
کے ساتھ اس کی آو بھگت کی گئی، اور جب وہ لوٹا تو
محمد عادل شاہ نے ایک بڑا ھاتھی، متعدد گھوڑے اور بیش بہا
تحائف اس کی نذر کیے۔ قیام بیجاپور کے زمانے میں
غواصی نے اپنی شخصیت اور کمال فن کا ایسا عمدہ مظاھرہ
کیا کہ بیجاپور کے ملک الشعراء نصرتی اور مقیمی نے
اپنی تصانیف میں اس کا ذکر احترام و عقیدت کے ساتھ
کیا ھے۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ غواصی کا یہ دعوی،

مرا گیان عجب شکرستان ھے
جو اس تے مٹھا سب ھندستان ھے

جتے ھیں جو طوطی ھندستان کے
بھکاری ھیں منج شکرستان کے

---

(۱) کلیات غواصی، ص ۷۶۔

بالکلیہ بے بنیاد نہیں تھا ، اور اس کی شاعرانہ عظمت کا شہرہ شمالی ھند میں بھی پہنچ چکا تھا - یہی وجہ تھی کہ تقریبا سوا سو سال بعد شمالی ھند میں جب قیام الدین قائم ، میر تقی میر ، اور میر حسن نے شعرا کے تذکرے مرتب کیے تو شعراے متقدمین میں انھوں نے غواصی کا خاص طور پر ذکر کیا ھے ، جبکہ اس عہد کے دوسرے ممتاز شعرا وجہی اور محمد قلی کا بھی ان تذکروں میں کوئی ذکر نہیں ملتا ۱ -

---

(۱) میر صاحب نے نکات الشعراء کی مختصر تمہید میں شعراے دکن کے تعلق سے اختصار سے کام لینے کی یہ دلچسپ توجیہ کی ھے ، فرماتے ھیں :

« اگرچہ ریختہ در دکن است . چون از آنجا یک شاعر مربوط بر نخواسته . لهذا شروع به نام آنها نه کرده و طبع ناقص مصروف اینهم نیست که احوال اکثر آنها ملال انـد و زگردد - مگر بعضے از آنها نوشته خواهد شد » -

میر صاحب کے اس بیان سے اندازہ ھوتا ھے کہ اٹھارویں صدی میں بھی دلی کے مشاھیر اردو نے شعراے دکن کے صرف چرچے سنے تھے ، اور ان کی مبسوط و مربوط تصانیف یا تو اس وقت تک بھی شمالی ھند نہیں پہنچی تھیں ، یا قدامت زبان کے سبب وہ ان کی ادبی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے سے قاصر تھے -

(باقی ص ۱۰ پر)

عواصی کے مذہبی اعتقادات اس کے کلام سے واضح ہیں۔ وہ سید شاہ ابو الحسن علی حیدر ثانی کا مرید تھا، جن کی مدح میں متعدد اشعار اس کلیات میں ملتے ہیں۔ ایک جگہ وہ اپنے سلسلہ قادریہ سے متعلق ہونے پر اسطرح مطمئن ہے:

ہر سند قادری ہوں عواصی
یا بھلا یا برا جکچھ ہوں میں

غواصی کے کلام میں اس کا تخلص پانچ مختلف شکلوں میں ملتا ہے، غَوَاصی، غوّاصی، غَوَاصْ، غَوّاصْ، غَوّاصیا۔ مثالیں ملاحظہ ہوں:

نکو کہہ ہور نکو بوج اے غَواصی سُد کے باتاں منج
نہیں سد منج کوں عالم کی کہ بے سُد ہو رہتا ہوں میں

(مسلسل) میر صاحب نے نکات الشعراء میں عواصی کا صرف ایک شعر درج کیا ہے، جو یہ ہے:

جو کوئی اس مزرع دل میں برہ کا بیج بوتا ہے
تو ہرگز اس کے بستاں میں گل امید ہوتا ہے

مولوی عبدالحق نے فٹ نوٹ میں صراحت کی ہے کہ ''تو'' کی بجائے ''نہ'' ہونا چاہیے۔ لیکن راقم کو عواصی کا مطبوعہ کلیات میں کہیں یہ شعر، یا اس زمین میں عواصی کی کوئی غزل نہیں ملی۔ ویسے زبان کے لب و لہجہ سے، اور شعر میں ''مزرع دل'' اور ''گل امید'' کی دو فارسی ترکیبوں کو دیکھ کر خیال ہوتا ہے شاید یہ بعد کے دور کا کسی شاعر کا شعر ہو۔

فرشتے عرش کے جُھلتے ہیں مست ہو آج غوّاصی
نہ جانوں یو غزل میری کنے واں جا سنائے ہیں

تج عشق میں دیا ہے غوّاص آینا جیا
میراں جیا کے پیر جہانگیر کے بدل

جسے گنہ ہے سو سچ تے ہے غوّاص
بول رکھنے پیا پہ ٹھار نہیں

غوّاصیا معطر عالم کوں سب کیا ہے
گویا یو مرثیا ہے ریحان کربلا کا

چند سال پہلے شائع شدہ ایک مضمون میں غواصی کا نام شیخ حسین بہاء الدین بتایا گیا ہے۔ لیکن یہ قیاس کافی مشتبہ اور تحقیق طلب ہے۔

تصانیف غواصی کی دو مثنویاں ''سیف الملوک و بدیع الجمال'' اور ''طوطی نامہ'' مولوی سعادت علی رضوی نے مرتب کرکے سنہ ۱۹۳۸ ء میں شائع کی تھیں۔ گذشتہ دس سال میں اس کی مزید دو تصانیف دریافت ہوئی ہیں۔ ایک زیر بحث مثنوی ''مینا ستونتی'' ہے، اور دوسرے اس کا ضخیم کلیات، جو ہنوز محققانہ ترتیب و تدوین کا محتاج ہے۔ غواصی کی ایک اور مثنوی ''لیلی مجنون'' کا حال بھی راقم نے سنا ہے، لیکن یہ امر ابھی تحقیق طلب ہے۔

مینا ستونتی کا زمانۂ تصنیف غواصی کی پیش نظر

مثنوی « مینا ستونتی» کے کسی نسخے سے اس کے سنہ تصنیف پر روشنی نہیں پڑتی - زیر بحث مثنوی اور غواصی کی دوسری تصانیف کے داخلی شواهد کی بنا پر راقم کا خیال هے که یه مثنوی ، « طوطی نامه» اور « سیف الملوك » سے قبل کی تصنیف هوگی - مندرجه ذیل داخلی شهادتوں سے مینا ستونتی کے زمانه تصنیف کا اندازه لگانے میں مدد ملتی هے -

۱ - غواصی کی دوسری دومثنویوں پر نگاه ڈالی جاے تو سیف الملوك کے مقابله میں طوطی نامه ، زبان و بیان اور کمال فن کے اعتبار سے دور پختگی کی پیداوار معلوم هوتا هے - اسی نقطه نگاه سے مینا ستونتی ، زبان ، اسلوب بیان ، اور تخیل کی مشترك خصوصیات کے باوجود[1] شاعرانه کمال اور فنی پختگی کے اعتبار سے طوطی نامه اور سیف الملوك دونوں سے قبل کی تصنیف معلوم هوتی هے -

۲ - شاعرانه کمال کے تدریجی نشوونما کے ساتھ ساتھ غواصی کو اپنی صلاحیتوں پر اعتماد ، اور اپنی عظمت کا احساس پیدا هو گیا تھا - طوطی نامه میں جو اسکے دور پختگی کی

---

(۱) غواصی کی ان تینوں مثنویوں میں زبان اور اسلوب بیان کی مشترك خصوصیات سے متعلق مقدمه کے آئنده صفحات میں بحث کی گئی هے -

پیداوار ہے، وہ اپنے کمال فن پر نازاں ہے۔ ایک خود شناس اور پختہ کار فنکار کی طرح، کسی عجز و انکسار کے بغیر وہ اپنے کار نامہ پر اس طرح اظہار خیال کرتا ہے:

یو نامہ رنگا رنگ نرمل پخھل
ھوا اس زمانے میں سب بے بدل

اگر یو چڑے نکتہ دانی کے ھات
سینے پر سُننے کے لکھیں نیر سات

مرا کام ہے اس زمانے میں آج
کہ ساجے نہ یو کام کس منج باج

جو سلطان عبداللہ اس دور کا
ہے راجا سلیمان کے طور کا

شگفتا کیا دیک اُس کا کرم
سو جھمکیا مری طبع کا جام جم

جو اس شہ کی خاطر پڑیا یو قبول
گگن تے ھوا منج پو رحمت نزول

جو یو نظم میرا عروسی کیا
سُرج منج سوں آدست بوسی کیا

کھیا اے سخن سنج صاحب تمیز
بچن کے سو ہے مصر کا توں عزیز

تری طبع پر صد ھزار مرحبا
سچا توں ہے منظور آل عبا

کُئی اس بات کون لاف جانو نکو
برے هو برا دل میں مانو نکو

که جس کے صدف میں رتن خاص هے
کرے لاف گر ان تو انصاف هے

چهپاؤں کتا آپسیں کونڈ میں
که چهپتی نہیں پهول کی باس کئیں

سخن پروراں یك تے یك هیں زیاد
ولے هور هے منبج زبان کا سواد

یو افسانه حو عیب تے دور هے
سلاست کے اسمان کا سُور هے[1]

طوطی نامه کے ان اشعار کے مقابله میں سیف الملوك میں تعلی یا حود شناسی کا یه راگ مدهم سروں میں ملتا هے :

جو سلطان عبد الله انصاف کر
مرے جو هراں پو تے دل صاف کر

دیوے داد میرا. بهوت مان پاؤں
امس دور تهے تا گریبان پاؤں

که یو شاه میرا خریدار هووے
تو تازا مرا طبع گلزار هووے

---

(۱) طوطی نامه، ص ۲۸٤ ، ۲۸٥ .

که غمگیں ہوں میں سخت سنسار تھے
دھروں دغدغے لك اس آزار تھے

جو بھوگی نول شہ ستے فرح پاؤں
تو اس تھیں رتن خاص دھنڈ دھنڈلیاؤں

اگرچہ ہوں شہ کے بندیاں میں حقیر
ولے شعر کے فن میں ہوں بے نظیر

کہ موں کھول یوں میں کہوں کیا اپیں
گواہی دیویں شعر اپیں ناچھپیں

میناستونتی میں ، آغاز قصہ سے قبل جو تین چار اشعار اس نے مثنوی کے تعلق سے لکھے ہیں ، اگرچہ ان میں بھی تعلی اور خود پسندی کا یہ رجحان نمایاں ہے لیکن درجہ کے اعتبار سے بہت کم :

رسالہ انھا فارسی یو اول
کیا نظم دکھنی ستے بے بدل

عقل فہم عرفان کا کام ہے
محبت کے دریا کا پر حام ہے

مٹھی یک حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا حوب شہد و شکر

لیکن مثنوی کے آخری اشعار میں جس انکسار کے ساتھ وہ اپنے کارنامہ کو قارئین کے آگے پیش کرتا ہے ، اس سے اندازہ

ہوتا ہے گویا یہ مثنوی، میدان شاعری میں کسی تازہ وارد
نوجوان کی پہلی کوشش ہے:

کیا نظم قصے کا نا بات گھول
دیکھو چوك یاراں تو راکھو نہ بول

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

غواصی کینے پو کرنا نظر
دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر

(میں نے ایك قصہ کو پر لطف اور دلکش بنا کر نظم کے سانچے میں ڈھالا ہے۔ اگر اس میں کچھ خامیاں نظر آئیں تو نکتہ چینی نہ کیجئے۔ ابھی تو میں دانشمندوں اور باکمالوں کی صف میں ایك خام کار کی حیثیت رکھتا ہوں۔ اور اسی حیثیت میں، میں نے جوں توں یہ کام انجام دیا ہے۔ ایك خرد اور نا چیز کی حیثیت سے میں نگاہ کرم کا محتاج ہوں، اور آپ کی دعاؤں کا طالب ہوں)۔

۳۔ مینا ستونتی، سیف الملوك، اور طوطی نامہ میں شاعر نے اپنے مذہبی عقاید کے اظہار میں تدریجی طور پر اپنے رویہ کو جس طرح محتاط بنایا ہے، اس سے بھی مینا ستونتی کے زمانۂ تصنیف کا اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔ پیش نظر مثنوی میں آغاز قصہ سے قبل حمد و نعت، خلفائے راشدین

کی مدح ، پھر حضرت امام حسن ، امام حسین ، حضرت عبدالقادر جیلانی اور خواجه بـنده نواز کی منقبت میں اشعار ملتے هیں ـ ان اشعـار سے شاعر کے عقایـد کے متعلق جو نتائج اخذ کیے جا سکتے هیں ، وه غواصی کی دوسری مثنوی سیف الملوك میں ظاهر کیے هوے عقاید کے مطابق هیں ـ سیف الملوك میں حمد و نعت کے بعد خلفـاے ثلاثه کی مدح میں دو اشعار ملتے هیں ، پھر حضرت علی کی منقبت میں چوبیس اشعار ، حضرت عبـد القادر جیلانی اور خواجه بنده نواز کی مدح میں چند اشعـار ، اور آخر میں سلطان عبدالله قطب شاه کی تعریف میں ایك طویل نظم ـ واضح رهے که یه مثنوی غواصی نے اس وقت تصنیف کی تھی جب که دربار شاهی میں اس کی رسائی نہیں هوئی تھی ، لیکن ایك خوش گو شـاعر کی حیثیت سے اس کی شہرت قائم هو چکی تھی اور وه خود کو تقرب شاهی کا مستحق سمجھتا تھا ـ لیکن غواصی کی آخری تصنیف طوطی نامه میں جب که اس کے عروج کا ستاره اوج کمال پر تھا ، اور بادشاه کے مقربین میں اس کا شمار هوتا تھا ، آغاز قصه سے قبل حمد و نعت کے اشعار کے بعد اصحاب ثلاثه اور حضرت عبدالقادر جیلانی کا ذکر نہیں ملتا ـ

ان تینوں مثنویوں میں شاعر نے اپنے عقاید کے اظہار میں جو تدریجی احتیاط ملحوظ رکھی ھے، اس سے اندازہ ہوتا ھے کہ مینا ستونتی اس کے ابتدائی زمانے کی تصنیف ہوگی، جب کہ وہ نوجوان شاعر کی حیثیت سے ابھر رہا ہوگا، اور دربار شاہی تک رسائی کے حوصلے اس کے دل میں پیدا نہیں ہوے تھے۔ وہ کھل کر اپنے عقایـد کا اظہار کرتا ھے۔ اور بادشاہ کا کہیں ذکر نہیں کرتا۔ مولوی نصیر الدین ہاشمی نے بھی ایسا ہی خیال ظاہر کیا ھے:

«اگرچہ اس کی صحیح تاریخ تصنیف معلوم نہیں ہوئی ھے، مگر خیال ھے کہ سنہ ۱۰۳۰ھ کے قریب مرتب ہوئی ھے۔ اس مثنوی میں اس کی دوسری مثنویوں سیف الملوک اور طوطی نامہ کی طرح بادشاہ کی مدح نہیں ھے۔ اس سے خیال ہوتا ھے کہ اس زمانے میں اس کو شاہی تقرب حاصل نہیں ہوا تھا»

اس طرح اگر یہ مان لیا جائے کہ مینا ستونتی غواصی کی پہلی تصنیف ھے، تو اس کا زمانۂ تصنیف، سیف الملوک کے سنہ تصنیف (سنہ ۱۶۱۷ع یا سنہ ۱۶۱۸ع) سے پانچ دس برس پہلے کا زمانہ ہوسکتا ھے۔

(۱) اردو مخطوطات، کتب خانہ آصفیہ: ص ۷۴۔

غواصی کی اس مثنوی کے مختلف نسخے جو ہندوستان
اور بیرون ہند کے مختلف کتب خانوں میں اب تک دریافت
ہوئے ہیں ، حسب ذیل ہیں :

۱ ـ انڈیا آفس لندن کے کتب خانے میں دو نسخے ـ
جن کا نشان بلوم ہارٹ کے کٹلاگ کے مطابق ۷۷ اور ۷۸ ہے ـ
ان نسخوں کا ذکر یورپ میں " دکنی مخطوطات " کے صفحات
۵٦۸ تا ۵۷۰ میں ملتا ہے ـ

۲ ـ کتب خانہ آصفیہ (حیدرآباد دکن) پانچ نسخے ـ
ان کی تفصیل آگے آئے گی ـ

۳ ـ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد ، چار نسخے ـ
ان نسخوں کی تفصیل بھی آیندہ صفحات میں درج ہے ـ

٤ ـ کتب خانہ انجمن ترقی ہند علی گڑھ ، ایک نسخہ ،
قلمی مثنویات ۷۲ / ٦۲۷ ـ اس مثنوی کو کٹلاگ میں کسی
شاعر " علی وجودی " کی تصنیف بتایا گیا ہے جو درست نہیں ہے[1]

---

(۱) « مینا و لورك » نامی مثنوی کا ایك مخطوطہ ، جو دکنی کے
کسی گمنام شاعر "مہدوی" کی تصنیف ہے ، بمبئی یونیورسٹی کے
کتب خانہ میں موجود ہے ـ یہ مثنوی زبان کے اعتبار سے بعد کی
تصنیف معلوم ہوتی ہے ـ قصہ کی تفصیلات اگرچہ خاصی مختلف
ہیں ، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مہدوی نے غواصی کی مثنوی
سے دل کھول کر استفادہ کیا ہے ـ

ـوی کی ترتیب میں کتب خانہ آصفیہ کے چار نسخے ،
ـگ اسٹیٹ لائبریری کے پانچ نسخے ، اسطرح
ے مرتب کے پیش نظر رہے ہیں ـ جنہیں ایڈٹنگ
انوں کی سہولت کی خاطر میں نے (الف)، (ب)،
ی)، (ف)، (ل)، (م)، (ن) سے موسوم کیا ہے ـ
کی مختصر توضیح درج ذیل ہے ـ

مخطوطہ (الف)

ـحہ کتب خانہ آصفیہ کی ملکیت ہے ـ کتب خانہ کی
مطابق اسکا نشان اردو مثنوی (١٤١ جدید) ہے ،
صاحب کی توضیحی فہرست کے مطابق ، منظوم
ـ مثنوی لائبریری سائز کے ٥٩ صفحات پر پھیلی
ہر صفحہ پر ١٣ سطریں ہیں ـ خط نسخ میں ہے ،
ـیم دیسی قسم کا ـ کتابت اور کاغذ ہر دو اعتبار سے
ـیت قدیم معلوم ہوتا ہے ـ دوسرے نسخوں کے
کتابت کی غلطیاں بھی ، اس نسخہ میں نسبتا کم
بعض صفحات کے کچھ حصے کرم خوردہ ہیں ـ ذیلی
ـرسی میں دی گئی ہیں ـ آغاز ان اشعار سے ہوتا ہے :

ـن حمد میں پاک رحمان
کہ او حمد زیور ہے ایمان کا

جمع حمد اوس کوں سزاوار ھے
که جن جگ کوں پیدا کرنہار ھے
که خالق ھے سب خلق کا خاص و عام
او مالك اھے ملك کا حو تمام

اختتام :

برے فہم داراں میں ھوں کم فہام
کیا ھوں یو نادانگی سوں تمام
غواصی کمینے پو کرنا نظر
دعا حق سوں منگنا مرے حق اوپر
ھوا نظم یوبانوں سوں سب تمام
بحق محمد علیه السلام

کاتب الحروف شیخ انوار عمر الله ذنبه ۔

محطوطه (ب)

کتب خانه آصفیه کے اس مخطوطه کا نشان ٥٠٤ ھے ۔ اور ھاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق "منظوم افسانے ٢٠٤" ۔ لائبریری سائز کے ٧٤ صفحات پر مشتمل ھے ، ھر صفحه پر ١٣ سطریں ھیں ۔ کاغذ دیسی ھے ۔ کتابت اور کاغذ کے اعتبار سے یه نسخه (الف) کے مقابلے میں بعد کا ترقیمه معلوم ھوتا ھے ۔ کوئی ذیلی سرخی نہیں دی گئی ھے ۔ کتابت کی غلطیاں نسخه (الف) کے مقابلے میں زیادہ ھیں ۔

آغاز :

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
که او حمد زیور هے ایمان کا
ثنا حمد اُس کوں سزاوار هے
که دو جگ کوں پیدا کرنہار هے
او خالق هے سب خلق کا خاص و عام
او مالك هے سب ملك کا جیو ن تمام

اختتام :

کیا نظم قصے کا نابات گھول
جسے حوب لگتا تو ایسا هے مول
بَرے دیھ داران میں هوں کم فہام
کیا هوں یو نادانگی سوں تمام
عواصی یو کرنا کرم کی نطر
دعا حق سوں کرنا مرے حق اوپر
هزاراں درود و هراراں سلام
بحــق محمد عــلیــه الســلام

مخطوطه (ج)

کتب خانه آصفیه کے اس مخطوطه کا نشان مثنوی ۳٤٤ هے ، اور هاشمی صاحب کی فہرست میں منظوم افسانے کے تحت ۲۰٦ — ٦۰ صفحات پر مشتمل هے ۔ هر صفحه پر ۱۲ سطریں هیں ۔ خط نستعلیق هے ۔ کتابت کی غلطاں نسبتاً

کم ھیں ، لیکن زبان اکثر جگہ زمانۂ ما بعد کی معلوم ھوتی ھے۔
آغاز :

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
کہ او حمد زیور ھے ایمان کا
جمع حمد اوس کو سزاوار ھے
کہ دو جگ کو پیدا کرنہار ھے
او خالق ھے سب خلق کا خاص و عام
کہ مالك ھے او ملك کا سب تمام

اختتام :

کیا نظم قصے کا نابات گھول
دیکھے چوك یاراں تو نہ رکھنا بول
بڑے فہم داراں میں ھوں کم فھام
کیا ھوں میں نادانگی سوں تمام
کہیں میم حے اور کہیں میم دال
درودان نبی پر پڑو شاد حال
الہی کنہہ بخش اور منج خطا
رتی کر توں ایمان کا منج عط

مخطوطہ (د)

یہ نسخہ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کی ملکیت ھے۔
لائبریری کی فہرست کے مطابق اسکا نشان ، اردو مثنوی ۳٦ ھے ،

اور هاشمی صاحب کی توضیحی فہرست کے مطابق ''منظوم افسانے'' کے تحت ٧٤٦ - متعدد رسائل کے ایك مجموعه میں یه مثنوی بھی شامل ھے - یه رسائل بالترتیب معراج نامه بلاقی، وفات نامه بی ، میںا ستونتی ، قصه أبو شحمة ، وفات نامه ، شمائل نامه ، وصیت نامه ، سخاوت نامه اور جنگ نامه ھیں - مثنوی میںا ستونتی ٥٣ صفحات پر پھیلی ھوئی ھے - ہر صفحه پر ١٧ سطریں ھیں - دیسی کاغذ ھے اور خط شکسته ، ناقص الاول ھے - ایسا معلوم ھوتا ھے کاتب نے عمداً سارے تمہیدی اشعار کو نظر انداز کر کے آغاز قصه سے کتابت شروع کی ھے - کتابت نسبتاً بہتر ھے -

آغاز :

قصه میناں ست

مِٹھا یک حکایت عجب خوب تر
رساله مرا حوب شیریں شکر
که یك شہر کا ىك اتھا بادشاہ
حہانگیر عالم اتھا شہنشاہ
سخی مہرباں عادل و شہر یار
نکو ناںوں اوس کا سو سالا کنوار

اختتام :

کیا نظم قصے کا ناںبات کھول
دیکھیں چوك یاراں تو راکھو نه بول

بے فہم داران میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام

کہیں میم حے اور کہیں میم دال
درودان نبی پر پڑو شاد حال

تاریخ کتابت بست و پنجم ربیع الثانی در قصبہ بھنو پانصد
شتاد بیت سید قاسم روضہ منور حضرت میاں صاحب انجام یافت ـ

مخطوطہ (ی)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخہ کا نشان
۲ ھے ـ اور ھاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ۔ «منظوم
سانے» ۷٤۸ ـ یہ ایك کرم خوردہ نسخہ ھے ـ دیسی کاغذ
ھے اور معمولی نستعلیق خط ـ ٦١ صفحات ھیں ، اور ھر صفحہ
۱۰ سطریں ـ اس نسخہ کا کاتب نہایت کم سواد ھے ،
شت خط میں لکھا گیا ھے ـ آخری چار صفحات بڑی
پروائی کے ساتھ گھسیٹے گئے ھیں ـ
غاز:

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
کہ او حمد زیور ھے ایمان کا

جمہ حمد اُس کوں سزاوار ھے
جسے جگ کوں پیدا کرنہار ھے

ختتام:

کیا نظم قصے کا ابیات گھول
دیکھو چوك یاراں رکھنا نہ بول

بڑے فہم داراں میں میں کم فہام
کیا یو نادانگی سوں تمام

آخری صفحہ پر کچھ لکیریں ہیں ، جن میں یہ الفاظ پڑھے جاسکتے ہیں « این کتاب ملك ظهیر الدین است »

مخطوطه (ل)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس مخطوطه کا نشان ۳۷ اور ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ۷٤۷ ہے - دیسی کاغذ ہے ، اور خط معمولی نستعلیق - ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے اور ہر صفحه پر ۱۱ سطریں - ناقص الآخر ہے - کتابت کی غلطیاں کثرت سے ملتی ہیں -

آغاز:

این قصه ستونتی است

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
که جن جگ کوں پیدا کرنہار ہے

اوخالق ہے سب خلق کا خاص و عام
او مالك ہے ملك کا سب تمام

اختتام:

فضاحت مںگیا کرنے اوس عیب تے
ہوا ایك آوار وہاں عیب تے

اے ناپاك کرتا ہے کی آکے سنگ
که جلنے کوں منگتا ہے مثل پتنگ

کہیں میم حی اور کہیں میم دال
درودان نبی پر کہو فی الحال

مخطوطہ (ف)

کتب خانہ آصفیہ کے اس مخطوطے کا نشان ۲۱٤ حدید ہے اور ہاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق، منظوم افسانے ۲٦۱ — مثنوی دو رسالوں کے ایک مجموعہ میں شامل ہے — پہلے ”مینا ستونت“ ہے اور پھر ایک نا معلوم مثنوی جو کسی معمولی شاعر کی تصنیف معلوم ہوتی ہے جس میں سلطان فیروز شاہ بادشاہ مصر اور اس کی بیٹی ملکہ کا قصہ بیان کیا گیا ہے — مثنوی ”مینا ستونت“ ۱۰۸ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور ہر صفحہ پر بارہ مصرعے ہیں — دو مختلف کاتبوں کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے — کتابت کی غلطیاں کثرت سے ملتی ہیں —

آغاز:

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
کہ او حمد زیور ہے ایمان کا

اختتام:

بڑے فہم داراں میں ہوں کم فہام
کیا ہوں یو نادانگی سوں تمام
ستر عیب اوس کوں یو سر پوش ہیں
کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمیں

مرتب کیا یاں سوں قصا تمام
جو بولو نبی پر درود اور سلام

سنہ ۱۲۵۰ محمد　　　　سنہ ۱۸۳۵ عیسی

تمت الکتاب مینا ستونت بتاریخ دھم ماہ رجب المرجب روز پنجشنبہ بوقت سہ پہر اتمام رسانید کرد ـ کاتب الحرف فقیر حقیر شیخ میراں ـ

مخطوطہ (م)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخہ کا نشان ۳۵ ھے اور ھاشمی صاحب کی فہرست میں ۷۴۰ ـ دولت آبادی کاغذ پر خوش خط نستعلیق میں لکھا ھوا یہ نسخہ کاغذ اور کتابت ھر دو اعتبار سے بیس پچیس سال پہلے کا ترقیمہ معلوم ھوتا ھے ـ خوش خطی کے باوجود کتابت کی بے شمار غلطیاں ملتی ھیں ـ

آغاز :

کہوں حمد میں پاک رحمان کا
او حمد زیور ھے ایمان کا

اختتام :

بڑے فہم داراں میں بھی کم
کیا ھوں یو نادانگی سوں رقم

ستر عیب اوسکوں یو پوشو تمیں
کہیں عیب اس میں جو دیکھو تمیں

مرتب کیا یہاں سو قصہ تمام
جو بولو نبی پر درود و سلام

مخطوطه (ن)

سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری کے اس نسخه کا نشان ۳۹ ھے ، اور ھاشمی صاحب کی فہرست کے مطابق ۷٤۹ - معمولی دیسی کاغذ ھے ، اور خط معمولی نستعلیق - ۵۹ صفحات پر مشتمل ھے اور ھر صفحه پر ۱۳ سطریں ھیں - کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے کافی بعد کے زمانے کا ترقیمه معلوم ھوتا ھے - کاتب نہایت کم سواد ھے - نسخه ناقص الآخر ھے -

آغاز :

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
که او حمد زیور ھے ایمان کا

اختتام :

او کٹنی کو اس وقت سنگبار کر
منڈا سر کو بٹھلا گدھے کے اوپر
شہر کے گلیاں میں پھرا خوار کر
که چھوڑے لیجا کر پرای نگر

او ستونت سکی نے پھرا بھیاو کر

مـلائی او لورك و چنـدا مکر

قدیم دکنی کے اکثر و بیشتر مخطوطات ، جن کا متن تین چار سو برس کے طویل عرصے میں طرح طرح سے نسخ و مسخ ھوکر ھم تك پہنچا ھے ، اردوے قدیم کے طالب علموں اور محققوں کے لیے بڑے عجیب و غریب معمے پیش کرتے ھیں ـ سلطان محمد قلی قطب شاہ کے شاھی نگرانی میں مرتب کیے ھوے دیوان میں غواصی کے اشعار ، اور ملك الشعرا غواصی کے مطلا و مذھب دیوان میں عبداللہ قطب شاہ اور ھاشمی کی غزلیں ، تخلص کی تبدیلی کے ساتھ ملتی ھیں ـ پھر اختلافات نسخ کا یہ عالم ھے کہ اگر ایك کتاب کے دو نسخے ، چالیس پچاس برس کے وقفے سے دو مختلف کاتبوں کے نقل کیے ھوے ملیں ، تو ان دو مخطوطوں میں الفاظ کی صوتی شکلیں ، املا ، تذکیر و تانیث کی صورتیں ، اور افعال کی شکلیں بھی بدلی ھوی ملتی ھیں ـ اختلافات نسخ کی پیچیدگیوں کے اعتبار سے خاص طور پر پیش نظر مثنوی مرتب کے لیے ایك بڑا کٹھن اور صبر آزما امتحان ثابت ھوتی ھے ـ ایسے نسخے جو نسبتاً بعد کے ترقیمہ ھیں ان کی زبان کی قدامت بھی متاثر ھوتی گئی ھے ـ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ بعد کے عہد میں نقل کے دوران ، کبھی کاتبوں

نے، اور بعض صورتوں میں معمولی حیثیت کے شاعروں نے،
زبان کو اپنے عہد کے مطابق بنا کر لکھنے کی کوشش کی ھے۔
مختلف نسخوں میں اشعار کی ترتیب بھی درھم برھم ھو گئی ھے،
جس کی وجہ سے بعض صورتوں میں قصہ کا تسلسل بھی
برقرار نہیں رھتا۔ نسبتا بعد کے ترقیمہ مخطوطوں میں بعض مقامات
پر ایسے چیدہ چیدہ اشعار بھی ملتے ھیں جو ادبی اعتبار سے کم تر
درجہ کی چیز ھیں، اور کسی تك بندی کرنے والے شاعر کے
ذھن کی پیداوار معلوم ھوتے ھیں۔ پھر قصہ کے سلسلے میں
جو ذیلی کہانیاں آتی ھیں، ان کی ترتیب بھی مختلف نسخوں
میں بدل گئی ھے۔ مرتب کا خیال ھے کہ پیش نظر مثنوی میں
اختلافات نسخ کا ایك اھم سبب کسی زمانے میں اس قصہ کی
غیر معمولی مقبولیت ھے۔ جیسا کہ قصہ کے مآخذ سے بحث
کرتے ھوئے آئندہ صفحات میں بتایا گیا ھے، اس قصہ کی
اخلاقی دلکشی نے قصہ کو عہد اکبری میں بھی مذھبی رھنماؤں
اور مشائخین میں مقبول بنادیا تھا۔ کوئی تعجب نہیں کہ صوفیہ
اور مشائخین نے اپنے معتقدین کی تلقین و ھدایت کے لیے
اس مثنوی کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ھو۔ اور نقل در نقل
کے طویل سلسلہ کے دوران میں، اکثر صورتوں میں قصہ کی
ادبی حیثیت نظروں سے اوجھل ھوتی گئی، اور اسکی جگہ
ایسے اعتقادی عناصر بعد کے مخطوطوں میں شامل ھو گئے،

جو قدیم تر مخطوطوں میں نہیں ملتے ، یعنی ایسے اشعار اور حکایتیں جو قدرتی طور پر کسی قادر الکلام شاعر اور خوش فکر فنکار کے ذهن کی پیداوار نہیں ھوسکتیں ۔ نو مخطوطوں کے منجملہ سات مخطوطوں میں شاعر کے تخلص والے اشعار کو نظر انداز کردینے کی بھی یہی وجہ ھو سکتی ھے ۔

ان مخطوطات پر نظر ڈالنے کے بعد ، شعبہ اردو میں میرے رفیق کار ڈاکٹر حفیظ قتیل اور میں ، اس نتیجہ پر پہنچے کہ کاغذ اور کتابت کے اعتبار سے نسخہ (الف) قدیم ترین ھے ، یہی نتیجہ راقم نے مخطوطات کے دیرینہ سال ماهر مولوی قدرت رحیم ، ریسرچ اسسٹنٹ ، سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری سے مشورہ کے بعد اخذ کیا ۔

نو مخطوطات کا تفصیلی مطالعہ کرنے ، اور خود ان کی نقل کرکے ان کا باھمی مقابلہ کرنے کے بعد ، راقم نے یہ نتیجہ اخذ کیا ھے کہ ان میں سے چھ مخطوطات (الف) ، (د) ، (ی) ، (ف) ، (ل) ، اور (م) بنیادی طور پر نسخہ (الف) سے متعلق ھیں ؛ یعنی یہ نسخہ (الف) یا اس سے مشابہہ کسی ایک یا ایک سے زائد نسخوں کی نقلیں ھیں ۔[۱] یہ سارے نسخے

---

(۱) انڈیا آفس کے دو نسخوں ، اور انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے ایک نسخہ کو دیکھنے کا مرتب کو موقع نہیں ملا ۔ لیکن ان نسخوں سے متعلق جو توضیحی مضامین ، اور ان کے حو

(باقی ص ۳۳ پر)

اکثر مقامات پر تو بعینہ ایك دوسرے کی نقل معلوم ہوتے ہیں ، لیکن کہیں کہیں اشعار میں کچھ کمی بیشی ہو گئی ہے، یا ذیلی حکایتوں کی ترتیب بدل گئی ہے ـ قدیم تر الفاظ کی بجائے کم قدیم الفاظ اکثر صورتوں میں استعمال ہوئے ہیں ـ بعض مقامات پر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مخطوطہ کے بعض مقامات کرم خوردہ یا غیر واضح رہے ہوں گے ، چنانچہ نقل کے دوران شعر کے کسی خاص جزو میں مختلف کاتبوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق خیال آرائی کرنے کی کوشش کی ہے ـ مخطوطہ (ل) میں دو بیویوں والے سپاہی کی حکایت کے بعد مینا اور بوڑھی دلالہ کے ما بین ایك طویل مکالمہ جو بالترتیب سولہ اور چوبیس اشعار پر مشتمل ہے ، اضافہ ہو گیا ہے ـ

نسخہ (ب) اور اس سے متترہ نسخہ (ن) ، اس اعتبار سے نسخہ (الف) سے مختلف ہیں کہ ان میں قصہ کے پلاٹ میں ایك نئے کردار کا اضافہ کر دیا گیا ہے ـ یہ فاضل کردار ایك « پیر » کی شخصیت ہے ـ کہانی کا مرکزی خیال وفا شعار ہیروین ، مینا ، کی عصمت شعاری ہے ، جو بادشاہ اور اس کی فرستادہ دلالہ کی تمام تر کوششوں کے باوجود اپنے

(مسلسل) اقتباسات پیش نظر ہیں ۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تینوں نسخے بھی بنیادی طور پر نسخہ (الف) کے گروپ سے متعلق ہیں ـ

مضبوط ارادہ اور پاکیزہ کردار کا مظاہرہ کرتی ھے ، اور
اس طرح خود کو ایك نصب العینی ، با عصمت ، اور وفا شعار
عورت ثابت کرتی ھے ۔ لیکن نسخہ (ب) میں پیر کے فاضل
کردار کے ذریعہ ھیروین کی ساری وفا شعاری اور عصمت کوشی
کا سہرا پیر کے سر باندھ دیا گیا ھے ، وہ اس طرح کہ جب
مینا کا شوھر اسے چھوڑ کر چندا کے ساتھ فرار ھوجاتا ھے ،
تو وہ پیر کو اپنے گھر بلاتی ھے ، اور ان سے مدد کی
خواستگار ھوتی ھے ۔ پیر مینا کے حق میں دعا کرنے کا وعدہ
کرتے ھیں ، اور اسے نصیحت کرتے ھیں کہ وہ اپنی عصمت
کی حفاظت کرے ، اور اپنے پیر کے سوا کسی اور مرد کا
خیال بھی دل میں نہ لائے ۔ مینا بس انہیں کے حکم پر عمل
کرنے کی بدولت گمرھی اور ضلالت سے دور رھتی ھے ۔
چنانچہ دلالہ یا '' دوتی '' جب مینا کو ورغلانے کی مختلف کوششیں
کرتی ھے ، تو موقع بہ موقع مینا پیر کی نصیحت کا حوالہ
دیتی ھے ، اور ان کے حکم کے خلاف عمل کرنے سے انکار
کرتی ھے ۔ راقم کا خیال ھے کہ مذھبی پیشواؤں ، اور صوفیوں
میں اس قصہ کی مقبولیت ، کہانی میں اس تصرف کا سبب
بنی ھے ۔ کسی جہاں دیدہ صوفی نے کہانی کی مقبولیت سے
فائدہ اٹھاتے ھوئے ، پیری مریدی کے ادارہ کی خدمت کی خاطر ،
بڑی چابکدستی کے ساتھ ایك پیر کے کردار کو بھی اس لوك کہانی

میں داخل کر دیا ھے ۔ اور اپنے طبقہ کی روایتی ذھانت سے کام لیتے ھوے ، سادہ اور ضعیف الاعتقاد عوام کو متاثر کرنے کے لیے اس کہانی میں ، ادارہ پیری کو ایسی بنیادی اھمیت دے دی کہ مینا کی وفا شعاری اور عصمت کوشی کی ساری مستحسن کوششیں ، اس کی طبیعت اور مذاق کی پاکیزگی پر محمول نہیں قرار پاتیں ، بلکہ صرف اس امر پر کہ وہ کسی پیر کی فرمانبردار مرید تھی ۔ ظاھر ھے کہانی میں یہ تصرف ھر پیر کو پسند آیا ھوگا ۔ پیر کا یہ فاضل کردار ، جو ساری کہانی میں انگشت ششم کی حیثیت رکھتا ھے ، جیسا کہ آئندہ صفحات کے مطالعہ سے واضح ھوگا ، چندا اور لورك اور مینا ستونتی کے گروپ کی کسی کہانی میں نہیں پایا جاتا ۔ یہ امر بھی محل نظر ھے کہ پیر کے اس کردار کے تعلق سے ایك دیلی حکایت جو نسخہ (ب) اور نسخہ (ن) میں ملتی ھے ، اس میں پیغمبر اسلام سے متعلق ایك ایسی افسانوی اور بے سر و پا روایت بیان کی گئی ھے ، جس کا سیرت نبوی کی کسی مستند کتاب میں ذکر نہیں ملتا ۔ اور جو صرف کسی کم سواد پیر یا صوفی کے ذھن کی پیداوار ھو سکتی ھے ۔

اسٹیٹ لائبریری کا نسخہ (ج) ، غواصی کی مثنوی کے مخطوطہ (الف) اور بمبئی یونیورسٹی لائبریری کے مخطوطہ " مینا و لورك " (مصنفہ مہدوی) کے اشعار کی ایك خلط ملط شدہ

شکل ھے ۔ راقم کو مہدوی کی مثنوی کے دیکھنے کا موقع نہیں ملا ۔ لیکن حال میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کا ایک مختصر مقالہ « مثنوی لورك چندا » « نوائے ادب » (اکتوبر سنہ ٦٤ ء) میں شائع ھوا ھے ، جس میں موصوف نے اس مخطوطہ سے متعلق ایك تفصیلی نوٹ اقتباسات کے ساتھ دیا ھے ۔ اس مثنوی کا پلاٹ غواصی کی مثنوی سے قابل لحاظ حد تك مختلف ھے ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ مہدوی کی مثنوی کی بنیاد لورك چندا کے گروپ کی کسی اور کہانی پر ھے ، جو غواصی کے ماخذ سے مختلف ھے ۔ لیکن اس کے باوجود غواصی کی مثنوی کے متعدد اشعار اس مثنوی میں ملتے ھیں ۔ ڈاکٹر گوپی چند کا یہ خیال درست معلوم ھوتا ھے کہ "مہدوی کی نظر سے غواصی کی مثنوی گزر چکی ھوگی"؛ اور اس نے غیر محتاط طریقہ پر اس سے استفادہ کیا ھے ۔ نسخہ (ج) میں قصہ کا آغاز مہدوی کی مثنوی کے مطابق ھے ، لیکن اس کے بعد مینا اور دوتی کے مکالموں کے بیشتر حصے غواصی کی مثنوی کے مطابق نہیں ھیں ۔ اکثر مقامات پر متعدد ایسے اشعار ملتے ھیں ، جو غواصی کی مثنوی کے کسی مخطوطے میں نہیں پائے جاتے ۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ صرف قصہ کی دلکشی کے پیش نظر ، اس مخطوطہ کو غواصی اور مہدوی کی مثنویوں کے مختلف اجزا کو خلط ملط کر کے لکھوایا گیا تھا ۔

راقم نے کتب خانہ آصفیہ کے مخطوطہ (الف) کو بنیادی نسخہ قرار دے کر مثنوی مرتب کی ہے - لیکن ایڈیٹنگ کا یہ جدید اصول مرتب کے پیش نظر رہا ہے کہ کسی خاص مخطوطہ کی اندھی پابندی کرنے کی بجائے، مصنف کے ساتھ انصاف کرنے کی کوشش کی جائے؛ یعنی یہ کہ جس قدر ممکن ہو، مختلف مخطوطات میں سے وہ متن قبول کیا جائے، جو زبان اور اسلوب بیان کے اعتبار سے، مصنف کی زبان اور اس کے اسلوب بیان سے قریب تر معلوم ہوتا ہو - غواصی کی صورت میں یہ کام اس لیے بھی زیادہ دشوار نہیں ہے کہ اس کی دو مثنویاں ہمارے سامنے موجود ہیں - اور مرتب کو، ان دونوں کا غائر نظر کے ساتھ مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے - اس لیے میری مرتب کردہ مثنوی، اگرچہ بنیادی طور پر مخطوطہ (الف) پر مبنی ہے، لیکن جہاں کہیں کاتب کی کم سوادی، یا کتابت کی تحریف کی وجہ سے متن کے اشعار یا مصرعے بے معنی ہو گئے ہیں، بحر سے خارج ہو گئے ہیں، یا ادبی اعتبار سے واضح طور پر کسی فروتر ذہن کی پیداوار معلوم ہوتے ہیں، میں نے دوسرے نسخوں سے مدد لی ہے - اس طرح میں نے مندرجہ بالا نو مخطوطوں کے مطالعہ اور باہمی مقابلہ کے بعد، اس مثنوی کا ایک از سر نو ترتیب شدہ متن تیار کیا ہے، جو مخطوطہ (الف)

پر مبنی ھے ، لیکن جس کے اشعار میں متعدد الفاظ ، اور بعض مقامات پر مصرعے ، دوسرے نسخوں کے مطابق ھیں ـ لیکن میں نے جہاں کہیں بنیادی نسخه سے انحراف کیا ھے ، فوٹ نوٹ میں بنیادی نسخه کا متن بھی درج کر دیا ھے ؛ سوائے ان صورتوں کے جہاں بنیادی نسخه کے مصرعے کاتب کی کم سوادی کی وجه سے بالکل بے معنی ھو گئے ھیں ـ اس امر کی بھی صراحت کردی گئی ھے که مرتبه متن میں جس مصرعه کو منتخب کیا گیا ھے ، وہ کس مخطوطه سے لیا گیا ھے ـ

نسخه (ب) اور (ن) کے وہ زاید اشعار ، جن کا تعلق پیر کے کردار سے ھے ، جو ادبی اعتبار سے بھی بھرتی کے اشعار ھیں ، اور جن کے متعلق راقم کی رائے ھے که یه الحاقی اشعار ھیں ، مثنوی کے آخر میں ضمیمه کی حیثیت سے شریک کر دیے گئے ھیں ـ اس کے علاوہ بعض نسخوں میں پائے جانے والے ایسے چیدہ چیدہ اشعار ، جو صرف ادبی اعتبار سے بے مایه ھی نہیں ، بلکه بحر سے بھی خارج ھیں ، اور دوسرے کسی نسخے میں نہیں پائے جاتے ، نظر انداز کر دیئے گئے ھیں ـ

مثنوی کا نام | پیش نظر مثنوی کے تمام دریافت شدہ نسخوں سے کہیں اس بات کا پته نہیں چلتا که خود شاعر نے اس مثنوی کا کیا نام تجویز کیا تھا ـ مثنوی کے آغاز یا اختتام

پر مختلف کاتبوں کے جو ترقیمے ملتے ہیں ۔ ان میں اس قصہ کو
" قصہ چندا و لورك " ، " قصہ میناوستونتی " یا " قصہ ستونت "
سے موسوم کیا گیا ھے ۔ سالار جنگ اسٹیٹ لائبریری ،
کتب خانہ آصفیہ اور کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے
فہرست نگاروں نے اسے " میناوستونتی " کا عنوان دیا ھے ۔
بلکہ اول الذکر دو کتب خانوں کی فہرستوں میں جو توضیحی
نوٹ ان مخطوطات کے بارے میں دیے گئے ھیں ، ان میں لفظ
" ستونتی " کو غلط فہمی کی بناء پر دوتی یا دلالہ کا نام سمجھ
لیا گیا ھے ۔

اس قصہ کا نام " لورك و چندا " اس لیے درست نہیں
کہ پیش نظر مثنوی میں لورك اور چندا کی داستان محبت نہیں
بیان کی گئی ھے ۔ یہ " چنداین " کے قصے کا موضوع ھے ۔
اس کے بر خلاف یہ مثنوی تمام تر " میناست " کے قصے پر
مشتمل ھے ۔ یہ مینا کی وفاشعاری اور عصمت کوشی کی
داستان ھے ۔ اس لیے " چندا و لورك " یا " مینا و ستونتی "
نہیں ، بلکہ " مینا ستونتی " اس قصہ کا نام ھونا چاھئیے ۔

تمہیدی اشعار ۔ مثنوی کا آغاز حمد کے اشعار سے ھوتا ھے ۔
لیکن شاعر نے حمد کے ان تمہیدی اشعار میں بھی مثنوی کے
مرکزی خیال کی طرف اشارہ کردیا ھے ۔ چنانچہ انسانی کردار
میں عصمت و عفت کی اھمیت پر وہ اسطرح زور دیتا ھے :

فقر کا اسی نارونز کوں ہے آب
حیا کا ہے جس مکھ اُپر آب و تاب

حیا کا نگہبان ہے ذوالجلال
وہی ست رکھنہار ہے بے مثال

رکتیاں کوں حیاسوں رکھیا ہے سنوار
کیتے بے حیا ہیں سدا خوار زار

حیا کا رتن رب دیا جس کے ہات
ہوی سار ستسوت ہور نر سجات

الٰہی شرم دھرم تج پاس ہے
ہمن کوں ترے کرَم کی آس ہے

حمد کے بعد نعت کے چند اشعار ہیں ، پھر خلفائے راشدین ، حضرت حسن اور حضرت حسین کی مدح میں اشعار ملتے ہیں ۔ اس کے بعد حضرت عبد القادر جیلانی اور خواجہ بندہ نواز کی منقبت میں کچھ اشعار ہیں ۔ آخر میں صرف تین اشعار اس مثنوی کے تعلق سے ہیں ، جن میں قصہ کے ماخذ سے متعلق یہ ادھورا اشارہ ملتا ہے :

رسالہ اتھا فارسی یو اول   کیا نظم دکنی سیتے بے بدل

میناستونتی کے قصے کے ماخذ سے بحث کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پہلے غواصی کی مثنوی کے قصہ کا قدرے تفصیلی خاکہ یہاں پیش کر دیا جائے ۔

مینا ستونتی کا قصہ

کسی شہر میں ایک بادشاہ تھا جس کا نام بالا کنور تھا ۔ چندا اس کی حسین بیٹی تھی ۔ عنفوان شباب کے زمانے میں ایک شام شہزادی چندا اپنے محل کے عروے میں کھڑی تھی ۔ نو جوان چرواھا لورك ، ریوڑ ھانکتا ھوا جنگل سے واپس ھو رھا تھا ۔ شہزادی لورك کے مردانہ حسن پر فریفتہ ھو گئی ۔ ایك دن موقع پاکر اس نے گوالے کو اشارہ سے بلایا ، اور اپنے دل کا حال سنا کر کہا میں تجھے سر فراز کرنا چاھتی ھوں ۔ گوالا پہلے تو گھبرایا ، لیکن شہزادی نے اس کی ھمت بندھائی ، اور کہا ھم مال و دولت اور زر و جواھر لے کر کہیں دور چلے جائیں گے ، جہاں بادشاہ اور اس کے آدمی ھمیں دق نہ کر سکیں ۔ لورك نے جواب دیا کہ بچپن میں میری شادی ھو چکی ھے ، میری بیوی مینا غیر معمولی حسین و جمیل عورت ھے ، چاند اور سورج بھی ھوں تو مجھے نہیں چاھئیں ، خود میرے گھر میں شعلہ طور موجود ھے ۔ چندا نے طنز کیا کہ تو جنگل میں ریوڑ ھانکنے اور جھونپڑیوں میں افلاس کی زندگی بسر کرنے کا عادی ھے ۔ تجھے یہ بھی اندازہ نہیں کہ میں کیسی نعمتوں سے تجھے سر فراز کرنا چاھتی ھوں ۔ چندا کی ترغیب و تحریص پر لورك اپنی بیوی

مینا کو چھوڑ کر ، چندا کا ساتھ فرار ہو گیا ۔ دوسرے
روز بادشاہ کو خبر پہنچی ۔ اس نے اپنے ہمراز مصاحبوں
کو بلا کر کہا جو ہونا تھا ہو چکا ، اب میں تمھیں اپنے
دل کی بات بتاتا ہوں ۔ میں نے اس گوالے کے گھر میں
ایك حسینه کو دیکھا ہے جو بے پناہ حسن و جمال کی
مالك ہے ۔ جب سے اسے دیکھا ہے ہمیشه اس کی صورت
نگاھوں میں رھتی ہے ۔ تم کسی ہوشیار دوتی (دلاله)
کو بلاؤ ، جو اسے سمجھا بجھا کر میرے محل میں لے آئے ۔
ایك پخته کاردوتی بلائی گئی ، بادشاہ نے اس کے ساتھ مہربانی
کا برتاؤ کیا ۔ اور کہا تو کسی طرح گوالے کی اس
عورت کو منا سمجھا کر میرے ہاں لے آ ۔ دوتی نے
کہا ، شہر کی پخته کاردوتیوں میں میری بڑی عزت ہے ۔
اگر کوئی حسینه کسی محل کے سات پردوں میں بھی چھپی
رھتی ہو ، تو میں محل کے سارے نگہبانوں کو غفلت میں
ڈال کر اسے تیرے آگے پیش کر دوں گی ۔ گوالے کی
عورت کو بہلا پھسلا کر لانا تو کوئی کام ہی نہیں ۔ یه
تو میرے لیے باعث اہانت ہے ۔ میری ہم پیشه بوڑھیاں
میرا مذاق اڑائیں گی ۔ بادشاہ نے جواب دیا که تیرا کام
اتنا آسان نہیں ۔ جو بے بہا موتی میری نگاہ میں ہے ،
اس کے رخ پر میں نے حیا کی آب دیکھی تھی ۔ اگر تو

اسے کسی طرح لے آنے میں کامیاب ہو جائے تو یہی
بڑا کام ہو گا۔ اس کے جواب میں دوتی نے کہا کہ اگر
میں یہ چھوٹا سا کام نہ کر سکوں تو اپنا چونڈا مونڈوا دوں گی۔

اس کے بعد شاعر قصہ کی ھیروئین مینا کا حال بیان
کرتا ھے۔ جب مینا کو معلوم ھوا کہ اس کا محبوب شوھر،
شہزادی چندا کے ساتھ فرار ھوگیا ھے، تو ھندوستان کی
اس شوھر پرست اور باوفا عورت نے راضی بہ رضا ھوکر
مستقل مزاجی اور پاکدامنی کے ساتھ اس بلائے آسمانی کا
سامنا کرنے کا تہیہ کرلیا۔ آرایش و زیبایش ترك کردی۔
جوگنوں کا سا روپ اختیار کرلیا، اور چرخاکات کر اپنی
زندگی کے دن گزارنے لگی۔ ایسے میں ایك دن بوڑھی
دلالہ اس کے گھر پہنچی، اور کہا میری پیاری مینا تو کس
حال میں ھے۔ تو نہیں جانتی میں تیری ماں ھوں۔ تو نے
دو برس میرا دودھ پیا ھے۔ پھر حالات نے کچھ ایسا پلٹا کھایا
کہ میں تجھ سے دور ھو گئی۔ تیری یاد اکثر ستایا کرتی
تھی۔ دودھ کے رشتے نے جوش کیا تو یہ سوچ کر تیرے
ھاں آئی ھوں کہ اب یہیں رھوں گی۔

فراق زدہ مینا دل ھی دل میں خوش ھوئی۔ اس نے
کہا مجھ پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ھے۔ میرا محبوب مجھے
چھوڑ کر چلا گیا۔ اس دیار میں غریب الوطن ھوں، عزیز

واقارب کوئی ساتھ نہیں ۔ ایسے میں تیری آمد میرے لیے
خدا کی رحمت ھے ۔

موقع پاکر دوتی نے کہا تیری مصیبت دیکھ کر دل
دکھتا ھے ۔ لورك نے تیرے ساتھ بڑی بے وفائی کی ۔ تجھے
خدا نے غیر معمولی حسن ، اور شباب کی دولت سے نوازا
ھے ۔ تو کیوں خود کو جلا کر خوار ھوتی ھے ۔ تف ھے ،
تو ابھی تك اس کو اپنا محبوب کہتی ھے ۔ میںا کی آنکھوں
میں آنسو بھر آئے ۔ اس نے کہا ، اے مائی اس قصہ کو
چھوڑ ، اب مجھے کچھ عقل کی بات بتا ۔ دنیا میں لورك کے
بعد اب تو ھی میری بزرگ ھے ۔ لورک کو برا نہ کہہ ۔ خدا
انصاف کرنے والا ھے ۔ میں نے تو اسے معاف کر دیا ۔
خدا نے مجھے اس کی بیوی بنایا ھے ۔ میں اس کی خاطر ہر
قسم کی مصیبت سہنے کے لیے تیار ھوں ۔ عورت کے قدم
ایك بار ڈگمگا جائیں ، تو پھر دونوں جگ میں اس کا منہ
کالا ھوتا ھے ۔ دوتی نے پہلے تو میںا کو ڈانٹا کہ تو میرے
سامنے کی بچی ھے ، اور مجھ ھی سے باتیں بناتی ھے ۔ لورک
گاودی تیری قدر و قیمت کیا جانے ۔ مورکھ پتھر اور ھیرے
میں تمیز نہیں کر سکتا ۔ یہ تیرے کھانے پینے اور عیش
کرنے کے دن ھیں ۔ میں تجھے عقل کی بات بتاتی ھوں ۔
تیری بہار کے دن گزرے جا رھے ھیں ۔ اب بھی موقع ھے ۔

میں ایک ایسے جوہر شناس کی تلاش کروں گی ۔ جو تیری قدر و قیمت کو سمجھ سکے ۔

بڑھیا کی باتیں سن کر مینا کے تن بدن میں آگ لگ گئی ۔ اس نے کہا میں تجھے اپنا ہمدرد سمجھتی تھی ۔ تو مجھے تباہی کے غار میں ڈھکیلنا چاہتی ہے ۔ مینا کی برہمی کے جواب میں بڑھیا نے بھی خود پر برہمی طاری کر کے کہا، اے بد بخت شاید جوانی کی آگ کھانا ہی تیری قسمت میں لکھا ہے ۔ جب دن بیت جائیں گے تو میری نصیحت تجھے یاد آئے گی ۔ تو میری باتوں کو دشمنی پر محمول کرتی ہے ۔ دودھ کی محبت نے جوش مارا، تیری مصیبت آنکھوں سے دیکھی نہیں جاتی ، تیری جوانی پر رحم آتا ہے ۔ اس لیے تجھے کہتی ہوں ۔ فراق کی آگ نے تیرے کندنی رنگ کو جلا دیا ہے ۔ تیرا حسین چہرہ ملگجا گیا ہے جیسے کالے بادل چاند کو اپنی اوٹ میں لے لیں ۔ سچی بات تو یہ ہے کہ تجھ جیسی حسینہ کے لیے گوالے کا جوڑ نہایت غیر موزوں تھا ۔ دیوانی میں تجھے بالا کنور سے ملانے کا انتظام کردوں گی ۔ پھر تیرے دن پلٹیں گے ۔ زریں لباس میں ملبوس ، پھولوں کے گجرے گلے میں ڈالے ، آنکھوں میں سرمہ ، اور کپڑوں میں عطر لگائے تو شاہی صدر پر جگہ پائے گی ، اور باغوں اور چمنوں کی سیر کرے گی ۔ مینا نے اس کے جواب میں بڑھیا

کو کوسنے دے۔ عصمت و عفت کی زندگی کی حرمت سمجھائی اس نے کہا میں لورك کی هوچکی هوں ۔ وهی میرا بالا کنور هے ۔ میں ایسے سینکڑوں بادشاهوں کو اس پر نچھاور کردوں گی۔ اگر وہ میرا سر طلب کرے ، تو میں اپنا سر بھی کاٹ کر اس کے حوالے کردوں گی۔ اگر وہ میرے سارے اعضاء بھی قطع کردے تو میرا دل اسی کی محبت کی مالا جپتا رهے گا ۔ جو عورت کسی اجنبی کو اپنے حسن کی بہار دکھانا چاهتی هے ، اسکی صورت مٹی میں ڈھك جائے تو بہتر هے ۔ تو جس زرین اور معطر لباس کا ذکر کر رهی هے ، اس کے مقابلے میں میں کفن میں ڈھانك دیے جانے کو ترجیح دوں گی۔

بڑھیا نے کہا تو اپنے حسن و شباب هی کو نہیں ، اپنی زندگی کو بھی خطرہ میں ڈال رهی هے ۔ شاید گوالے نے تجھ پر کچھ جادو کردیا هے ۔ عیش و نعمت کی زندگی شاید تیرے مقدر هی میں نہیں لکھی هے ۔ تو بس یوں هی افلاس اور مصیبت کے دن کاٹتی رهے گی ، اور آخر کو پچھتائے گی ۔ پھر کسی دن قبر میں جاکر سو رهے گی ۔ گوالے کی صحبت نے تجھے کم نظر اور بے حوصلہ بنا دیا هے ۔ سچ هے بھلے آدمیوں کی صحبت بُرے آدمی کو بھی بہتر سا دیتی هے ، اور بُرے آدمی کی سنگت مستقل برائیاں انسان میں پیدا کردیتی هے ۔ آدمی

ایك مرتبه بری عادتوں میں مبتلا هو جائے تو پهر وهی اس کی طبیعت ثانی بن جاتی هیں ۔ پهر بڑهیا ایك حکایت سناتی هے ۔

ایك بهکارن اور بادشاه کی حکایت

سنا هے که ایك بادشاه نے کسی فقیر کی عورت کو اپنے محل میں داخل کیا ۔ وه در بدر بهیك مانگنے کی عادی تهی ۔ بادشاه نے اسے شاهی صدر پر بٹهایا ۔ لیکن اپنی عادت سے مجبور هونے کی وجه سے وه هر روز کسی طاق میں روٹیاں لا کر جمع کرتی تهی ، اور پهر اس طاق کے آگے بهکارن کی طرح کهڑے هو کر روٹی مانگتی تهی ۔ هر طرح کی نعمتیں میسر تهیں ، لیکن جب تك دن میں کسی وقت یه کام نه کرلیتی اسے چین نه آتا تها ۔ تیرا بهی یهی حال هے ۔ افلاس کی زندگی گزارنے کی عادت نے تجهے کم حوصله بنا دیا هے ۔ اس عادت کو ترك کردے ، پهر تیری زندگی بن جائے گی ۔ عیش و آرام کی زندگی اور مال و دولت کی لالچ کے جواب میں مینا نے عفت اور پاکیزگی کی زندگی کی عظمت سمجهائی ، اور پهر یه حکایت سنائی ۔

تین دوستوں کی حکایت

ایك شهر میں تین دوست رهتے تهے تینوں میں گهری دوستی تهی ۔ ایك بار تینوں مل کر سفر کر رهے تهے ۔ جنگل میں انهیں سونے کی دو اینٹیں پڑی هوئی ملیں ۔ تینوں نے خوش هو کر انهیں اٹها لیا ، اور قریب ایك کنویں پر گئے تا که آپس میں تقسیم کرلیں ۔ ایك دوست نے

دوسرے سے کہا : تم قریب گاؤں میں جاؤ اور کھانے کی چیزیں لے آؤ ۔ دوست گاؤں کی طرف چلا تو اس نے دل میں سوچا کہ ان اینٹوں کو تقسیم کرنے کی بجائے کھانے میں زہر ملا دوں تو دونوں ساتھی ھلاك ھوجائیں گے اور سارا سونا میرے ھاتھ آئے گا ۔ یہ سوچ کر اس نے کھانے میں زہر ملا دیا ۔ ادھر دو ساتھیوں نے آپس میں طے کیا کہ ان دو اینٹوں کو تقسیم کرنے کی بجائے کیوں نہ ھم تیسرے ساتھی کو ختم کر دیں ۔ جب تیسرا دوست گاؤں سے لوٹا تو دونوں نے مل کر اس کا کام تمام کردیا ، پھر اطمینان سے کھانے بیٹھے ، زہر کی وجہ سے یہ دونوں بھی ھلاك ھوگئے ۔

مینا نے کہا مال و دولت کی طمع کا یہی حشر ھوتا ھے میں اپنی گدڑی اور کھاٹ ھی میں خوش رھوں گی ، اور اپنے گوالے کی محبت میں مگن ۔ کسی دوسرے کی سیج پر سونے کے مقابلے میں ، میں قبر کے بچھونے کو ترجیح دوں گی ۔

دوتی نے زندگی کے تجربہ کی باتیں بتائیں ، طعن و طنز کے حربے استعمال کیے . اور کہا کہ اگر لورك کبھی واپس لوٹ بھی آئے ، تو وہ چندا کو ساتھ لیتا آئے گا ۔ اور شہزادی چندا یا تو تجھے گھر سے نکال باھر کردے گی ، یا تجھے داسی بنا کر رکھے گی ۔ پھر اس نے دو بیویوں والے ایك شوھر کی حکایت سنائی ۔

سوکنوں کی رقابت کسی شہر میں ایک سپاھی رھتا تھا جسکی دو بیویاں تھیں - پہلی بیوی بالائی منزل پر رھتی تھی، اور دوسری جو عمر میں چھوٹی تھی اور شوھر کی چہیتی، نچلی منزل میں - ایک رات سپاھی رات کے پہرے پر گیا - رات کے اندھیرے میں موقع پا کر ایک چور سپاھی کے گھر میں داخل ھوا، اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگا - سیڑھیوں پر اس کے قدموں کی آھٹ سن کر نچلی منزل میں رھنے والی بیوی بیدار ھوئی - اس نے خیال کیا کہ شاید شوھر اسکی سوکن کے ھاں جانا چاھتا ھے، اس نے دوڑ کر اس کے پاؤں پکڑ لیے - اسی دوران میں پہلی بیوی نے جب آھٹ سُنی تو وہ بھی دوڑتی ھوئی سیڑھیوں پر آپہنچی اور شوھر پر اپنا حق جتاتے ھوئے، اسکے سر کے بال مضبوطی سے تھام لیے اور اسے اوپر کو کھینچنے لگی - اس نے دوسری بیوی سے مخاطب ھوکر کہا، اتنے دن وہ تیرے ساتھ رھا - شاید ابھی تک تیری آنکھیں سیر نہیں ھوئیں - ایک مدت کے بعد وہ مجھ پر مہربان ھے، اے بے شرم چھوڑ، اسے اوپر آنے دے، دوسری نے کہا میں اسے ھرگز نہ چھوڑوں گی - اگر وہ اوپر جائے تو اسکے پاؤں توڑ دوں گی - اسطرح دونوں نے مل کر چور کو مخالف سمتوں میں کھینچنا شروع کیا - اس کشمکش میں چور کی جان لبوں پر آ گئی - دونوں نے مل کر

اسے اتنا آزار پہنچایا کہ اس نے دل ہی دل میں آئندہ سے چوری کرنے سے توبہ کرلی۔ایسے میں سپاہی رات کے پہرے سے فارغ ہوکر، گھر میں داخل ہوا۔ عورتوں نے جب شوہر کو باہر سے آتے دیکھا تو حیرت زدہ ہوکر بھاگ کھڑی ہوئیں، اور چور بے حال ہوکر گر پڑا۔ سپاہی نے چور کی مشکیں کسیں، اور صبح کو اسے بادشاہ کے دربار میں پیش کیا۔ بادشاہ نے چور کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چور نے کہا جہاں پناہ میرا گناہ معاف کر دیجیئے، مجھے اپنے کیے کی سزا مل چکی ہے۔ اگر میں آئندہ کبھی چوری کروں تو مجھے دو بیویوں کا شوہر بنا دیجیے۔ جب چور نے اپنی بپتا سنائی تو بادشاہ اور درباری ہنسے، اور چور کو رہا کردیا۔ دوتی نے بتایا کہ دو سوکنوں کا ساتھ بہت برا ہوتا ہے۔ دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں۔ اگر حقیقی بہن بھی سوکن بن جائے تو وہ بھی زہریلے ناگ سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

مینا نے برہم ہوکر کہا میں سمجھتی تھی کہ تنہائی کی زندگی میں تو میرا ساتھ دے گی، اور میرے لیے مصیبت کے دن گوارہ ہو جائیں گے۔ لیکن تو میرے لیے ایک مستقل مصیبت بن گئی ہے۔ خدا کے سوا اور کوئی نہیں جو میری ہمت بندھائے۔ اے بڑھیا سن اگر آسمان سے سورج اور چاند

بھی آ کر مجھے آزمائیں تو میں انہیں اورك سے کم تر سمجھوں گی۔ سوکن کی مصیبت میرے لیے کوئی چیز نہیں۔ اگر چندا آئے تو میں اسکا سواگت کروں گی۔ اگر لورك کسی داسی کو بھی اپنا آئے تو میں اپنی جان داسی پر نثار کرنے کے لیے تیار رہوں گی۔ تمام عورتیں ایك طرح کی نہیں ہوتیں۔ تو نے ''اصیل عورت'' کو دیکھا ہی نہیں۔ سن تجھے میں ایك اصیل اور وفا شعار عورت کی کہانی سناتی ہوں۔

ایك باعصمت حسینہ کی کہانی وہ ایك غیر معمولی حسین وجمیل عورت تھی۔ اس کا شوہر جو کوئی لشکری تھا، اس پر جان نچھاور کرتا تھا۔ ایك بار شوہر کسی ضرورت سے سفر پر گیا۔ اس کا ایك پر خلوص دوست تھا جس پر اسے پوری طرح اعتماد تھا۔ جاتے ہوئے اس نے گھر کی دیکھ بھال اپنے دوست کے ذمہ کی، اور بیوی کو نصیحت کیا کہ تم اسے بیگانہ نہ سمجھو، اور اپنے حقیقی بھائی کی طرح اس سے پیش آؤ۔ حسینہ نے حقیقی بھائی کی طرح اس کی خدمت کی، لیکن اس بے وفا ساتھی نے ایك دن اپنے دوست کی بیوی سے کہا کہ اے شہری میں تیری محبت میں پھنسا جارہا ہوں۔ میرے حال پر رحم کر اور مجھے اپنے گلے لگا لے۔ اس کی یہ بات سن کر عورت کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرا

چھپا لیا، اور کہا تم میرے شوہر کے دوست ہو، میں تمہیں اپنا حقیقی بھائی سمجھتی ہوں - افسوس، شاید قیامت آپہنچی ھے، دنیا سے وفا کا نام و نشان مٹ گیا - اے عزیز تمھیں ایسی بے تمیز بات نہیں کرنی چاھئیے تھی - بے وفا دوست اس وقت تو شرمندہ ہوکر خاموش ھو رھا - کچھ روز تك گویا اس واقعہ کو بھلانے کی کوشش کی - پھر ایك دن حسینہ سے کہا کہ تم بہت دلگیر معلوم ھوتی ھو، شاید میرا دوست تمھیں یاد آرھا ھے - چلو ھم ایك ایسے باغ کی سیر کر آئیں جسے دیکھ کر تمھارے دل کا تکدر دھل جائے - مختلف باتوں سے فریب دے کر اس نے حسینہ کو چلنے پر آمادہ کیا، اور اسے ایك جنگل میں لے آیا - اس نے کہا کہ اگر تو نے میرا کہا مانا تو ٹھیك ھے، ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا - وفا شعار عورت نے کہا اگر تم مجھے قتل کردو تو جان جائے گی، لیکن کوئی برا بول تو مجھ پر نہ آنے پائے گا - عصمت و عفت کے مقابلے میں مال و دولت اور جان سب کچھ قربان کر دینے کے قابل ھے - اتفاق سے اسی وقت جنگل میں ایك طرف سے کوئی قافلہ آتا دکھائی دیا - یہ دیکھ کر بے وفا دوست نے عورت کو اپنے حال پر چھوڑا اور خود بھاگ کھڑا ھوا - یہ ایك تاجر کا قافلہ تھا - تاجر نے اس مصیبت زدہ عورت سے اس کا حال پوچھا، اور

سوکنوں کی رقابت کسی شہر میں ایک سپاہی رہتا تھا جسکی دو بیویاں تھیں - پہلی بیوی بالائی منزل پر رہتی تھی، اور دوسری جو عمر میں چھوٹی تھی اور شوہر کی چہیتی، نچلی منزل میں - ایک رات سپاہی رات کے پہرے پر گیا - رات کے اندھیرے میں موقع پا کر ایک چور سپاہی کے گھر میں داخل ہوا، اور سیڑھیوں پر چڑھنے لگا - سیڑھیوں پر اس کے قدموں کی آہٹ سن کر نچلی منزل میں رہنے والی بیوی بیدار ہوئی - اس نے خیال کیا کہ شاید شوہر اسکی سوکن کے ہاں جانا چاہتا ہے، اس نے دوڑ کر اس کے پاؤں پکڑ لیے - اسی دوران میں پہلی بیوی نے جب آہٹ سُنی تو وہ بھی دوڑتی ہوئی سیڑھیوں پر آپہنچی اور شوہر پر اپنا حق جتاتے ہوئے، اسکے سر کے بال مضبوطی سے تھام لیے اور اسے اوپر کو کھینچنے لگی - اس نے دوسری بیوی سے مخاطب ہوکر کہا، اتنے دن وہ تیرے ساتھ رہا - شاید ابھی تک تیری آنکھیں سیر نہیں ہوئیں - ایک مدت کے بعد وہ مجھ پر مہربان ہے، اے بے شرم چھوڑ، اسے اوپر آنے دے، دوسری نے کہا میں اسے ہرگز نہ چھوڑوں گی - اگر وہ اوپر جائے تو اسکے پاؤں توڑ دوں گی - اسطرح دونوں نے مل کر چور کو مخالف سمتوں میں کھینچنا شروع کیا - اس کشمکش میں چور کی جان لبوں پر آ گئی - دونوں نے مل کر

اسے اتنا آزار پہچایا کہ اس نے دل ھی دل میں آئندہ سے
چوری کرنے سے توبہ کرلی - ایسے میں سپاھی رات کے
پہرے سے فارغ ھو کر، گھر میں داخل ھوا - عورتوں نے
جب شوھر کو باھر سے آتے دیکھا تو حیرت زدہ ھو کر
بھاگ کھڑی ھوئیں، اور چور بے حال ھو کر گر پڑا -
سپاھی نے چور کی مشکیں کسیں، اور صبح کو اسے بادشاہ کے
دربار میں پیش کیا - بادشاہ نے چور کو قتل کرنے کا حکم دیا -
چور نے کہا جہاں پناہ میرا گناہ معاف کر دیجیئے، مجھے
اپنے کیے کی سزا مل چکی ھے - اگر میں آئندہ کبھی چوری
کروں تو مجھے دو بیویوں کا شوھر بنا دیجیے - جب چور نے
اپنی بپتا سنائی تو بادشاہ اور درباری ھنسے، اور چور کو
رھا کر دیا - دونی نے بتایا کہ دو سوکنوں کا ساتھ بہت برا
ھوتا ھے - دو تلواریں ایک نیام میں نہیں سما سکتیں - اگر
حقیقی بہن بھی سوکن بن جائے تو وہ بھی زھریلے ناگ سے
زیادہ خطرناک ھوتی ھے -

میںا نے برھم ھو کر کہا میں سمجھتی تھی کہ تنہائی کی
زندگی میں تو میرا ساتھ دے گی، اور میرے لیے مصیبت کے
دن گوارہ ھو جائیں گے - لیکن تو میرے لیے ایک مستقل
مصیبت بن گئی ھے - خدا کے سوا اور کوئی نہیں جو میری
ھمت بندھائے - اے بڑھیا سن اگر آسمان سے سورج اور چاند

بھی آکر مجھے آزمائیں تو میں انہیں اورك سے کم تر سمجھوں گی۔ سوکن کی مصیبت میرے لیے کوئی چیز نہیں۔ اگر چندا آئے تو میں اسکا سواگت کروں گی۔ اگر اورك کسی داسی کو بھی اپنا آئے تو میں اپنی جان داسی پر نثار کرنے کے لیے تیار رھوں گی۔ تمام عورتیں ایك طرح کی نہیں ھوتیں۔ تو نے ”اَصیل عورت“ کو دیکھا ھی نہیں۔ سن تجھے میں ایك اصیل اور وفا شعار عورت کی کہانی سناتی ھوں۔

ایك باعصمت حسینہ کی کہانی| وہ ایك غیر معمولی حسین وجمیل عورت تھی۔ اس کا شوھر جو کوئی لشکری تھا، اس پر جان نچھاور کرتا تھا۔ ایك بار شوھر کسی ضرورت سے سفر پر گیا۔ اس کا ایك پر خلوص دوست تھا جس پر اسے پوری طرح اعتماد تھا۔ جاتے ھوئے اس نے گھر کی دیکھ بھال اپنے دوست کے ذمہ کی، اور بیوی کو نصیحت کیا کہ تم اسے بیگانہ نہ سمجھو، اور اپنے حقیقی بھائی کی طرح اس سے پیش آؤ۔ حسینہ نے حقیقی بھائی کی طرح اس کی خدمت کی، لیکن اس بے وفا ساتھی نے ایك دن اپنے دوست کی بیوی سے کہا کہ اے شہری میں تیری محبت میں پھسکا جارھا ھوں۔ میرے حال پر رحم کر اور مجھے اپنے گلے لگا لے۔ اس کی یہ بات سن کر عورت کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے دونوں ھاتھوں سے اپنا چھرا

چھپا لیا، اور کہا تم میرے شوھر کے دوست ھو، میں تمہیں
اپنا حقیقی بھائی سمجھتی ھوں ۔ افسوس، شاید قیامت آپہنچی
ھے، دنیا سے وفا کا نام و نشان مٹ گیا ۔ اے عزیز تمہیں
ایسی بے تمیز بات نہیں کرنی چاھئیے تھی ۔ بے وفا دوست
اس وقت تو شرمندہ ھوکر خاموش ھو رھا ۔ کچھ روز تك
گویا اس واقعہ کو بھلانے کی کوشش کی ۔ پھر ایك دن
حسینہ سے کہا کہ تم بہت دلگیر معلوم ھوتی ھو، شاید میرا
دوست تمھیں یاد آرھا ھے ۔ چلو ھم ایك ایسے باغ کی سیر
کر آئیں جسے دیکھ کر تمہارے دل کا تکدر دھل جائے ۔
مختلف باتوں سے فریب دے کر اس نے حسینہ کو چلنے پر
آمادہ کیا، اور اسے ایك جنگل میں لے آیا ۔ اس نے کہا
کہ اگر تو نے میرا کہا مانا تو ٹھیك ھے، ورنہ میں تجھے
قتل کر دوں گا ۔ وفا شعار عورت نے کہا اگر تم مجھے قتل
کردو تو جان جائے گی، لیکن کوئی برا بول تو مجھ پر نہ آنے
پائے گا ۔ عصمت و عفت کے مقابلے میں مال و دولت اور
جان سب کچھ قربان کر دینے کے قابل ھے ۔ اتفاق سے اسی
وقت جنگل میں ایك طرف سے کوئی قافلہ آتا دکھائی دیا ۔
یہ دیکھ کر بے وفا دوست نے عورت کو اپنے حال پر چھوڑا
اور خود بھاگ کھڑا ھوا ۔ یہ ایك تاجر کا قافلہ تھا ۔ تاجر
نے اس مصیبت زدہ عورت سے اس کا حال پوچھا، اور

اس کے حال پر رحم کھا کر کہا، میرے کوئی بیٹا یا بیٹی
نہیں ہے، میں تجھے اپنی بیٹی کی طرح رکھوں گا۔ اسے
پالکی میں بٹھا کر وہ اپنے ساتھ لے چلا۔ اور گھر پہنچ کر
اسے اپنی بیوی کے سپرد کیا۔ کچھ عرصے بعد اتفاق سے تاجر
کو ایك لڑکا تولد ہوا۔ بچے کی پرورش اور دیکھ بھال
اس نے اس عورت کے تفویض کی۔ لیکن یہاں آسمان نے
اس پر ایك اور ستم توڑا۔ اس تاجر کے گھر میں ایك غلام
تھا۔ وہ اس غمزدہ حسینہ پر فریفتہ ہوگیا؛ اور ایك دن
اس سے کہا کہ ہم تم ایك ساتھ رہتے ہیں، کیوں نہ ہم
دونوں مل کر راحت کی زندگی گزاریں۔ جب حسینہ نے
غلام کی بات ماننے سے انکار کیا تو اس نے کہا میں کسی
ناگہانی مصیبت میں تمہیں مبتلا کردوں گا۔ چنانچہ موقع پا کر ایك
رات وہ اس جگہ پہنچا جہاں یہ حسینہ تاجر کے بچے کو
اپنی آغوش میں لیے سو رہی تھی۔ غلام نے بچے کا پیٹ
چاك کردیا، اور عورت کے ہاتھوں کو خون سے آلودہ
کرکے، خود اس واقعہ سے ایسا بے تعلق ہوگیا گویا کچھ
جانتا ہی نہ تھا۔ صبح ہوئی تو تاجر کو یقین نہ آیا کہ یہ
کام اس مصیبت زدہ عورت نے کیا ہوگا۔ تاہم اس نے کچھ
روپیہ دے کر اس عورت کو اپنے گھر سے چلتا کردیا۔

مصیبت زدہ حسینہ آھیں بھرتی ھوئی وھاں سے نکل کھڑی ھوئی ۔ راستے میں ایک جگہ اس نے دیکھا کہ لوگ کسی شخص کو جس پر چوری کا الزام تھا قتل کرنے لے جا رھے تھے ۔ اس نے اپنے ھاں سے روپیہ ادا کرکے اسکی جان بچائی ۔ چور نے اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا ، اور اس احسان کے بدلے میں اسی کی خدمت میں رھنے کی تمنا ظاھر کی ۔ لیکن ایک رات اس نے بھی حسینہ کو ورغلانے کی کوشش کی ۔ چور کے یہ ڈھنگ دیکھ کر اسی رات حسینہ چپکے سے اس سے علحدہ ھوگئی ، اور کسی خالی دوکان میں جا کر سورھی ۔ صبح کو چور اسے ڈھونڈتا ھوا وھاں آ پہنچا ۔ اور شور مچانا شروع کیا کہ یہ میری زر خرید لونڈی ھے جو فرار ھوگئی تھی ۔ پھر اس نے ایک تاجر کے ھاتھ اسے فروخت کردیا ، اور چلتا بنا ۔

تاجر اس حسینہ کو خریدنے کے بعد اپنے مال و اسباب کے ساتھ جہاز پر روانہ ھوا ۔ پاک دامن عورت نے دل میں سوچا آج تو میری ساری کوششیں ضائع ھو گئیں ، اور میں اس کی زر خرید لونڈی ھو گئی ۔ رات کو تاجر نے اس سے خواھش کی کہ وہ اسکے پاؤں دابے ۔ لیکن جیسے ھی وہ اس کے قریب پہنچی ۔ تاجر کی روح اچانک پرواز کر گئی ۔ صبح کو اس نے دیکھا کہ جہاز کے

دوسرے لوگ بھی مر چکے ھیں ، اور جہاز کسی شہر کے کنارے آ لگا ھے۔ عورت نے مردانه لباس پہنا، سوداگروں کا سا عمامه سر پر باندھا، اور جہاز کا سامان لے کر شہر میں پہنچی۔ پھر اس نے ایك بڑی دوکان کھولی۔ ایك محل تعمیر کروایا، اور آرام کی زندگی بسر کرنے لگی۔ عصمت شعاری، تقدس اور روحانی پاکیزگی کی بدولت قدرت نے اسکی آنکھوں میں ایسی روحانی طاقت پیدا کر دی تھی که اگر وہ کسی مریض کو نگاہ بھر کر دیکھ لیتی تو وہ شفا پاجاتا۔ دور دور تك اس کی کرامت کا چرچا ھونے لگا۔

ایك عرصه بعد جب اس عورت کا شوھر اپنے گھر لوٹا تو اس نے اپنے دوست کو کوڑھ میں مبتلا پایا۔ اس نے بتایا که مجھے اس حال میں دیکھ کر تمہاری بیوی کہیں چلی گئی۔ لشکری نے بیوی کی بے وفائی پر افسوس کیا اور کہا که آتے ھوئے اس نے کسی شہر میں ایك تاجر کی کرامت کا چرچا سنا ھے۔ چنانچه اپنے مریض دوست کو ڈولی میں بٹھا کر وہ اس شہر کی طرف چل پڑا۔ راستے میں اسے تاجر کا غلام، اور وہ چور بھی ملے، جنھوں نے اس حسینه کے ساتھ دغا بازی کی تھی۔ یه دونوں بھی کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھے۔ لشکری نے انہیں بھی همراہ لیا،

اور سوداگر کے محل پر پہنچا۔ ڈولیوں کو دیکھ کر عورت نے ان سب کو پہچانا۔ پھر لشکری کی موجودگی میں اس نے ایک پردے کے پیچھے سے یکے بعد دیگرے ہر مریض سے پوچھا کہ وہ اس مصیبت میں کیوں مبتلا ہوا ھے، صاف صاف خود بتا دے، تو اس کا علاج ممکن ھے، ورنہ وہ سخت تر مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے گا۔ تینوں نے تفصیل کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اعتراف جرم کے بعد اس نے تینوں کو اپنی شفا بخش آنکھوں کی جھلک دکھائی اور وہ صحتیاب ہو گئے۔ اس کے بعد عورت نے زنانہ لباس پہنا اور لشکری سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ پھر اپنی ساری بپتا اسے سنائی۔ لشکری نے اپنی بیوی کو پہچانا اور اس کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے تینوں مجرموں کو آزاد کر دیا، اور از سر نو پر مسرت زندگی کا آغاز کیا۔

یہ قصہ سنا کر مینا نے کہا کہ خدا جب بچھڑوں کو ملانا چاھتا ھے تو وہ خود سارے سامان فراھم کر دیتا ھے۔ مجھے یقین ھے کہ میرا سر تاج اورنگ بھی ایک روز مجھ سے آ ملے گا۔ اس نے دلالہ کی باتیں سننے سے انکار کر دیا۔ اور دوتی مایوس ہو کر وھاں سے نکل کھڑی ہوئی۔

دوتی کی ان کوششوں میں چھ مہینے گزر گئے

اس کے حال پر رحم کھا کر کہا، میرے کوئی بیٹا یا بیٹی نہیں ہے، میں تجھے اپنی بیٹی کی طرح رکھوں گا۔ اسے پالکی میں بٹھا کر وہ اپنے ساتھ لے چلا۔ اور گھر پہنچ کر اسے اپنی بیوی کے سپرد کیا۔ کچھ عرصے بعد اتفاق سے تاجر کو ایک لڑکا تولد ہوا۔ بچے کی پرورش اور دیکھ بھال اس نے اس عورت کے تفویض کی۔ لیکن یہاں آسمان نے اس پر ایک اور ستم توڑا۔ اس تاجر کے گھر میں ایک غلام تھا۔ وہ اس غمزدہ حسینہ پر فریفتہ ہوگیا؛ اور ایک دن اس سے کہا کہ ہم تم ایک ساتھ رہتے ہیں، کیوں نہ ہم دونوں مل کر راحت کی زندگی گزاریں۔ جب حسینہ نے غلام کی بات ماننے سے انکار کیا تو اس نے کہا میں کسی ناگہانی مصیبت میں تمہیں مبتلا کردوں گا۔ چنانچہ موقع پا کر ایک رات وہ اس جگہ پہنچا جہاں یہ حسینہ تاجر کے بچے کو اپنی آغوش میں لیے سو رہی تھی۔ غلام نے بچے کا پیٹ چاک کردیا، اور عورت کے ہاتھوں کو خون سے آلودہ کرکے، خود اس واقعہ سے ایسا بے تعلق ہوگیا گویا کچھ جانتا ہی نہ تھا۔ صبح ہوئی تو تاجر کو یقین نہ آیا کہ یہ کام اس مصیبت زدہ عورت نے کیا ہوگا۔ تاہم اس نے کچھ روپیہ دے کر اس عورت کو اپنے گھر سے چلتا کردیا۔

مصیبت زدہ حسینہ آھیں بھری ھوئی وھاں سے نکل کھڑی ھوئی - راستے میں ایك جگہ اس نے دیکھا کہ لوگ کسی شخص کو جس پر چوری کا الزام تھا قتل کرنے لے جا رھے تھے - اس نے اپنے ھاں سے روپیہ ادا کرکے اسکی جان بچائی - چور نے اس کے احسان کا شکریہ ادا کیا ، اور اس احسان کے بدلے میں اسی کی خدمت میں رھنے کی تمنا ظاھر کی - لیکن ایك رات اس نے بھی حسینہ کو ورغلانے کی کوشش کی - چور کے یہ ڈھنگ دیکھ کر اسی رات حسینہ چپکے سے اس سے علحدہ ھوگئی ، اور کسی خالی دوکان میں جاکر سورھی - صبح کو چور اسے ڈھونڈتا ھوا وھاں آ پہنچا - اور شور مچانا شروع کیا کہ یہ میری زر خرید لونڈی ھے جو فرار ھوگئی تھی - پھر اس نے ایك تاجر کے ھاتھ اسے فروخت کردیا ، اور چلتا بنا -

تاجر اس حسینہ کو خریدنے کے بعد اپنے مال و اسباب کے ساتھ جہاز پر روانہ ھوا - پاك دامن عورت نے دل میں سوچا آج تو میری ساری کوششیں ضائع ھو گئیں ، اور میں اس کی زر خرید لونڈی ھو گئی - رات کو تاجر نے اس سے خواھش کی کہ وہ اسکے پاؤں دابے - لیکن جیسے ھی وہ اس کے قریب پہنچی - تاجر کی روح اچانك پرواز کر گئی - صبح کو اس نے دیکھا کہ جہاز کے

دوسرے لوگ بھی مر چکے ہیں ، اور جہاز کسی شہر
کے کنارے آ لگا ہے ۔ عورت نے مردانہ لباس پہنا ،
سوداگروں کا سا عمامہ سر پر باندھا ، اور جہاز کا سامان
لے کر شہر میں پہنچی ۔ پھر اس نے ایک بڑی دوکان
کھولی ۔ ایک محل تعمیر کروایا ، اور آرام کی زندگی بسر
کرنے لگی ۔ عصمت شعاری ، تقدس اور روحانی پاکیزگی
کی بدولت قدرت نے اسکی آنکھوں میں ایسی روحانی
طاقت پیدا کر دی تھی کہ اگر وہ کسی مریض کو نگاہ
بھر کر دیکھ لیتی تو وہ شفا پاجاتا ۔ دور دور تک اس کی
کرامت کا چرچا ہونے لگا ۔

ایک عرصہ بعد جب اس عورت کا شوہر اپنے گھر
لوٹا تو اس نے اپنے دوست کو کوڑ میں مبتلا پایا ۔ اس نے
بتایا کہ مجھے اس حال میں دیکھ کر تمہاری بیوی کہیں چلی گئی ۔
لشکری نے بیوی کی بے وفائی پر افسوس کیا اور کہا کہ
آتے ہوئے اس نے کسی شہر میں ایک تاجر کی کرامت
کا چرچا سنا ہے ۔ چنانچہ اپنے مریض دوست کو ڈولی
میں بٹھا کر وہ اس شہر کی طرف چل پڑا ۔ راستے میں
اسے تاجر کا غلام ، اور وہ چور بھی ملے ، جنھوں نے
اس حسینہ کے ساتھ دغا بازی کی تھی ۔ یہ دونوں بھی کوڑ
کے مرض میں مبتلا تھے ۔ لشکری نے انہیں بھی ہمراہ لیا ،

اور سوداگر کے محل پر پہنچا۔ ڈولیوں کو دیکھ کر عورت نے ان سب کو پہچانا۔ پھر لشکری کی موجودگی میں اس نے ایک پردے کے پیچھے سے یکے بعد دیگرے ہر مریض سے پوچھا کہ وہ اس مصیبت میں کیوں مبتلا ہوا ہے، صاف صاف خود بتا دے، تو اس کا علاج ممکن ہے، ورنہ وہ سخت تر مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے گا۔ تینوں نے تفصیل کے ساتھ اپنے جرم کا اعتراف کیا۔ اعتراف جرم کے بعد اس نے تینوں کو اپنی شفا بخش آنکھوں کی جھلک دکھائی اور وہ صحتیاب ہو گئے۔ اس کے بعد عورت نے زنانہ لباس پہنا اور لشکری سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ پھر اپنی ساری بپتا اسے سنائی۔ لشکری نے اپنی بیوی کو پہچانا اور اس کے قدموں پر گر پڑا۔ انہوں نے تینوں مجرموں کو آزاد کر دیا، اور از سر نو پر مسرت زندگی کا آغاز کیا۔

یہ قصہ سنا کر مینا نے کہا کہ خدا جب بچھڑوں کو ملانا چاہتا ہے تو وہ خود سارے سامان فراہم کر دیتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرا سر تاج لورک بھی ایک روز مجھ سے آ ملے گا۔ اس نے دلالہ کی باتیں سننے سے انکار کر دیا۔ اور دوتی مایوس ہو کر وہاں سے نکل کھڑی ہوئی۔

دوتی کی ان کوششوں میں چھ مہینے گزر گئے

وہ بادشاہ کے دربار میں گئی، اپنی کوششوں کی تفصیل سنائی، اور اپنی ناکامی کا اعتراف کیا۔ بادشاہ نے کہا تو ایک بار اور کوشش کر دیکھ۔ میں خود بھی ساتھ آؤں گا۔ غرض ایک رات دوتی بادشاہ کے ساتھ مینا کے گھر پہنچی۔ بادشاہ کسی گوشے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ دوتی آہ و زاری کرتی ہوئی مینا کے گھر میں داخل ہوئی اور کہا کہ میں تو تیری باتوں سے ناراض ہو کر چلی گئی تھی، لیکن پھر دودھ کے رشتے نے جوش مارا، کہ تو بچی کی باتوں کا برا مانتی ہے، اور تو نے کس طرح اسے تنہا چھوڑ دیا۔ مینا نے کہا میں تجھے اسی وقت پسند کر دوں گی جب کہ تو دوبارہ اپنی کہانی شروع نہ کرے۔ دوتی نے کہا تیری مصیبت مجھ سے دیکھی نہیں جاتی۔ میں تجھے آرام و آسائش کی زندگی گزارتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ وقت بیت جائے تو انسان ہاتھ ملتا رہ جاتا ہے۔ تو نے شاید یہ قصہ نہیں سنا۔

بد خصلت عورت کی کہانی: شہر میں تجھ جیسی ایک بے ڈھنگی ستونت عورت رہتی تھی۔ کسی مرد نے دوتی کے ذریعہ اسے پیام محبت بھیجا۔ دوتی نے ہر طرح کی کوشش کی، لیکن وہ رضا مند نہ ہوئی۔ کچھ دن بعد ایک

روز جب وہ اپنے شوہر سے ملنے کے لیے مکان کی
بالائی منزل پر گئی، تو دیکھا کہ اس کا شوہر کسی اور
حسینہ کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے۔ عورت برہم ہو کر
چپکے سے واپس چلی آئی۔ پھر اس نے دوتی کو بلا بھیجا،
اور کہا کہ تو نے مجھے جس شخص کا پیام محبت سنایا تھا،
میں اسے ایک نظر دیکھ لوں تو قبول کر لوں گی۔ دوتی
نے یہ خوش خبری اس مرد کو سنائی۔ لیکن اس نے
جواب دیا اب میرے دل میں اس کے لیے کوئی دلکشی
باقی نہیں رہی۔ پھول باسی ہو جائیں تو کوئی انہیں سر میں
نہیں لگاتا۔ سوکھے تاڑ پھل کسی کام نہیں آتے۔ ہر چیز
کی قدر و قیمت کا ایک وقت ہوتا ہے۔ میں یہ قصہ تجھے
اس لیے سنا رہی ہوں تاکہ تجھے بھی اس بے ڈھنگی
ستونت عورت کی طرح مایوس نہ ہونا پڑے۔

فراق زدہ ستونتی کی حکایت مینا نے کہا تو حو جس عورت
کو ستونت کہتی ہے، وہ بد خصلت عورت تھی۔ میری
مثال اس سے مختلف ہے۔ میں اس ستونت عورت کی طرح
ہوں جس کو نصوحا (نصوح ؟) نے محبت کا پیام بھیجا
تھا۔ اس ستونت عورت کا شوہر بھی اسے چھوڑ کر چلا
گیا تھا، اور وہ مصیبت کے دن کاٹ رہی تھی۔ نصوحا
نے لالچ دے کر ایک دوتی کو اس کے پاس بھیجا۔ دوتی

نے دیکھا کہ وہ حسینہ تو بس زار و قطار روتی رہتی ھے ،
اور کسی سے بات کرنا بھی گوارہ نہیں کرتی ۔ اس نے
بادشاہ سے آکر کہا کہ میں ایسی دیوانی کو کیا سمجھاؤں ۔
بادشاہ نے کہا ، بزور ھی سہی ، اسے لے آ ، ورنہ میں تجھے
قتل کردوں گا ۔ دوتی جب دوبارہ وھاں پہنچی تو اس نے
دیکھا کہ یہ ستونت عورت خدا کو پیاری ھوچکی ھے ۔ ضدی
بادشاہ نے اس کی لاش منگوا بھیجی ، لیکن غیب کی آواز
نے اسے بر وقت متنبہ کیا ، اور اس نے نادم ھو کر اپنے دل
میں توبہ کی ۔

جب دوتی نے پھر اپنی پر مکر باتوں سے مینا کے
جذبات کو جگانے کی کوشش کی ، تو مینا نے کہا تو مجھے
مجبور کرتی ھے کہ میں دوسرے مردوں سے ربط پیدا کروں ،
یہ تو بتا کیا خود تو نے بھی یہی کیا ھے ۔ بڑھیا نے جواب
دیا کہ ھاں کم سنی میں دوچار ، اور جوانی میں آٹھ دس سے
میرا ربط تھا ۔ اب تو بوڑھی ھو چکی ھوں ، لیکن امنگوں
کی وہ زندگی اب بھی یاد آتی ھے ۔ مینا نے مسکرا کر
کہا اگر میں نے تیرا دودھ پیا ھوتا ، تو میرا دل بھی تیری
باتوں سے کسی نہ کسی طرح پسیج گیا ھوتا ۔ مجھے یقین
ھے کہ میری ماں نے مجھے تیرا دودھ نہیں پلایا ھوگا ۔ اچھے
ماں باپ جانتے ھیں کہ بچوں کے تعلق سے چار فرائض ان

پر عاید ہوتے ہیں ۔ اول تو یہ کہ انہیں کسی نیک عورت کا دودھ پلائیں ۔ دوسرے یہ کہ انہیں شریفوں کی صحبت میں رکھیں ۔ انہیں حق کی بات سکھائیں ۔ چوتھے ، انہیں ادب ولحاظ کے برتاؤ کی تعلیم دیں ۔ مینا نے دوتی پر برھم ہوتے ہوئے کہا کہ تو اور تیرا بادشاہ دونوں مل کر مجھے تباہی کے غار میں ڈھکیلنا چاہتے ہیں ۔ لیکن میری آہ میں اتنی تاثیر ہے کہ وہ تجھے اور تیرے بادشاہ دونوں کو جلا کر بھسم کر دے گی ۔

مینا کی یہ باتیں سن کر بادشاہ متاثر ہوا ۔ وہ مکان کے گوشہ سے باہر نکل آیا ، مینا کی عصمت و عفت کی داد دی اور اپنے قصور کی معافی کا خواستگار ہوا ۔ پھر بادشاہ نے ایک فرمان بھیج کر لورك اور چندا کو بلوایا ۔ اور لورك کو مینا سے ملا دیا ۔ اپنی بیٹی کو اس نے سنگسار کرنے کا حکم دیا ، اور دوتی کا سر مونڈا کر ، اسے گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھمانے کا حکم دیا ۔

قصے کا ماخذ

مینا ستونتی کے قصہ کے ماخذ پر خود غواصی نے ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے :

رسالہ اتھا فارسی یو اول کیا نظم دکنی ستے بے بدل

اس فارسی رسالہ کا ذکر خود مثنوی میں ملتا ہے ، اور نہ

متعلقہ مخطوطات کی توضیحی فہرستوں میں ۔ راقم نے اس سلسلے میں جو معلومات فراہم کی ھیں ، وہ حسب ذیل ھیں ۔

میںا ستونتی کا قصہ ھندوستانی اصل کی ایك قدیم پریم کتھا پر مبنی ھے ، جو عہد وسطی میں شمالی ھند کے مختلف علاقوں میں نہایت مقبول تھی ۔ پھر نا معلوم اسباب کی بنا پر یہ لوك کہانی ایك طویل عرصہ تك طاق نسیاں کی نذر ھوگئی ۔ شاید آج سے پندرہ سولہ برس پہلے تك چودھویں صدی کے مولانا داؤد کی " چنداین " ، اور سولھویں صدی کے میاں سادھن کی " میناست " جو قدیم اودھی بھاشا کی عشقیہ داستانیں ھیں ، علمی دنیا کے لیے پردۂ تاریکی میں تھیں ۔ ان منظوم کہانیوں کے قدیم اور نا مکمل نسخے جو فارسی رسم الخط میں تھے ، منیر شریف پٹنہ کی خانقاہ میں ملے ، اور جناب سید حسن عسکری نے پہلی بار ان پر Current Studies, Patna اور Bihar Research Journal میں دو طویل انگریزی مقالے شائع کیے ۔ پھر ھندی داں طبقہ کی توجہ اسکی طرف مبذول ھوئی ، اور مختلف عالموں اور محققوں نے اس خصوص میں تحقیق وجستجو کا آغاز کیا ۔ لاھور کے آرکیوز سے چنداین کے با تصویر اجزا دستیاب ھوئے ۔ راجستان اور یو ۔ پی میں بھی چنداین کے دو نسخوں کا پتہ چلا ، جو ناگری رسم الخط میں تھے ۔ بنارس کے " کالا بھون " ، اور بمئی کے میوزیم میں بھی چنداین کے با تصویر اجزاء موجود ھیں ۔ پھر میاں سادھن کی

"میناست"، گوالیار سے شائع ہوئی ۔ اور مولانا داؤد کی "چنداین" کو ابھی چند ماہ قبل ڈاکٹر پرمیشوری لال گپتا نے، جو پٹنہ آرکیوز کے ڈائرکٹر ہیں، ایڈٹ کر کے ایك عالمانہ مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے ۔

"چنداین" اور "میناست" اصل میں ایك ہی طویل لوك کہانی کے دو رخ ہیں ۔ چنداین، شہزادی چندا، اور لورك کی داستان محبت ہے ۔ لورك کے چندا کے ساتھ فرار ہو جانے کے بعد، اس کی فراق زدہ بیوی میناپر جو بیتی، اسکی داستان میناست میں بیان کی گئی ہے ۔

گذشتہ چند برسوں میں ہندوستان کی اس مقبول عوامی کہانی کی ایك سے زائد ادبی شکلوں کی بازیافت عمل میں آئی ہے، جن میں قدیم ہندی بھاشا میں داؤد کی چنداین، اور میاں سادھن کی میناست، بنگالی میں دولت قاضی کی "ستی مینا واور چندرانی" اور فارسی میں حمیدی کا "عصمت نامہ" خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔ چونکہ غواصی کی مثنوی کا قصہ بنیادی طور پر انہیں لوك کہانیوں پر مبنی ہے، جو جزوی اختلافات کے ساتھ، خود غواصی کے عہد میں اور اس سے قبل، ہندوستان کے ایك وسیع علاقے میں بکھری ہوئی تھیں، اسلیے ذیل میں اس مقبول عوامی کہانی کی ادبی شکلوں کا سرسری جائزہ پیش کیا گیا ہے، تاکہ غواصی کی مثنوی کے ابتدائی سرچشمہ پر روشنی پڑسکے ۔

"چنداین" | لورك چندا اور مینا ستونتی کے گروپ کی
پریم کتھاؤں کی قدیم ترین ادبی شکل جو ابھی تك دریافت
ہوئی ھے، مولانا داؤد کی "چنداین" ھے، حس کا شمار
اب هندی کے ابتدائی ادب پاروں میں ہونے لگا ھے۔
چنداین کے متعلق جناب سید حسن عسکری لکھتے ھیں:

"یہ ایك طویل منظوم پریم کتھا ھے، جسے مولانا داؤد
نے جو شاید یو۔پی کے مقام دالمؤ کے رھنے والے تھے،
وھاں کی مقامی بولی، اودھی میں ایك قدیم لوك گیت کو
ماخذ قرار دے کر سنه ۷۸۹ ھ میں تصنیف کیا۔ اور اسے
فیروز شاہ تغلق سلطان دھلی کے وزیر، جہاں شاہ، پسر خان جہاں
مقبول، کے سامنے پیش کیا"[۱]۔

عہد وسطی میں شمالی ھند میں چنداین کی عشقیہ
کہانی کی غیر معمولی مقبولیت کا اندازہ، عہد اکبری کے
مشہور مورخ ملا عبدالقادر بدایونی کے بیان سے بھی
ہوتا ھے۔ بدایونی منتخب التواریخ میں لکھتا ھے:

"سنه ۷۷۲ ھ میں خان جہاں وزیر نے وفات پائی،
اور اس کے بیٹے جونا شاہ کو بھی یہی خطاب عطا ھوا۔
مولانا داؤد نے مثنوی "چنداین" ھندی زبان میں لورك
اور چندا کے عشق کے بیان میں، اس کے نام پر لکھی ھے۔

---

(۱) معاصر، پٹنہ، شمارہ ۱۶، سنه ۱۹۶۰ ء۔

یہ مثنوی نہایت ذوق و شوق کی کتاب ہے، اور مخدوم شیخ تقی الدین واعظ اس کے بعض اشعار، دھلی میں منبر پر پڑھا کرتے تھے۔ لوگوں پر اس کے سننے سے بہت وجد وحال طاری ھوا کرتا تھا۔ کسی فاضل نے شیخ ممدوح سے پوچھا تھا کہ اس ھندی مثنوی کے منبر پر پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے حواب دیا کہ اس کے مضامین اور حیالات، اھل تصوف کے اقوال اور آیات قرآنی کے مطابق ھیں۔ ھندی اویئے اس مثنوی کو بڑے مزے سے گایا کرتے ھیں''۔[۱]

ڈاکٹر پرمیشوری لال گپتا نے حال میں چنداین کا حو نسخه مرتب کرکے شائع کیا ہے، یہ جملہ ۴۰۲ بندوں پر مشتمل ہے۔ ھر بند میں بارہ چرن یا مصرعے ھیں۔ بند کی ابتدائی پانچ اردھالیاں یا اشعار ایك ھی میٹر میں ھیں، اور ھر شعر کے دونوں مصرعوں میں قافیہ کا التزام رکھا گیا ہے۔ ھر بند کے آخری دو مصرعے مختلف میٹر میں ھیں، حو نسبتاً طویل ہے۔ ڈاکٹر گپتا کے مطابق شاعر نے اپبھرنش میٹر استعمال کیے ھیں۔ شاعر کے متعلق سوائے اس کے اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ وہ دالمؤ کے رھنے والے تھے اور

---

(۱) ملا عبد القادر بدایونی، منتخب التواریخ، ترجمۂ احشام الدین، ص ۹۰۔

فیروز شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۷۹ ہجری (سنہ ۱۳۸۷ء) میں انہوں نے یہ قصہ نظم کیا۔ دالمؤ، یا ڈالمؤ، اتر پردیش کے ضلع رائے بریلی کا قصبہ ہے۔ اور بریلی سے ٤٤ میل دور، اور کانپور سے ٦١ میل کے فاصلے پر ریلوے جنکشن ہے۔ یہاں دریائے گنگا کے کنارے کچھ بلندی پر ایک قلعہ کے کھنڈر اب بھی موجود ہیں۔ داؤد کی شخصیت اور مثنوی چنداین کے سنہ تصنیف پر، خود شاعر کے اس بیان سے روشنی پڑتی ہے۔

برس سات سئے ہوے اناسی
تھیا یہ کبئی سر سئے بھاسی
ساہ پھیروج دلی سرطانا
جونا شا اوجیر بکھانا
دلمؤنگر بسے نورنگا
اوپر کوٹ تلے بہی گنگا

(یعنی سنہ ۷۷۹ میں شاعر نے یہ قصہ نظم کیا۔ فیروز شاہ دلی کا سلطان تھا، اور وزیر جونا شاہ تھا۔ دلمؤنگر ایک خوبصورت شہر اس طرح آباد تھا کہ اوپر اس کے قلعہ تھا، نیچے دریائے گنگا بہتی تھی)

ذیل میں چنداین کے قصے کا قدرے تفصیلی خاکہ پیش کیا گیا ہے، تا کہ مینا ستونتی کی عشقیہ داستان کے

دوسرے رخ ، یعنی لورك اور چندا کی داستان محبت پر بھی روشنی پڑسکیے۔ ایسا معلوم ہوتا ھے کہ لورك ، چندا اور مینا کی پریم کتھا کی مختلف ادبی شکلیں ایك طویل کہانی کے مختلف اجزا کو اپنا موضوع قرار دیتی ھیں۔ پھر یہ کہانی جزوی اختلافات کے ساتھ، مختلف علاقوں میں ایك نئے رنگ روپ میں جلوہ گر ھوتی ھے۔

چنداین کا قصہ سہدیو رائے مہر ، گوور نگر کا راجہ تھا۔ اس کے ۸٤ رانیاں تھیں۔ ان میں پھول رانی راجہ کی چہیتی تھی۔ رانی کے بطن سے شہزادی چاند نے جنم لیا۔ بچپن ناز و نعمت میں بسر ھوا۔ ابھی چار برس ھی کی تھی کہ راجہ جیت نے اپنے بیٹے باون سے چاند کے بیاہ کا پیام بھیجا۔ نسبت طے پائی اور دھوم دھام سے شادی رچائی گئی۔ شادی کو بارہ برس گزر گئے، چاند نے شباب میں قدم رکھا لیکن اس کا شوھر اسکی طرف مائل نہیں ھوا۔ بالآخر چاند کے والدین نے آدمی بھیج کر اسے اپنے ھاں بلوالیا۔

میکے آنے کے بعد چاند اپنی سکھیوں کے ساتھ دن گزارنے لگی۔ ایك روز ایك باجر سادھو (بودھ فرقہ کا ایك سادھو) چاند کے محل کے قریب سے گزرا، اور چاند کا حسن و جمال دیکھ کر وھیں مبہوت کھڑا رہ گیا۔ لوگ جمع ھوے اور اس کی دیوانگی کا سبب پوچھا تو اس نے

اعتراف کیا کہ وہ چاند کے آسمانی حسن کا دیوانہ ہوگیا ہے۔
اس کے بعد یہ باجر سادھو دیوانہ وار چاند کے حسن وجمال
کی تعریف میں گیت گاتا پھرنے لگا۔ کسی دوسرے نگر
کے راجہ روپ چند نے اس مجنوں صفت سادھو کا حال سنا
اور اسے بلا کر تفصیل پوچھی۔ سادھو نے چاند کے حسن
کا ایسا دلکش نقشہ کھینچا کہ روپ چند بھی چاند کا غائبانہ
عاشق ہوگیا، اور اپنی فوج لے کر گوورنگر پہنچا اور شہر کا
محاصرہ کرلیا۔ روپ چند نے راجہ سہدیو کو کہلا بھیجا کہ
وہ اپنی بیٹی کا اس سے بیاہ کر دے۔ راجہ نے جواب دیا کہ
چاند کا بیاہ بچپن میں ہوچکا ہے اور اب اس کے بیاہ کا
کوئی سوال نہیں۔ روپ چند نے اصرار کیا اور لڑای شروع
ہوگئی۔ راجہ سہدیو کی فوج کے بڑے سردار مارے گئے
اور قریب تھا کہ اس کی فوج کو شکست ہو جائے۔ ایسے
میں کسی نے صلاح دی کہ بہادر لورك کو جو اسی نگری
میں رہتا ہے اور گوالوں کا سردار ہے بلانا چاہیے۔
ایك بھاٹ کی مدد سے اسے بلوایا گیا۔ جب لورك اپنی ماں
" کھولن " سے آشیرواد لینے کے لیے گیا تو ماں اور اس
کی بیوی مینا نے اسے لڑائی سے باز رکھنے کی کوشش کی
لیکن لورك نہ مانا، اور اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لڑائی کے
میدان میں آ پہنچا، اور ایسی دلیری سے مقابلہ کیا کہ

روپ چند کی فوج کے قدم اکھڑ گئے ۔ فاتح لورك جب
دشمن کی فوج کو شکست دے کر لوٹا تو گوور نگر میں اس
کا شاندار استقبال ہوا ، ہاتھی پر اس کا جلوس نکالا گیا ۔
رانیاں بھی اسے دیکھنے باہر آئیں ۔ اسی موقع پر چاند نے
اسے دیکھا ، اور اپنا دل دے بیٹھی ۔ غم عشق میں مبتلا
ہونے کے بعد جب چاند اداس اور کھوئی کھوئی سی رہنے
لگی تو سہیلیوں نے اس کے دل کا حال پوچھا ، اور اسے
صلاح دی کہ تم اپنے باپ سے کہو کہ وہ فاتح لورك کے
اعزاز میں محل میں ایك ضیافت ترتیب دے ۔ ضیافت کا انتظام
کیا گیا ، چاند بھی سج دھج کر وہاں پہنچی ۔ لورك نے
اسے دیکھا تو کھانا پینا سب بھول گیا ۔ گھر لوٹا تو جنون
عشق نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا ۔ لورك کی ماں ، اور
اسکی بیوی ، اس تبدیلی سے پریشان ہوئیں ۔ چاند کی ایك
سکھی لورك کی ماں سے ملنے کے بہانے آئی ۔ لورك
نے جب چاند کا نام سنا تو اس کے قدموں پر گر پڑا ،
اور منت سماجت کی وہ پھر ایك بار اسے چاند کی صورت
دکھا دے ۔ سکھی نے مشورہ دیا کہ تم جوگی کا روپ
دھار کر مندر میں جا بیٹھو ، ہم وہاں بھگوان کے درشن
کرنے کے بہانے آئیں کے ۔ کچھ دن مندر میں دونوں کو
ایك دوسرے کو دیکھنے کا موقع ملا ۔ پھر چاند کی

سکھی نے لورک کو رات کے وقت محل میں آنے کی ترکیب بتائی ، اور وہ ایک رسی کے پھندے کے سہارے ، چاند اور اس کی سکھیوں کی مدد سے اوپر آیا۔ صبح کو جب راجه سہدیو چاند کے کرے میں آیا توچاند نے لورک کو پلنگ کے نیچے چھپا دیا۔ اسطرح چوری چھپے ملاقاتیں ہونے لگیں ، اور شدہ شدہ شہر میں لوگ اس واقعه کے متعلق سرگوشیاں کرنے لگے۔ لورک کی ماں اور اسکی بیوی مینا کو بھی اس کی خبر پہنچی ۔ لورک کو جب اس کا پته چلا تو اس نے مینا کے ساتھ دکھاوے کی محبت کا اظہار شروع کیا ، جس پر مینا اور برهم ہوگئی۔ مینا نے ایک مالی کے ذریعه چاند کی ماں سے شکایت کی۔ ادھر مینا ایک نئی مصیبت میں گرفتار ہوگئی تھی ، اور ادھر چاند اپنی محبت کے سہانے خواب کے ٹوٹ جانے کے خوف سے پریشان و متردد تھی ۔ اتفاق سے دونوں ایک ھی وقت بھگوان کے آگے اپنی التجا لے کر مندر میں گئے۔ یہاں دونوں نے ایک دوسرے کو پہچانا ، تند اور تیز باتیں ہوئیں ، اور ھاتھا پائی تک نوبت پہنچی ۔ لورک کو پته چلا ، اس نے جا کر بیچ بچاؤ کیا۔

اب لورک اور چاند نے مل کر طے کیا که یہاں بسر ممکن نہیں ، اور وہ کسی دوسرے نگر کو فرار

ھو جائیں۔ منصوبہ کے مطابق ایك رات لورك چندا کے
محل پہنچا، اور دونوں مال و دولت اور زر و جواھر لے کر
فرار ھو گئے۔ راستے میں لورك کا بھائی کنورو ملا اس
نے لورك کو اپنے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش
کی، لیکن لورك یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا کہ وہ دو ایك ماہ
بعد واپس آئے گا۔ راجہ کے آدمی ان کا تعاقب کر رھے
تھے۔ راستے میں دونوں نے ایك ملاح کو دھوکا دے
کر گنگا کو پار کیا۔ چاند کا شوھر باون بھی تعاقب میں
نکلا۔ دریا کو پار کر کے اس نے ان دونوں کو آلیا۔
لورك اور باون میں لڑائی ھوئی۔ باون نے ھار مان لی،
اور کہا کہ اب چاند سے اسکا کوئی واسطہ نہیں۔ راستے
میں ایك جگہ چاند کو سانپ نے ڈس لیا۔ ایك یوگی کے
منتروں سے اس نے دوبارہ زندگی پائی۔ پھر ایك بار جب
وہ جنگل میں کسی درخت کے نیچے سو رھے تھے، دوسری
مرتبہ ایك سانپ نے چندا کو ڈس لیا۔ لورك نے اسکی
جان بچانے کی بہتری کوشش کی، دوسرے روز جب وہ
چاند کی لاش کو جلانے، اور خود بھی اس کے ساتھ جل
مرنے کی تیاری کر رھا تھا، اچانك ایك مداری ادھر آ نکلا۔
اور اس نے سانپ کا زھر اتار کر چاند کو دوبارہ زندہ
کر دیا۔ لورك نے اپنے سارے گہنے مداری کی نذر

کر دیے۔ جواب میں مداری نے بھی لورک کو ایک منتر سکھایا۔ یہاں سے نکل کر لورک اور چاند ایک شہر سارنگ پور پہنچے۔ لورک نے وہاں کے راجہ کے ساتھ جوے کی بازی لگائی اور اپنے سارے مال و اسباب کے ساتھ چاند کو بھی اس بازی میں ہار گیا۔ لیکن مداری کے منتر کی بدولت ایک راکشش نمودار ہوا، اور اس نے لورک کے دشمنوں کا خاتمہ کر دیا۔ لورک اور چاند کسی اور طرف چل کھڑے ہوے۔ راستے میں تیسری مرتبہ چاند کو ایک سانپ نے ڈسا، اور ایک سادھو کی مدد سے پھر اس نے زندگی پائی۔ سادھو نے لورک کو متنبہ کیا کہ ایک یوگی چاند کو اپنی محبت میں گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ راستے میں انھیں اس یوگی سے سابقہ پڑا، جس نے اپنے منتر کے ذریعہ چاند کے حافظے کو معطل کر دیا۔ لیکن لورک اس پر بھی غالب آیا۔ پھر جنگل میں ان کی ملاقات ایک راجہ سے ہوئی، جو شکار کھیلنے کے لیے ادھر آ نکلا تھا۔ جب لورک نے اسے اپنا حال سنایا تو راجہ نے ان دونوں کی دلجوئی کی، اور انھیں اپنے شہر ہری پاٹن لے گیا، جہاں یہ دونوں آرام و اطمینان اور شان و شوکت کی زندگی بسر کرنے لگے۔

لورک کے چاند کے ساتھ فرار ہو جانے کے بعد

اسکی بیوی مینا پر مصیبتوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا - لیکن ملا داؤد کی چنداین میں اس موقع پر فراق زدہ مینا کی داستان غم کی کوئی تفصیل نہیں ملتی، اور نہ آزمائش و امتحان کے ان کٹھن مرحلوں کا کوئی ذکر، جو "میناست" کا بنیادی موضوع ھے - چنداین کے صرف ایك بند میں مینا کے درد فراق کا ذکر ان الفاظ میں ملتا ھے:

نسی دکھ مینا ھی روئی بہائی
سبھ دن رھے نین پنتھ لائی
مکو لورك اینہا مارگ آوئی
کئی ھیری آکے آپو جناوئی
سی دن جھروی آس بے آسی
روئی روئی کھن کھن ھوئی نراسی
لور لور کہ دن پور آوئی
اور بجن بھر مکھ ھس نہ آونی
تپنٹیں اچھی رین بہائی
جس بچھری بن نیر مرجھائی
برہ سنتای میناں آھیں پری دن او رات
سب لن ھیں دکھ لورك کیرا برھا کنہیں سنگات[1]

---

(۱) چنداین، بند ۱۹۸ ص ۲۰۱ .

ایک دن مینا اور لورک کی ماں کھولن کو معلوم ہوا کہ گوورنگر میں تاجروں کا ایک قافلہ آیا ہوا ہے۔ دریافت کرنے پر کھولن کو پتہ چلا کہ یہ قافلہ ھری پاٹن جانے والا ہے۔ کھولن نے تاجروں کے نایک کو جو ایک برھمن تھا اپنے گھر بلایا۔ مینا اس کے قدموں پر گر پڑی، اور بڑی منت سماجت کی کہ وہ ھری پاٹن میں لورک کا پتہ چلائے۔ اور اس کی دکھ بھری داستان لورک کو سنا کر اسے لوٹ آنے پر آمادہ کرے۔ برھمن مینا کی دکھ بھری کہانی سن کر متاثر ہوا۔

یہاں مولانا داؤد نے مینا کی آپ بیتی کو، جو وہ تاجروں کے سردار کو سناتی ہے بارہ ماسی کے پیرائے میں پیش کیا ہے۔ مینا فراق کے سات آٹھ مہینوں کا حال جو اس پر گزر چکے ہیں۔ مختلف موسموں کی کیفیات کا ذکر کرتے ہوئے برھمن کو سناتی ہے۔ تاجروں کا سردار کوئی چار ماہ بعد ھری پاٹن پہنچا۔ اس نے لورک کا پتہ چلایا اور اس کے گھر پہنچا۔ پھر اس نے گویا لورک کی پوتھی دیکھ کر اسے بتایا کہ وہ گوور کا رھنے والا ہے، اور مینا کا شوھر ہے، اور یہ کہ مینا کا پتی ہونے کے باوجود اس نے مینا کو زمین پر ڈال دیا ہے، اور چاند کو آسمان پر چڑھا دیا ہے۔ مینا کا نام سن کر لورک کا

دل بھر آیا ۔ وہ میںا کو بھولا نہیں تھا اور اس کا حال جاننے کے لیے بے تاب تھا ۔ اس نے برھمن سے پوچھا کہ وہ کہاں کا رھنے والا ھے ، اور کہا اگر تم مجھے کچھ بتا سکو کہ میںا کس حال میں ھے ، اور کیا وہ اب بھی میرا دم بھرتی ھے ، تو میں تمہارے قدموں کی خاک اپنے ماتھے پر لگاؤں گا ۔ حب برھمن نے میںا کی داستان غم سنائی تو لورک رونے لگا۔ اس نے بہت سا سونا اور متعدد بیل برھمن کی نذر کیے ، اور وعدہ کیا کہ وہ دوسرے روز گوور واپس چلے گا ۔ چاند کو جب اس نئے واقعہ کی سُن گُن ملی تو وہ بڑی پریشان ھوئی ، اور رات کو بغیر کھائے سو رھی ۔ دوسرے روز لورک نے راجہ سے مل کر اس کو ساری تفصیل سنائی اور جانے کی اجازت طلب کی ۔ راجہ نے خوشی جانے کی اجازت دی اور بہت سارے آدمی ، سازوسامان کے ساتھ اس کے ھمراہ بھیجے ۔ لورک چاند کے ساتھ گوورنگر کی طرف چل پڑا ۔ شہر سے تین کوس دور اس نے پڑاؤ کیا ۔ اطراف کے لوگوں میں یہ خبر اڑی کہ کوئی راجہ فوج لے کر آیا ھے ۔ گوور میں کھلبلی مچ گئی لیکن میںا کو ایسا لگا کہ لورک آیا ھے ۔ اس نے اپنی ساس سے کہا مجھے ایسا معلوم ھوتا ھے لورک آئے گا ۔ پھر رات کو اس نے لورک کو خواب میں دیکھا ۔

لورك نے خود کو ظاہر کیے بغیر ایك مالی کے ذریعہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی کہ مینا کس حال میں ہے، اور کیا وہ حقیقت میں اب بھی اس کی وفادار ہے۔ ادھر مینا ایك گوالن بن کر اپنی سکھیوں کے ساتھ اس باغ میں گئی جہاں لورك اپنے قافلہ کے ساتھ ٹھہرا ہوا تھا۔ باتوں باتوں میں جب چاند نے مینا سے اس کا حال پوچھا تو مینا نے بتایا کہ بارہ مہینے پہلے اس کا پتی لورك چاند کے ساتھ فرار ہو گیا ہے۔ اور اگر چاند اس کے ہاتھ لگے، تو وہ اس کا منہ کالا کر کے گدھے پر سوار کر کے اسے شہر میں گھمائے گی۔ چاند یہ سن کر اس سے الجھ پڑی۔ اس موقع پر لورك نے خود کو ظاہر کیا۔ مینا کو دیکھ کر وہ چاند کو بھول گیا۔ پھر اس نے مینا اور چاند دونوں کو منا سمجھا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ دونوں ایك ساتھ مل جل کر رہنے کی کوشش کریں۔ کھولن نے لورك اور چاند کو اپنے گھر بلایا۔ اور سب مل کر سکھ کی زندگی بسر کرنے لگے۔ کھولن نے لورك کو بتایا کہ اس کے جانے کے بعد گھر والوں کو کیسی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کھولن نے کہا کہ خود اس کے دن رونے میں اور راتیں جاگنے میں بسر ہوئی ہیں۔

یہاں پرمیشوری لال گپتا کی مرتبہ چنداین ختم ہو جاتی ہے

زیر بحث اڈیشن کے مطابق یہ قصہ ۴۵۲ بندوں پر مشتمل ھے جمع شدہ اوراق کے مطابق اس کے بعد کے بند کا صرف نشان ۴۵۳ ورق پر موجود ھے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ھے کہ داؤد کی چنداین کے متعدد بند ابھی تک دستیاب نہیں ہو سکے ھیں ۔ ڈاکٹر گپتا کا خیال ھے کہ یہ قصے کا اختتام نہیں ھے ، یقیناً کچھ اور بند اسکے علاوہ اصل تصنیف میں رھے ہوں گے ۔ ۱

جناب سید حسن عسکری نے بھی اپنے مقالے میں جو " معاصر " شمارہ نمبر ۱۶ اور نمبر ۱۷ میں شائع ہوا ھے ، اس امر کا ذکر کیا ھے کہ چنداین کے چیدہ چیدہ اور منتشر اوراق کی مختلف مقامات پر دریافت عمل میں آئی ھے ۔ کوئی تعجب نہیں کہ قصے کے درمیانی حصے سے متعلق بھی چنداین میں کچھ بند رھے ہوں ، جس میں " برہ سنتای میناں " کی دکھ بیتی کی تفصیل شاعر نے بیان کی ہو ۔

میاست لورک چندا اور مینا ستونتی کے سلسلے کی لوک کتھاؤں کا دوسرا اہم ادبی روپ میاں سادھن کی " میاست " میں ملتا ھے ۔ میاست کے قدیم نسخے فارسی کے علاوہ ناگری رسم الخط میں بھی ملتے ھیں ۔

چنداین ، لورک اور چندا کی داستان محبت ھے ۔ لورک

---

(۱) چنداین ، مقدمہ ، ص ۵۳ ۔

کے فرار ھو جانے کے بعد، مینا پر جو بیتی، اسکی تفصیل میناست میں بیان کی گئی ھے - میاں سادھن کے حالات ھنوز تاریکی میں ھیں - اس قدر پتہ چلتا ھے کہ میناست سولھویں صدی عیسوی کے درمیانی زمانہ کی تصنیف ھے - بعد کے عہد کی ایک تصنیف " مدھو مالتی " میں بھی " میناست " ایک ذیلی حکایت کی حیثیت سے ملتی ھے - سنہ ۱۹۰۴ ء میں مدھو مالتی کی اس ذیلی کتھا کو ماتا پرشاد گپت نے علحدہ حیثیت میں شائع کیا تھا - بعد کو سنہ ۱۹۵۸ ء میں ھری ھر نواس درویدی نے، سادھن کی میناست کے منتشر اوراق کو، مدھو مالتی میں بیان کیے ھوے قصے کی بنیاد پر، مرتب کر کے، گوالیار سے شائع کیا ھے -

سادھن کی میناست کے مطابق، ساتن کنور، فراق زدہ مینا کو ورغلانے کی کوشش کرتا ھے، اور رتنا نامی ایک مالن کو دوتی یا دلالہ کی حیثیت سے مینا کے ھاں بھیجتا ھے - رتنا دلالہ مینا کے گھر آئی - اس نے بتایا کہ مینا کے بچپن میں وہ اسکی دایا رہ چکی ھے، اور مینا نے اس کا دودھ پیا ھے - مینا اس کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آئی - مالن نے مینا سے دریافت کیا کہ اس نے جوگنوں کا سا روپ کیوں اختیار کر رکھا ھے - مینا نے دلالہ کو غمخوار سمجھ کر اسے اپنی بپتا سنائی - رتنا، مینا کے جذبات عشق و محبت کو بیدار کرنے کی غرض سے ھر مہینے موسم کی مختلف کیفیات سے متعلق

هیجان انگیز گیت سناتی ھے، اور اسے راغب کرتی ھے کہ وہ بھی اپنے حسن و شباب کو ضائع کرنے کی بجائے، کسی سے دل لگائے؛ میںا کو دلالہ کی یہ باتیں پسند نہیں آئیں، اس نے عصمت و عفت کی اھمیت سمجھائی اور رتنا کے مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کیا رفتہ رفتہ میںا کو اندازہ ھوا کہ رتنا حقیقت میں صرف ایك دلالہ کا فرض انجام دے رھی ھے۔ دلالہ کی کوششیں بارہ مہینے تك جاری رھیں۔ اس دوران میں میںا پر دلالہ کا راز پوری طرح فاش ھو گیا۔ پھر مینا نے اس کا سر مونڈوا کر اس کا منہ کالا کرکے گدھے پر بٹھایا اور شہر کی گلی کوچوں میں اسے گشت کروایا۔ رتنا کے اس حشر کو میاں سادھن کی زبانی سنیے:

میناں مالن سیر بلائی

دھر جھوٹا کٹنی بیھورائی

منڈ منڈائی کے سیندور دیںھاں

کار پیردوی ٹیکا وینہاں

گدھ آن کے دھائی چڑھائی

ھاٹ باٹ سب نگر پھرائی

جو جس کرے سو پاوے تیس

کٹنی لوگ بکاریں ایس

لائی پسائی کشے کاٹے کان
کو دوں بوئے او پنہوں دھان
ست میناں کو تھر رہ سادھن راکھ کرتار
کٹنی ماری نکاری کینہ گنگ کے پار
پاپ پن دوی بیج جس بوئی تس نپجئی
سادھن جیسا کیجیئی تیسا پھل آگے لھئی

(مینا نے مالن کو نزدیک بلایا ـ اس کا چونڈا پکڑ کر اسے قابو میں کیا ، اس کا سر مونڈوا کر اسے کالے پیلے ٹیکے لگوائے ، اسے گدھے پر چڑھوایا ، اس کو راستے ، بازار سارے شہر میں گھمایا ـ اسے جو دیکھتا تھا کہتا تھا ـ یہ دلالہ ہے ، جو جیسا کرتا ہے اسے ویسا ہی ملتا ہے ـ کودوں بونے پر دھان کیسے پیدا ہو سکتا ہے ـ سادھن کہتے ہیں کہ نیکی اور بدی دو بیج ہیں ، ان میں سے جس کو بویا جائے ، اسی کا پودا زمین سے بر آمد ہوگا ـ سادھن جیسا کیجئے ویسا ہی پھل لیجئے) ـ

سادھن کی میناست کے متعدد بند بھی ہنوز دستیاب نہیں ہوئے ـ قصہ کا آغاز ساتن کمور کی شیطانی کوششوں سے ہوتا ہے ـ البتہ رتنا مالن اور مینا کے مکالموں سے پتہ چلتا ہے کہ مینا کا شوہر لورک ہے ، اور وہ چاند کے ساتھ فرار ہوگیا ہے ـ لیکن مینا ، لورک کی خاطر ، چاند کی داسی بن کر

رھنے بھی تیار ھے۔

عصمت نامہ غواصی کی مثنوی کے تعلق سے، اس عشقیہ کہانی کی ایک اہم ادبی شکل حمیدی کا عصمت نامہ ھے۔ حمیدی، عہد جہانگیری کا ایک غیر معروف شاعر ھے۔ اس نے سنہ ۱۰۱۶ هجری (۱۶۰۷-۰۸ء) میں یہ مثنوی تصنیف کی، اور اسکا نام عصمت نامہ رکھا۔

در سال سعید و ماہ مسعود تاریخ هزار شانزدہ بود
روزی کہ شد این رسالہ مرقوم بر عصمت نامہ گشت موسوم

آغاز داستان سے قبل شاعر، روایتی حمد و نعت اور جہانگیر کی مدح و توصیف کے بعد، ھندوستان کی تعریف کرتا ھے۔ پھر کہتا ھے کہ ایک جگہ کچھ لوگ بیٹھے عرب اور ایران کے حسن کی توصیف کر رھے تھے، اور لیلی، عذرا، اور شیریں کے حسن و جمال، اور ان کے جذبۂ محبت کی داد دے رھے تھے۔ میں نے بھی اپنی زبان کھولی، اور ایک عروس ھندی کی داستان محبت سنائی۔ اور کہا کہ لیلی و عذرا کیا چیز ھیں، مجھ سے مینا کے وصف سنو۔

من نیز در سخن کشادم شرحے ز عروس ھند دادم
گفتم کہ چہ لیلی و چہ عذرا از من شنوید وصف مینا

لوگ اس قصہ کو سن کر متاثر ھوئے، اور حمیدی سے فرمایش کی کہ وہ اس قصہ کو فارسی میں نظم کر دے۔

عصمت نامہ کے مطابق مینا ، ھندوستان کے ایك راجہ کی لڑکی تھی ۔ راجہ نے لورك نامی ایك خوب رو نوجوان سے اس کی شادی کر دی ۔ مینا حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت کی بھی مالك تھی ۔ ھندوستان کی روایتی شوھر پرست عورت کی طرح وہ اپنے شوھر پر جان چھڑکتی تھی ۔ لیکن لورك کو چاند نامی ایك حسینہ سے محبت ھو گئی ، اور وہ اسے چھوڑ کر چاند کے ساتھ کسی اور شہر کو فرار ھو گیا ۔ فراق زدہ مینا جوں توں کر کے ، آہ و زاری میں اپنے دن بسر کرنے لگی ۔ مینا کے حسن کا چرچا سن کر ساتن نامی شخص مینا پر فریفتہ ھوگیا ۔ اور رات دن اس کے محل کے چکر کاٹنے لگا ۔ پھر اس نے ایك بوڑھی دلالہ کو مینا کے پاس بھیجا ۔ بڑھیا نے خود کو مینا کے زمانۂ شیر خوارگی کی دایا ظاھر کیا ۔ اس طرح مینا کا اعتماد حاصل کر کے اس نے مینا کا دکھ درد پوچھا ۔ پھر شوھر کی بے وفائی کے جواب میں اسے بھی عصمت و عفت کی خیالی باتوں کو خیر باد کہنے ، اور زندگی کی مسرتوں سے لطف اندوز ھونے پر مائل کرنے کی کوشش کی ۔ اس نے بتایا کہ ساتن نامی ایك نوجوان اس پر فریفتہ ھے ۔ اور وہ بھی ساتن کے ساتھ عیش و راحت کی زندگی گزار سکتی ھے ۔ مینا نے ان باتوں پر سخت ناراضی اور برھمی کا اظہار کیا ، لیکن دلالہ نے

اپنی کوشش جاری رکھی ـ وہ ہر ماہ موسم کی مختلف کیفیات کے دلکش گیت مینا کو سناتی تھی، اور اس کے خوابیدہ جذبات کو بیدار کرنے کی کوشش کرتی تھی ـ لیکن مینا اپنے عزم میں ثابت قدم رہی ـ بارہ ماہ بعد چاند کی موت واقع ہوئی، اور لورک مینا کے پاس واپس چلا آیا ـ

مثنوی کے آخر میں حمیدی نے اس کہانی کو مجازی (allegorie) رنگ دینے کی کوشش کی ہے، اور لورک کو خدا، مینا کو انسانی روح، ساتن کو شیطان، اور دلاله کو نفس انسانی سے تعبیر کیا ہے ـ یہاں یہ امر محل نظر ہے که لورک، چندا اور مینا کی کہانی کی مجازی تعبیر کا یہ پہلو، چنداین، میناست، یا ھندوستان کے دوسرے علاقوں میں پھیلی ہوئی، اس قبیل کی دوسری کسی کہانی میں نہیں پایا جاتا ـ حمیدی کی یہ کوشش فارسی شاعری کے متصوفانه اثرات کی غمازی کرتی ہے ـ

ستی مینا و لورچندرانی سترھویں صدی کے اوائل میں بنگالی شاعر دولت قاضی نے اس کہانی کو ''ستی مینا و لور چندرانی'' کے عنوان سے ادبی روپ میں پیش کیا ـ دولت قاضی اراکان کے راجه چندر سدھرم (۱۶۲۲ تا ۱۶۳۸ ء) کے عہد کا شاعر تھا ـ ابتداً یه کتاب حمیدی پریس کلکتہ سے ''ستی مینا''

کے نام سے شائع ہوئی تھی، پھر وشوا بھارتی شانتی نکیتن
کے سری ستندر بھوشال نے اسے ایڈٹ کر کے "ستی مینا
و لور چندرانی" کے نام سے . ساھتیہ پرکاش کی جلد اوّل
میں شائع کیا۔ دولت قاضی کے قصہ کا آغاز حمیدی کے
عصمت نامہ کے مطابق ھے ۔ دولت قاضی کے قصے میں
رتنا مالن، مینا کو ورغلانے کی کوششوں کے دوران
میں اسے طرح طرح کے قصے بھی سناتی جاتی ھے ۔ لیکن
بنگلہ کہانی کا اختتام عصمت نامہ سے مختلف ھو گیا ھے
مینا اپنی ایك سہیلی کی مدد سے بوڑھی دلالہ کا سر مونڈوا کر
اسے گدھے پر گشت کرواتی ھے ۔ پھر وہ ایك برھمن
کو لورك کے ھاں بھیجنے میں کامیاب ھو جاتی ھے ۔ مینا کا
حال زار سن کر لورك کا دل پگھل جاتا ھے، وہ چندا
کے ساتھ واپس لوٹتا ھے ۔ اور پھر چندا اور مینا کی رفاقت
میں زندگی کے دن گزارتا ھے ۔ قصہ کے اختتام کا یہ رخ ،
چنداین میں قصے کے اختتام سے مشابہ ھے ۔

دوسری بولیوں کی لوك کہانیاں چنداین، میناست، عصمت نامہ،
ستی مینا و لور چندرانی کے علاوہ شمالی ھند کے علاقوں کی
متعدد بولیوں میں بھی یہ لوك کتھا، جو لورك، چندا اور مینا
اور لورك کے تانے بانے سے بُنی گئی ھے، اتر پردیش،
بہار، بنگال، اور چھتیس گڑھ کے علاقوں میں پھیلی ھوئی

ملتی ہے۔ چنانچہ بھوجپوری، مرزا پوری، چھتیس گڑھی، اور میتھلی بولیوں میں، اور بہار اور بھاگل پور کے علاقوں میں لورک. چندا اور مینا کی محبت کے افسانے جزوی اختلافات اور طرح طرح کی کمی بیشی کے ساتھ بکھرے ہوئے ملتے ہیں۔

عصمت نامہ اور مینا ستونتی عواصی نے ایک فارسی "رسالہ" کو اپنے قصے کی بنیاد بتایا ہے، اور لورک چندا کی کہانیوں کی قبیل کا واحد فارسی قصہ، جو ابھی تک دستیاب ہوا ہے، وہ حمیدی کا عصمت نامہ ہے۔ اسلیے فطری طور پر یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ حمیدی کا عصمت نامہ ہی عواصی کی مثنوی کا ماخذ ہے۔ لیکن غواصی کی مثنوی، قصہ کی بعض جزویات میں حمیدی کی مثنوی سے مختلف ہے۔ اس خصوص میں ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اپنے ایک حالیہ شائع شدہ مضمون میں جو استدلال کیا ہے، اور جس نتیجہ پر وہ پہنچے ہیں، حسب ذیل ہے۔ "قصہ چنداین کی اس وقت تک صرف ایک ہی فارسی روایت یعنی عصمت نامہ از حمیدی دریافت ہوئی ہے۔ مگر غواصی کی مثنوی عصمت نامہ سے ماخوذ نہیں۔ عصمت نامہ میں چندا آخر میں مر جاتی ہے، جبکہ عواصی کے ہاں ایسا نہیں ہوتا۔ نیز اس میں بارہ ماسہ بھی نہیں جو قصہ چنداین کا

اہم ترین حصہ ھے ، اور فارسی عصمت نامہ میں بھی موجود ھے ۔ عصمت نامہ در اصل ایك صوفیانہ تمثیل ھے ، جس میں وضاحت کردی گئی ھے کہ لورك خدا ، ساتن ابلیس ھے ، مینا روح ھے اور دلالہ نفس ھے ۔ غواصی کی مثنوی میں ایسی کوئی وضاحت نہیں کی گئی ۔ ان امور سے ثابت ہوتا ھے کہ قصہ چنداین سے متعلق فارسی میں حمیدی کے علاوہ کوئی اور روایت بھی رھی ھوگی ، جسے غواصی نے اپنا ماخذ بنایا ھوگا"[1] ۔

غواصی کی مثنوی اور عصمت نامہ کے باھمی تعلق سے بحث کرتے ھوے چند امور قابل غور ھیں ۔

جہاں تك قصہ کا تعلق ھے یہ امر واضح ھے کہ عصمت نامہ ، چنداین نہیں بلکہ میناست کی کہانی پر مبنی ھے ، اور قصہ کا یہی رخ غواصی کی مثنوی کا موضوع ھے ۔ خود چنداین اور میناست کے جو منتشر اوراق اور نسخے دریافت ہوے ھیں ، ان کے قصے میں بھی قابل لحاظ اختلافات نظر آتے ھیں ۔ مثال کے طور پر جناب سید حسن عسکری نے جب چنداین پر اپنا مقالہ شائع کیا تو اپنے پیش نظر قصے سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ چندا بالآخر سانپ ڈسنے سے مر جاتی ھے ۔ لیکن ڈاکٹر گپتا نے

---

(۱) نواے ادب . اکٹوبر سنہ ۱۹٦۵ ء ص ۲۵ ۔

اب جو چنداین کا نسخہ مرتب کیا ھے، اسکے مطابق چندا کو تین مرتبہ سانپ ڈستا ھے اور تین مرتبہ وہ دوبارہ زندگی پاتی ھے، اور آخر کار لورك اور چندا دونوں مل کر گوور نگر آتے ھیں، اور مینا کے ساتھ مل کر رھتے ھیں۔ یہ اور اسی قسم کے قابل لحاظ اختلافات ایك ھی مصنف کی لکھی ھوئی کہانی کے منتشر اوراق میں ملتے ھیں۔ پھر مختلف علاقوں کے شاعروں نے اس کہانی کے مختلف حصوں کو اپنا موضوع سخن بنایا ھے، اور تخلیقی تخیل آرائی کے ذریعہ سے ھر جگہ اسے ایك نئے رنگ روپ میں پیش کیا ھے۔ اس لیے اگر غواصی کی مثنوی، عصمت نامہ کی بعینہ پابندی نہیں کرتی، تو اس سے یہ حکم لگانا کہ وہ عصمت نامہ پر نہیں، بلکہ کسی اور نا معلوم فارسی مثنوی پر مبنی ھے، ءور مکرر کا محتاج ھے۔

پھر اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا ضروری ھے کہ قدیم دکنی کی اکثر و بیشتر مثنویاں اگرچہ فارسی قصوں پر مبنی ھیں، لیکن ان میں سے بیشتر ایسی ھیں، جن میں دکنی شاعروں نے قابل لحاظ تخلیقی تصرف سے کام لیا ھے۔ اپنے ادب پاروں کو مقامی تمدن کا رنگ دینے کی فطری کوشش کے دوران، انھوں نے اکثر صورتوں میں قصہ کا صرف ڈھانچہ مستعار لیا ھے، اور قصے کی تفصیلات اور جزئیات کا سارا مواد

اپنے اطراف کے ماحول سے حاصل کیا ھے ۔ خود غواصی کی دوسری دونوں مثنویوں کا یہی حال ھے ۔ سیف الملوك و بدیع الجمال ، الف لیلہ کے فارسی ترجمے کے ایك مشہور افسانے پر مبنی ھے ، لیکن اس حد تک ، کہ صرف قصے کے چیدہ چیدہ واقعات غواصی نے مستعار لیے ھیں ۔ متعدد واقعات کو حذف کردیا ھے ، اور اکثر نام بھی بدل دیے ھیں ؛ اور اس کو ایك حد تك اچھی قصہ بنا دیا ھے ۔ اسی طرح طوطی نامہ ، مشہور سنسکرت تصنیف " شُکاسب تتی " کے فارسی ترجمے پر مبنی ھے جو ضیاء الدین بخشی نے کیا تھا ۔ بخشی کا ترجمہ ۵۲ کہانیوں پر مشتمل تھا ، لیکن غواصی کا طوطی نامہ صرف ۴۵ کہانیوں پر مشتمل ھے ۔ اور قصوں کی تفصیلات ، جزئیات نگاری اور منظر کشی میں غواصی نے اس درجہ تخلیقی تخیل آرائی سے کام لیا ھے کہ دکنی ادب کے اس عظیم فن پارہ کو کسی فارسی یا سنسکرت تصنیف کا محض ترجمہ سمجھ لینا صریح زیادتی معلوم ہوتا ھے ۔[1] اس لیے کوئی

---

(۱) سیف الملوك اور طوطی نامہ کے مرتب مولوی سعادت علی رضوی نے ان دونوں مثنویوں میں غواصی نے جو تصرفات کیے ھیں ان پر قدرے تفصیل سے روشنی ڈالی ھے ۔ ملاحظہ ھو ، سیف الملوك و بدیع الجمال ، مقدمہ ، ص ۲۲ ؛ طوطی نامہ ، مقدمہ ، ص ۳۲ ۔

تعجب نہیں که غواصی نے میناستونتی کے قصے کا خاکه عصمت نامه
ھی کے کسی مکمل یا ادھورے نسخه سے لیا ھو ، اور ذیلی
تفصیلات میں اس نے حسب دلخواہ تصرف کیا ھو ۔

پھر اس کہانی کی جو ادبی شکل بھی غواصی کے پیش نظر
رھی ھو ، یه امر یقینی حد تك ممکن ھے که لورك چندا کی
قبیل کی ایك یا ایك سے زاید لوك کہانیوں سے بھی غواصی کے
کان آشنا رھے ھوں ؛ اور اس نے اپنی مثنوی کے پلاٹ کی
تشکیل میں آزادانه طور پر ان کہانیوں سے بھی استفادہ
کیا ھو ۔ کیونکه سولھویں سترھویں صدی عیسوی کے
عرصے میں ، جو غواصی کا زمانه ھے ، یه لوك کہانی
هندوستان میں اپنی مقبولیت کے نقطه عروج کو پہنچ
چکی تھی ۔ چودھویں صدی کے اواخر ھی سے شاعروں نے اس
مقبول عشقیه داستان کو اپنا موضوع سخن بنانا شروع
کر دیا تھا ، اور سولھویں سترھویں صدی میں یکے بعد دیگرے
اسکی چار ادبی شکلیں ، میناست ، عصمت نامه ، خود غواصی کی
مثنوی ، اور بنگالی شاعر کی ''ستی مینا و لور چندرانی''
وجود میں آئی تھیں ۔ اگرچه یه امر بھی بعید از امکان نہیں
که اس عوامی کہانی کو فارسی کے کسی اور شاعر نے بھی
اپنا موضوع بنایا ھو ، اور یہی قصه غواصی کے پیش نظر
رھا ھو ۔ لیکن جب تك ایسا کوئی قصه دستیاب نه ھو جائے ،

یا کوئی اور ثبوت نا معلوم فارسی قصے کی تائید میں نہ ملے، قطعی طور پر یہ حکم لگانا کہ غواصی کی مثنوی عصمت نامہ پر مبنی نہیں ہے، راقم کی رائے میں احتیاط کے منافی ہے۔

طوطی نامہ، سیف الملوک اور مینا ستونتی کی مشترک خصوصیات

یہ سوال، آیا یہ مثنوی سیف الملوک اور طوطی نامہ کے مصنف غواصی ہی کی ہے، جو مولوی ہاشمی صاحب کے بیان کے مطابق اس وقت پیدا ہوا تھا جبکہ سنٹرل اسٹیٹ لائبریری کے مخطوطات دریافت نہیں ہوئے تھے؛ مذکورہ لائبریری کے قدیم ترین اور مکمل نسخہ (الف) اور نسخہ (ب) کی دریافت کے بعد بحث طلب باقی نہیں رہتا، تاہم دکنی ادبیات کے طالب علم کو اس امر کی تائید میں کہ یہ مثنوی غواصی کی ہے، جو داخلی شہادتیں ملتی ہیں، ان کا سرسری تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

یہ مثنوی اپنی زبان، ذخیرۂ الفاظ، اسلوب بیان، اور شاعر کے مخیلہ (imagery) کے اعتبار سے غواصی کی دوسری دو مثنویوں سے اس درجہ ہم آہنگ ہے کہ دکنی کے طالب علم کے لیے، جس نے غواصی کی دوسری تصانیف کا توجہ سے مطالعہ کیا ہو، اس مثنوی کے مصنف کے متعلق اندازہ قایم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ مخصوص محاورے

اور فقرے، اظہار خیال کے خاص سانچے، مخصوص الفاظ کی تکرار؛ بعض ہم قافیہ الفاظ کو بار بار استعمال کرنے کا رجحان، مخصوص موضوعات جن سے شاعر کو دلچسپی معلوم ہوتی ہے، ان موضوعات سے متعلق بعض ذیلی تصورات کا اعادہ؛ غرض سیف الملوک اور طوطی نامہ کے مخصوص اسلوب بیان، اور غواصی کے منفرد آہنگ شعری کی گونج، پیش نظر مثنوی میں نہایت واضح طور پر سنائی دیتی ہے۔ غالباً یہی وہ نمایاں خصوصیت تھی، جس کی بنا پر مولوی نصیرالدین هاشمی نے سنٹرل اسٹیٹ لائبریری کے مخلص والے مخطوطات کی دریافت سے قبل ھی یہ رائے قائم کی تھی کہ یہ مثنوی غواصی کی ہوگی۔ پھر ان کی رائے کو مزید تقویت، مثنوی کے بعض اشعار میں لفظ غواص کے استعمال سے پہنچی، کیونکہ غواصی نے اکثر مقامات پر اپنا تخلص غواص بھی استعمال کیا ہے اور اپنے تخلص کی رعایت سے وہ لفظ غواص سے کھیلنے کا بھی عادی ہے۔ راقم نے، حسب ذیل ترتیب دکنی لغت کے لیے الفاظ، محاورے، اور اظہار خیال کے مختلف سانچے جمع کرنے کے سلسلے میں غواصی، اس کے معاصرین، اور متقدمین کی تصانیف کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا ہے، بعض دلچسپ داخلی شہادتیں، متذکرہ بالا مشترک خصوصیات کی،

سیف الملوك ، طوطی نامہ ، کلیات غواصی ، اور پیش نظر مثنوی سے جمع کی ھیں ، ان میں سے چند مثالیں درج ذیل ھیں ۔ قدیم دکنی کا ایك لفظ " وثیں " جو موجودہ لفظ " وھیں " کی دکنی شکل ھے ، فوراً ، اسی وقت اور اسی جگہ (then and there) کے مفہوم میں استعمال ھوتا ھے ۔ اور دکنی بولی میں آج بھی مستعمل ھے ۔ غواصی کے معاصرین میں ، وجہی اور محمد قلی کے پاس ، جہاں تك راقم کو یاد پڑتا ھے ، یہ لفظ شاید ھی کہیں استعمال ھوا ھو ۔ وجہی کی قطب مشتری میں یہ لفظ کہیں نہیں ملتا ۔ غواصی بیان میں زور پیدا کرنے کے لیے اس لفظ کو کثرت سے استعمال کرنے کا عادی ھے ۔ اس کی بعض مثالیں ملاحظہ فرمائیے ۔[1]

پڑیا وثیں زمین کے اپر بے قرار پڑیا چور وثیں سخت بے تاب ھو
(س ۱۲٦) (م ۳٦۸)

سو وثیں شرمندا ھو چلیا بادشاہ بزاں ھو کے شرمندا وثیں پھر چلی
(ط ٤۳) (م ٦۸۲)

---

(۱) ان مثالوں ط (طوطی نامہ) ، س (سیف الملوك) ، ك (کلیات غواصی) کے مقابل میں ان کتابوں کے صفحات کے نشانات ، اور م (مینا ستونتی) کے مقابل میں ، اشعار کے نشانات درج ھیں ۔

اٹھا مرغ و نیں صبح کیرا پکار اٹھیا صبح کا و نیں سو مرغا پکار

(ط ، ۴۳) (م، ۵۲۲)

سو عاشق ہوا اس کے و نیں روپ پر چھپے ٹھار تے شاہ نکل بہار و ئیں

(ط ، ۱۸۵) (۶۸۴)

او عاشق سہیلی ہو حیران و نیں

کر اس روپ پر اپسیں قربان و نیں

(ط ، ۱۸۵)

ذیل میں غواصی کے مخصوص مخیلہ (imagery) الفاظ اور محاوروں کے منفرد ذخیرہ ، اور اس کے آہنگ شعری کے بعض ایسے رموز و علامات کی نشاندھی کی گئی ہے ، جو غواصی کی دوسری تصانیف ، اور پیش نظر مثنوی میں یکساں طور پر نمایاں ھیں ۔ غواصی کے شاعری اور اس کے اسلوب کی یہ وہ خصوصیات ھیں ، جو اس کے فن پاروں کو ، اس دور کے دوسرے ممتاز شعرا کے کلام سے ممیز کرتی ھیں ۔ متعدد مثالیں مصرعوں کے بعینہ توارد کی بھی ملتی ھیں ۔

ڈوبیا سور ہور واں اندھارا بھیا احالا ڈوبیا ہور اندھارا بھیا

(ط ، ۵۶) (م، ۳۵۴)

اٹھیا مرغ و نیں صبح کیرا پکار اٹھیا صبح کا و نیں سو مرغا پکار

(ط ، ۴۳) (م ، ۵۲۲)

وبیا جاکے مغرب کے ظلمات میں (ط، ۱۷)	ڈوبیا جاکے مغرب کے ظلمات میں (م، ٤۹۷)
و غواص ھوں میں کمر باندھیا	بزاں سور غواص باندھیا کر
سندر منے دل کے ڈبکی لیا (س، ۱۸)	ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر (م، ٥۱۳)
گیا پیس مغرب کے دریا بھتر (ط، ۹٦)	
ھیا جیو ھونٹاں منے آ اسے (س، ۱۳۱)	رھیا تھا اسے آ کو ھونٹاں میں جیو (م، ٦۳۸)
کہ ھونٹاں میں آجیو رھیا ھے مرا (ط، ۲۷٤)	آیا چور کا جیو ھونٹاں منے (م، ۳٦٤)
ہیں جاتی تیوچ ایسیں دکھا (ط، ٦۹)	
نہیں جانتیاں تیونچ کیتا کلا (س، ۱۲۳)	نہیں جانتا تیونچ کیتا کلا (م، ٤۷٤)
یکا نانوں اس کا سو ھے رام راج (ط، ۲۳٦)	نیکا نانوں اس کا سو بالا کنوار (م، ٤۳)
یکا نانوں اس کا ھے سیف الملوك (س، ۱۱۲)	
غلاماں کتک خوب صاحب جمال (س، ۲٥)	وزیراں کتک خوب صاحب کمال (م، ٤٤)

سَنے کی اگر تو کہوں کی تجے	سُنے کی اگر تو کہوں کی تجے
(س، ۱۱۹)	(م، ۲۹۱)
سو اس دھات سوں لا ملاتا اھے	تو اس دھات سوں لا ملاتا رحیم
(س، ۱۷۷)	(م، ۵۸۰)
کھیا کھول قصا سب اس باغ کا	کہی کھول اپنا قصا سب تمام
(ط، ۱۸۳)	(م، ٤۵۳)
کھیا کھول کر و وحقیقت تمام	کھیا کھول کر، سب سنے خاص و عام
(س، ۵۳)	(م، ۳۷۹)
سمایا تو یو آ کھڑیا ھے مجے	سمایا کھڑیا ھے ھمن سراُپر
(ط، ۱۸۲)	(م، ۱٤۳)
عجب کھیل کچ یاں ھے کرتار کا	عجب کھیل ھے ایسے کرتار کے
(س، ۱٤٦)	(م، ٦۹۷)
یو بستاں تجے آرزانی اچھو	یو بستاں تجے آرزانی سدا
(س، ۳٤)	(م، ۳۳۱)
یکیلا ہوں میں اس شہر میں عریب	یکلی ہوں میں اس وطن میں غریب
(س، ۱۱٦)	(م، ۱٤۹)
نہیں کوی یاں باج پروردگار	نہیں کوی یاں باج پروردگار
(س، ۸٤)	(م، ۳۹۷)
کیے ڈُھنڈ ڈُھنڈ سب شہر تَل اُپر	کیے دھونڈ کر سب ملک تل اُپر
(ط، ۱۸۷)	(م، ۱۰۱)

کسے هت کڑك هور پدك جوتیاں	دیا هت کڑك هور پدك لعل اسے
(س ، ۱۷۳)	(م ، ۱۲٦)
مرے پاس دھن مال هے بے قیاس	مرے پاس دھن مال هے لی متا
(س ، ٥٢)	(م ، ٦٥٠)
پچھونڈے بندیا سب کے هت زوسوں	پچھونڈے بندیا لشکری استوار
(س ، ٦٦)	(م ، ٣٧٠)
بھرائے مجالس ولے در ولے	او منزل به منزل ولے در ولے
(س ، ١٦٥)	(م ، ٦٩١)
که کیوں دو کھنڈے مائیں گے یك میان میں	سما ناسکے میان میں دو فرنگ
(ط ، ١٥٦)	(م ، ٣٨١)
کتك دن پچھیں اوشهنشاه گنبھیر	کتك دن پچھیں لشکری نام دار
(ط ، ١٧٧)	(م ، ٥٣٢)
کتك دن پچھیں جو خدا اس اپر	کتك دن پچھیں آج کیتا کرم
(س ، ١٢٠)	(م ، ٣٦٢)
کتك دیس بعد ار جو گھر آئیا	کتك دیس بعد از کوں آئے وهاں
(ط ، ٢٠١)	(م ، ٦٩٢)
غواصی گرچه کمینا پنکھی هے سائیں اگر	غواصی کمینے پو کرنا نظر
	(م ، ٧٠٢)
(مخطوطه کلیات غواصی ص ١١٧)	
سدا سر کوں بس یك چندوٹی تجھے	جو کھاندے چو الا چندوٹی هے سیر
یو دو بونٹ کی بس لنگوٹی تجھے	لنگے پاؤں هور یك لنگوٹی هے پھیر
(ط ، ٤٦)	(م ، ٨٠)

یو ظاهر دسے پھول پھانٹے نمن سجن بن منجے پھول کانٹے دِسے
و لے تیز باطن میں کانٹے نمن اوکا نٹیاں کوں کئی لاک پھانٹے دِسے
(م، ۲٤۸)　　　　　　(ك، ۱۹۷)

زبان اور اسلوب بیان کی متذکرہ بالا مثالوں پر نظر ڈالنے کے بعد، یہ رائے قائم کرنے میں دشواری نہیں ہوتی کہ مثنوی مینا ستونتی. سیف الملوك اور طوطی نامہ کے مصنف ھی کی تصنیف ھے۔

عواصی کی تینوں مثنویوں کی ایك اور مشترك خصوصیت، جو بالخصوص طوطی نامہ اور مینا ستونتی میں نہایت واضح ھے، وہ ان مثنویوں کے کردار، اور ان کے مسائل ھیں۔ ایسا معلوم ھوتا ھے کہ عواصی کو طبعاً صنف نازك کے مسئلے سے کچھ خصوصی دلچسپی تھی۔ اس کا قلم اس موضوع پر خوب جولانیاں دکھاتا ھے[1]۔ شوخ و شنگ

---

(۱) عواصی کے شاعرانہ شعور، اور اس کی جذباتی زندگی کا یہ پہلو، اس کے تغزل میں بھی نمایاں ھے۔ شاید عواصی، اردوے قدیم کے دکنی اسکول کا سب سے بڑا غزل گو شاعر ھے۔ اس کی غزلیں، شوخی و وارفتگی، والہانہ شیفتگی اور خود سپردگی کی ایسی شدید کیفیات کی غمازی کرتی ھیں، جن کے مقابلے میں کبھی کبھی جرأت، مومن، حسرت، اور جگر کے تجربات محبت بھی بے رنگ معلوم ھوتے ھیں۔

حسیناؤں کی عیاریاں اور ان کے مکر و فریب، آشفتہ دل عاشقوں کی وارفتگی، پاکدامن عورتوں کی عفت کوشیاں، کٹنیوں کی پر فریب کوششیں، یہ وہ مسائل ھیں جو طوطی نامہ اور مینا ستونتی کے صفحات پر بکھرے ھوئے ملتے ھیں۔ کہیں عشرت کوش حسینائیں سادہ لوح مردوں کو بیوقوف بنا رھی ھیں؛ کہیں شوریدہ سر نوجوان، فکر فضول اور جرأت رندانہ کے حربوں سے لیس، عفت مآب حسیناؤں کے دامن کو داغ دار کرنے پر مُصر ھیں، غرض جنس کے مسئلہ سے متعلق، مذھب اور سماج کی عاید کردہ پابندیاں، اور ان کے خلاف جذبات انسانی کی مسلسل بغاوت؛ طبع انسانی کے داخلی تقاضوں، اور خارجی بندشوں کی اس ازلی کشمکش سے غواصی کو بڑی دلچسپی معلوم ھوتی ھے؛ اور وہ عمیق نفسیاتی بصیرت، اور فن کارانہ کمال کے ساتھ ان مسائل کو شعر کے قالب میں ڈھال دیتا ھے۔ غواصی نے اپنے فنکارانہ شعور کے اس مخصوص رجحان کے متعلق ایک جگہ خود بھی اشارہ کیا ھے۔ طوطی نامہ کے تمہیدی اشعار میں وہ کہتا ھے کہ جب میں نے دنیائے شاعری میں ایک نیا کارنامہ سرانجام دینے کا ارادہ کیا، اور مختلف موضوعات پر نظر دوڑائی، تو میں نے بالآخر طوطی نامہ کو منتخب کیا، کیونکہ اس کا موضوع، اور اس کے مسائل، میری دلچسپی اور مذاق کے مطابق تھے۔

جو دل طوطی نامه پو دوڑائیا
مناسب مرے طبع کے آئیا

غواصی کے اس دوق و پسند کی صدائے باز گشت، اس کی تینوں مثنویوں، بالخصوص طوطی نامه اور مینا ستونتی میں واضح طور پر سنائی دیتی ھے ۔ ان مثنویوں کی مجموعی فضا، قصوں کے کردار، ان کے مسائل، اور ان کے اسالیب بیان میں جو غیر معمولی تشابه اور هم آهنگی پائی جاتی ھے، اس کا اندازه ذیل کی دو یك مثالوں سے هوسکتا ھے ۔

پاکباز حسینائیں، ایسے تیر ابرو سے گھائل هونے والے مردوں کی چشم نمائی کر رهی هیں ۔

خیانت کری آلك سیتے مجے نجھاٹا تو واجب نه تھا یوں تجے (ط، ۱۸۶) کبھی یوں تو واجب نہیں ھے تجے جو نزدیك آکر بجھاوے مجے (س، ۱۲۸)	نه تھا تج کوں واجب اے جان عزیز جو ایسی کیا بات توں بے تمیز (م، ۴۳۰)

پاکدامن اور مظلوم عورتیں اپنی آه کی تاثیر پر یقین رکھتی هیں:

اگر نئیں تو یك آه سوں مار دم دو جا کوی هوتا تو کرتی بھسم (ط، ۴۳)	کروں آه تو هوے بادشاهی بھسم (م، ۶۷۹)

مرے سانس کوں جان جیپال سار
جلاؤں تجھے ہور ترا شہر یار
(م، ٦٧٨)

با عصمت حسیناؤں کے اوصاف، غواصی کے الفاظ میں :

سو اونار ستونت روشن ضمیر
اتم پاکدامن و عاقل گنبھیر
(ط، ٤٠)

اتھی نار اس ایك روشن ضمیر
(م، ٥٥٢)

که اونار اوتار کُچ حور تھی
(س، ١٢٧)

چھبیلی او اوتار کُچ حور ہے
(م، ٧٠)

انے تو اسے ستونتی نار کر
(ط، ٤٠)

او ستونت ناریاں میں اوتار ہے
(م، ٦٩)

عہد وسطی میں مروجه اسلامی قانون کے مطابق فاسق و بدکار مردوں اور عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا دی جاتی تھی۔ اگرچه میناستونتی اور طوطی نامه دونوں ہندوستانی اصل کے قصے ہیں، لیکن غواصی نے جہاں قصے کی تفصیلات اور جزئیات میں آزادانه تصرف کیا ہے، بدکار عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا بھی دی ہے۔ طوطی نامه میں جہاں عشرت کوش عورتوں کی بہتات ہے، جگه جگه عورتیں سنگسار ہوتی بھی نظر آتی ہیں۔ مینا ستونتی میں بھی، غواصی کے قصے کے مطابق، چندا کو، لورك کو ورغلانے کی پاداش میں بالآخر یہی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔

او چاروں کو فرئیا سنگسار
کیا فسق سے پاك دونوں دیار
(ط ، ۱۳۰)

بزاں شاہ اپے گھرکوں مینا کے جا
پھریا واں تے اس نارنرکوں ملا
کیا اپنی بیٹی کوں اُن سنگسار
مونڈا سیس دوتی کوں بھایا بہار
(م ، ۵۰ - ٦٩٤)

وئیں اُس نار تے ھات دھو ایك بار
غصا آئیا سو کیا سنگسار
(ط ، ۱۱۸)

مثنوی کا ادبی جائزہ عواص کی یہ مثنوی ، اپنے قصے کی عام دلچسپی کے قطع نظر ، اپنی زبان اور ادبی قدر و قیمت کے اعتبار سے بھی ، اردو ے قدیم کے دلکش فن پاروں میں جگہ پانے کی مستحق ھے ـ قصے کا انتخاب بھی ، شعر و ادب میں غواصی کے حقیقت پسندانہ نقطہ نظر کی ترجمانی کرتا ھے ـ ھندوستانی اصل کی ایك لوك کتھا کو ، جو عہد وسطی میں ھندوستان کے مختلف علاقوں میں مقبول اور ھر دلعزیز تھی ، سترھویں صدی کے ایك اردو شاعر کا ، اپنا موضوع سخن بنانا ، اردو ے قدیم کے فنکاروں کے اس بنیادی رحجان کی نشاندھی کرتا ھے کہ یہ فن کار عہد ما بعد کے شعرا کے برخلاف ، زیادہ واقعیت پسند ، اور صحت مند فن کارانہ شعور کے حامل تھے ـ وہ اپنے مقامی ماحول اور مقامی روایات سے شاعری کا مواد اور آب و رنگ

حاصل کرتے تھے۔ طوطی نامہ بھی غواصی کے اسی رجحان کا آئینہ دار ہے ۱۔ پھر غواصی، عہد قدیم کے ان قصوں کو، اس کے اپنے عہد کی معاشرت اور تمدن سے علحدہ کر کے نہیں دیکھتا؛ بلکہ وہ اپنے عہد کے تمدن اور سماجی حالات کو، قدیم مقامی تمدن کا ایک فطری تسلسل سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بے تکلفی کے ساتھ، اپنے عہد کے مسلم معاشرہ کی مخصوص روایات کو بھی، عہد قدیم کے ہندوستانی قصوں میں داخل کرتے ہوے نہیں جھجکتا۔ جیسا کہ صحفات گذشتہ میں صراحت کی گئی، طوطی نامہ، اور مینا ستونتی، ہندوستانی اصل کے ان دونوں قصوں میں، غواصی کے بیان کے مطابق بدکار عورتوں کو سنگسار کرنے کی سزا دی گئی ہے۔ اسی طرح مینا ستونتی کے سارے کردار لورك، مینا، چندا اور بالا کنوار، ہندو دھرم کی نمائندگی کرتے ہیں، لیکن غواصی، مسلمانوں کی مذہبی تلمیحات اور روایات کو۔ ان کرداروں کی زبانی بیان کرتے ہوے پس و پیش نہیں کرتا۔ مینا، دوتی پر، عصمت و عفت کے

---

(۱) غواصی کا طوطی نامہ، جو آج تك بھی اردو ادب میں اپنی طرز کا منفرد شاہکار ہے، عظیم لاطینی فنکار بوکیشیو کی "دی کیمران" کی یاد دلاتا ہے۔ راقم کا خیال ہے کہ نظم میں "طوطی نامہ"، اور نثر میں "سب رس" دکنی زبان و ادب کے اعلی ترین فن پارے ہیں۔

عظمت و تقدس کو واضح کرتے ہوے کہتی ہے:

دئیے اِسمٰعیل سیس کعبے بدل
مری شرم ہے ریب کعبہ نچھل

کسی اور جگہ کہتی ہے:

رکھے شرم جس کا سو او ذو الجلال
سکے ظلم کرنے کون کس کا مجال

توکل رکھی ہوں میں رحمان پر
وہی دینہارا ہی ست کا اَجَر

کسے قرب ہی جان ہور مال کا
مجے قرب ہی پاك رحمان کا

مرے سر پہ سایہ ہے سبحان کا
مجے پشت ہے اپنے ایمان کا

غواصی کی یہ مثنوی، قدیم دکنی شاعری کے عام میلان کے مطابق، سادگی اور حقیقت پسندی کے بعض بڑے دلچسپ نمونوں کی حامل ہے۔ دکن کے قدیم شاعروں کی واقعیت پسندی، اکثر اوقات قدیم عرب شاعروں کی یاد دلاتی ہے، جو زندگی کی حیاتی حقیقتوں کا برملا اظہار کرتے ہوے نہیں جھجکتے تھے، اور بسا اوقات تہذیب و شائستگی کی حدود سے بھی تجاوز کر جاتے تھے۔ دوتی مینا کو ورغلانے کی پے در پے کوششیں کرتی ہے،

اور مختلف حربے اس کو رجھانے، ڈھلتی ہوئی جوانی کا احساس دلانے، اور اس کے جذبات کو برانگیختہ کرنے کے اختیار کرتی ھے۔ ایك موقع پر جب مینا کے استدلال کے جواب میں دوتی کہتی ھے:

سنی بات دوتی، کہی، سن پری
یو سَت ھر کسی پر خرابی کری
کرے جیو اُپر گھات یاتن کوں زیاں
دنیاں میں نہ رکھنا جوانی کوں راں
پیا بن سو کیوں سیج بھاتی تجھے
یکیلی کوں کیوں نیند آتی تجھے
نہ رکھنا ھے دو دن کی دنیا میں لاج
سُبا کرنے کا کام کرنا ھے آج

مینا، ترغیب و تحریص کی ان مسلسل کوششوں سے تنگ آکر بالآخر پوچھ بیٹھی ھے:

کہی سن کے مینا، تو کرتی ھے جھات
توں سچ کھول کر بول تیری تو بات
کری تھی کتے مرد تو آج لگ
جو منج کوں کرو کر پڑی ھی بلگ

اس کے جواب میں دوتی کا یہ راست اور مختصر جواب ملاحظہ ہو:

سنی بات دوتی، کیتی کچھ نہ لاج
که بارے بیتی یو قبولے گی آج

که نھن ین میں دو چار، جانی میں دس
بڈی ھوئی اتا بھر کو آتا ھوس

دو بیویوں والے سپاھی کی حکایت بھی، سوکنوں کی باھمی رشك و رقابت کے جذبات کی ایك مختصر، لیکن راست اور بے نقاب تصویر ھے۔ اندھیری رات میں چور موقع پا کر بالاخانه کی سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ سپاھی کی پہلی بیوی بالائی منزل میں سو رھی تھی، اور کمسن بیوی نچلی منزل میں۔ سیڑھیوں پر پاؤں کی آھٹ سن کر یکے بعد دیگرے دونوں کو خیال ھوا که ان کا شوھر بالائی منزل پر جانا چاھتا ھے۔ اس موقع پر جو پر لطف ڈرامائی منظر شاعر نے کھینچا ھے، اور دو سوکنوں کے بنیادی جذبات کو جس پر مزاح انداز میں بے نقاب کیا ھے، وہ غواصی کی نفسیاتی بصیرت، مزاح نگاری، اور اس کے فن کی سادگی اور پرکاری کا ایك بھر پور نمونه ھے:

سیڑیاں پر دھریا پاؤں چڑنے بدل
بجیاں پاٹراں سب بنیادی سوں کھل

رھتی تھی مہاڑی تلے جو سندر
اٹھی ھڑ بڑاتی سنچل دیك کر

کبھی مرد جاتا ہے سوکن کے پاس
پکڑ پاؤں جا اس کے محکم سراس
بڑی کا جو آواز یو کان میں
پڑیا، سو چلی دوڑ سیڑی کنے
چلا ہات بالاں کے تئیں پینچ بھر
لگی کھینچنے، مرد اپنا کر کر
اُپر سوں کہی، سن یو سوکن مری
یتے دن رکھی، کیا نظر نئیں بھری
کتے دن پچھیں آج کیتا کرم
اپر آنے دے، چھوڑ ری بے شرم
نھنی بولتی، اس نہ چھوڑوں اِتال
اوپر جائے تو پاؤں توڑوں اِتال
تلیں ہور اُپر سوں لگیاں کھینچنے
آیا چور کا جیو ہونٹاں منے
خدا کس نہ پاڑے ایسے بند میں
پڑیا چوڑ جوں دوئی کی دند میں
دیتیاں چور کوں سخت آزار او
ہوا چوری کرنے تے بیزار او
دو ناریاں کا اونر شبینے تے بھر
تلک آنیا پیس اپنے مندھر

دیکھیاں سوگیاں نہاس، بے آب ہو

پڑیا چور ونیں، سخت بے تاب ہو

مینا کی ربانی شاعر نے، ایك ستونت حسینه کی جو طویل حکایت بیان کی ہے، اس میں وہ منظر بھی قابل دید ہے جہاں اس پاکدامن عورت کے شوهر کا باوفا دوست، ایك دن اچانك اس سے محبت کا اظہار کر بیٹھتا ہے۔ اس جرأت بیجا کے جواب میں باعصمت حسینه کا ردعمل، ایك سیدھی سادی، لیکن عصمت کوش عورت کے احساسات کی کس درجه حقیقی اور فطری تصویر ہے:

سی سو سکی، موں کوں لا دونوں هات

انجو ین میں لیا. کہی، اے سجات

نرے هور مرے مرد کی آشنای

ہمیں هور تمیں جیوں سگے بھان بھائی

کہی یو سو کس دهات معنا ھوا

مگر دور آخر زمانا ھوا

نه تھا تج کوں واجب، اے جان عزیز

جو ایسی کیا بات توں بے تمیز

دوتی اور مینا کے مکالمے ھر جگه نہایت جاندار اور پر اثر ہیں ۔ اگرچه اس مثنوی کا بیشتر حصه ان ہی دو کرداروں کے باھمی مکالموں پر مشتمل ہے، جس کے دوران

ذیلی حکایتیں چلی آتی ہیں ، لیکن یہ مکالمے اس درجہ دلچسپ
اور مدلل ہیں کہ کہیں اکتاہٹ کا احساس نہیں ہوتا ۔ دوتی
ہر مرتبہ ترغیب و تحریص کے مؤثر ترحربے استعمال کرتی
ہے ۔ مثنوی کے وہ اشعار ، جہاں دوتی ، مینا کو ورغلانے
کی کوشش کرتی ہے ، زندگی کے حقیقی اور واقعی تجربات ،
انسانی جذبات کی وقعت اور وزن ، اور زندگی کی مادی
اور جسمانی آسائشوں کی اہمیت کی بڑے مؤثر طریقے پر
ترجمانی کرتے ہیں ؛ اور دوتی کی گفتگو ، اس کے مکر
و فریب کے بنیادی مقصد کے باوجود ، کہیں بے جان نہیں
معلوم ہوتی ۔ اس کے حواب میں ، مینا وقف شدہ محبت ،
اور عصمت وعفت کی نصب العینی قدروں کی علمبردار ہے ۔
اپنے محبوب شوہر کے لیے اس کے وقف شدہ جذبات ،
محبت کے نصب العینی نمونے کی کشش کے حامل ہیں ۔ اس
طرح دوتی اور مینا کے مکالموں کے ذریعہ ، شاعر نے زندگی
کی مادی اور روحانی قدروں کا ایک بڑا دلچسپ تصادم پیدا کیا
ہے ۔ زندگی کا یہ ازلی المیہ ، مادی اور روحانی اقدار کا یہ
تصادم ، جس میں زندگی کی یہ دونوں قوتیں ، اپنی اپنی جگہ حق
پر مبنی معلوم ہوتی ہیں ، اور ہر ایک اپنی پوری قوت و طاقت
کے ساتھ دوسرے پر حملہ آور ہوتی ہے ، مینا ستونتی کے قصے
میں ، اعلی ادب کی ایک واضح جھلک پیدا کردیتا ہے ۔

دوتی کی گفتگو کے دو ایک حصے ملاحظہ ہوں ۔

دنیا کی ہوس کُچ نہ دیکھی ہے توں
دنیا کی لذت کُچ نہ چاکی ہے توں

خدا کے ولیاں، عالماں ہوا فقیر
اون کوں بی دنیا کی آتی فکیر

دنیا سوں شر کوں سدا مان ہے
دنیا سوں شرم، دھرم، ایمان ہے[1]

توں ست کوں پتیا کر سکو ہو ہلاك
یو ست ڈال دے بهوت پاوے گی بهاگ

سینا سخت ترا سہ حیتی ہے توں
ملا زہر امرت میں پیتی ہے توں

ندل گڑ اڑاوے گر حسے میتی
یکیلی سینا پھٹ مرے کاپتی

مرا آس برلا چنچل کرن بھری
جوانی چلی باؤ ہو صرصری

جوانی کی کوئی وسند پایا نہیں
جوانی گئے پر سہایا نہیں

کہتے ہیں جوانی گئے پر اونار
کہ جیوں دیں ڈھل جا پڑے اندکار

(۱) غواصی کے یہ اشعار، نظیر اکبرآبادی کی نظموں ''مفلسی'' اور ''پیٹ کے لیے'' کے بعض دلچسپ حصوں کی یاد دلاتے ہیں ۔

اس کے جواب میں مینا کے جذبات کا ردعمل دیکھیے ۔

اگر سور اسمان تے آے گا
اگر چاند آمنج کون ازماے گا

اگرکُئی ملک ہوے صاحب جمال
اگر کوئی مقبول ہوے جگ اجال

تو لورك سے ایلاڑ ہیں سب تمام
او سر تاج میرا منجے اس سون کام

دوجے تے بھلا موت آنا منجے
بھلا ھے قبر کا بچھاسا منجے

پرای سیج میں جاپس کون سلاون
سو او سیج ماٹی میں کیون ناملاؤن

مرے ست کے دریا کالورك غواص
نہ لے سے کُئی اس باج موتیان کی راس

پرت کا مرے دھن پو بیٹھیا ھے ناگ
سکے کون لینے کون تن میں ھے آگ

مثنوی کے وہ اشعار بھی جہاں دوتی کی جانب سے ورغلانے کی مسلسل کوششوں ، اور مینا کی جانب سے اسکی مدافعت کو مجازی (allegoric) رنگ میں پیش کیا گیا ھے ، شاعر کی قادر الکلامی اور فنی پختگی کے نمونے ہیں ۱ ۔ مثنوی کا بیشتر

---

(۱) ملاحظہ ہوں اشعار ۵۹۲ تا ۶۰۰

حصہ چونکہ دوتی اور مینا کے مکالموں پر مشتمل ھے ، اس لیے
غواصی نے ان مکالموں میں فطری رنگ پیدا کرنے کے لیے ،
انہیں اپنے عہد کی عورتوں کی زبان ، اور ان کے محاوروں سے
آراستہ کیا ھے - جسکی وجہ ھے ان مکالموں میں بڑی برجستگی ،
روانی ، اور بے ساختہ پن پیدا ھوگیا ھے - پیار بھرے اور
محبت آمیز انداز میں مخاطبت کے طریقے ، کوسنے اور بد دعائیں
دینے کے انداز ، عرض دکن کی قدیم نسوانی زبان کے بیسیوں
محاورے اور فقرے ، اس مثنوی میں محفوظ ھو گئے ھیں -
جہاں تك راقم کو یاد پڑتا ھے ، غواصی کے کسی ھم عصر
یا پیش رو شاعر کے کلام میں ، دکن کی قدیم نسوانی زبان کے
اتنے وافر نمونے نہیں ملتے ۱ - چند مثالیں ملاحظہ ھوں :

بلا پیو کی میرے ، پڑو تج اُپر
لڑو سانپ بیچھو ترا جیو جگر

او لورك جو میرا ھے بالا کنوار
بلا دور کروں بادشاھاں ھزار

مرو نار او پاپنی استری
جن ایك چھوڑ ، دوجے اُپر من دھری

---

(۲) غواصی کے بعد ھاشمی کا دیوان ریختی ، قدیم دکن کی عورتوں کی
زبان کے ایك نایاب ذخیرہ کی حیثیت رکھتا ھے -

پرای بھار کے کوں سناوے گلا
تو اس جای کوں موت آنا بھلا
بگانے کوں جو مکھ دکھای خوب تر
بھلا ہے چھپے مکھ او ماٹی بھتر
بغیر پیو مـج سیج کھاتی دسے
کوڑاتی ہے چپ آس کائی منجے
اِتا سن یو ناچیز کٹنی حُھٹی
کتی ھون اتا سن یو، بختاں بھٹی
میں سمجی توں تحقیق مکر زناں
بوڈی بھار کی سوں ہے ملنا منا
کتی دیك اورك كوں توں گاودی
ھوے بال اجلے، نکو کر بدی
نهنا کام یو ناکروں تو چونڈا
سٹوں گی ترت اپنے سر تے مونڈا
بزاں دوتی بولی اے بیٹی مری
مرا جیو قربان تج پر کری
سنی سو گیا سب سینا پھوٹ کر
فکر سوں کلیجا گیا ٹوٹ کر
اجوں لگ کنی ہے توں کیسا پیا
او اجڑیا تجے رنج ایسا دیا

توں نادان بالی مرے ہات کی
کیا معنایتا شوخ ہو بات کی
توں نھنواد چھوری، تجے فام کیا
چندر کی صورت ہے، تجے وھام کیا
کبھی، بھاگونتی، جلو تیرا بھاگ
جو کھاتی توں اپنی جوانی کی آگ
ہر ایك بات کرتی ہے توں زار زار
پڑو تیرے دامن میں جلتے انگار
بھلا ھی توں اپنا کیا پائے گی
اگے پند میری توں ارمائے گی
میری بات کوں تو سمجھتی ھی دند
اٹھی دود کی جھل تو کہتی ہوں پند
نہیں تو عرض کیا منجے بولنا
سنم کھوڑ پر گونہراں رولنا
بڈی سن کو بولی، نکو کر یو بات
ستم ہوکے کرتی توں اپنے پہ گھات
کبھی، توں سنی نئیں اچھے کی بیاں
مُسکی آپنا جیو تو سارا جہاں
اِتا کیوں ترا دل نگر گھٹ ہوا
یو سنبات کیا تج کوں او چٹ ہوا

اِتا کیوں تو کوّال پر من دھری
اِتا کیوں ترا جان اس پر کری
عجب ہے ترا دل نہ اس تے بھگیا
کیا سحر تیوں دھیان اس کا لگیا
تو آخر ہے گندی، خم کھوے کی
برا کہا، برے گود میں سوے کی
پُھٹو دود مرا ترے بالے بال
سزا دیوے اس کا تجھے ذو الجلال

آخر میں اِملا کے ان اصولوں کے متعلق چند امور کی صراحت ضروری معلوم ہوتی ہے، جو اس مثنوی کی تدوین میں ملحوظ رکھے گئے ہیں۔ قدیم دکنی مخطوطات کے املا کے بعض اصول، معیاری اردو کے مروجہ املا کے اصولوں سے مختلف تھے۔ مثلاً لفظ ''اُس'' قدیم مخطوطات میں ''اوس'' کی شکل میں ملے گا، ''اِتا'' ''ایتا'' کی شکل میں۔ پیش نظر مثنوی کے متن میں، الفاظ کی جو صوتی شکل؛ شاعر نے منظوم کی ہے، اسے موجودہ اِملا کے مطابق لکھا گیا ہے۔ مثلاً اگر شعر میں لفظ ''اِتال'' باندھا گیا ہے، تو اسے ''اِتال'' ہی لکھا گیا ہے، اگرچہ مخطوطوں میں وہ ''ایتال'' کی شکل میں ملے گا۔ اسی طرح لفظ ''کوئی'' کے دکنی تلفظ میں (ہ) اور

(ı) کے دو متصل مصوتے نہیں پائے جاتے، بلکہ یہ (o)
اور (i) کے ایک امالہ (diphthong) کی شکل میں ملتا ھے؛
جیسے موجودہ املا کے مطابق "کُئی" لکھا جا سکتا ھے۔
البتہ ایسی صورتوں میں جہاں کسی لفظ کے املا کو،
صحیح دکنی تلفظ کے مطابق لکھنے میں، لفظ کی شناخت
میں دشواری پیدا ھوتی ھو، اسے مروجہ املا کے مطابق
ھی لکھا گیا ھے۔ مثلاً "صورت" دکنی تلفظ کے مطابق
شعر میں "صُرت" باندھا گیا ھے، لیکن لفظ کا یہ اِملا
نامانوس ھے، اور اس سے لفظ کی پہچان میں دشواری
ھوتی ھے۔ اس لیے ایسے الفاظ کو مروجہ املا کے مطابق
لکھا گیا ھے۔ ایسی صورتوں میں جب تک الفاظ کو
صحیح دکنی تلفظ کے مطابق نہ پڑھا جائے، مصرعے بحر سے
خارج معلوم ھوتے ھیں۔ اگرچہ قدیم شعرائے دکن عربی
اور فارسی الفاظ کو ضرورت شعری کے پیش نظر، جب
چاھتے ھیں، عربی یا فارسی کے ابتدائی تلفظ کے مطابق بھی
استعمال کرتے ھیں۔ دکنی کے ایسے الفاظ جن میں "ہ"
کا صوتیہ درمیانی حالت میں آتا ھے، ان میں بالعموم "ہ"
کی جگہ بدل جاتی ھے، اور اکثر و بیشتر "ہ" کا صوتیہ،
اس سے پہلے واقع ھونے والے صوتیے سے مل کر، اس
صوتیہ کی متنفس شکل اختیار کر لیتا ھے۔ کسی صوتیہ کی

متنفس شکل کے لیے دو چشمی ھ کا التزام رکھا گیا ہے۔
مثلاً لفظ "مہینے" کا دکنی تلفظ "مہینے" ہوگا؛ "رہا"
کا تلفظ "رھیا"، اور "کہا" کا "کہیا"[1]

پیش نظر مثنوی میں چند اشعار ایسے بھی ملتے ہیں،
جن میں قافیہ غائب ہے۔ ایسی شاذ مثالیں طوطی نامہ
اور سیف الملوک میں، بلکہ کلاسکی دکنی کے اکثر شعرا کے
کلام میں نظر آتی ہیں۔ اس کا سبب بظاہر یہی معلوم
ہوتا ہے کہ سالہا سال کے طویل عرصے میں ان ادب
پاروں کا، صحیح متن ہم تک نہیں پہنچ سکا ہے۔

مثنوی میں بعض مصرعے ایسے بھی ملے، جن کا
صحیح متن، مثنوی کے پیش نظر نو مخطوطوں میں سے
کسی نسخے کی مدد سے بھی متعین نہیں ہو سکا۔ کہیں
مخطوطے کا ورق کرم خوردہ ہے، اور کہیں کم سواد
کاتبوں نے، بے معنی الفاظ کے ذریعہ خانہ پری کر دی ہے۔
ایسے مصرعوں کو مختلف مخطوطات کے مختلف الفاظ کی
مدد سے، از سر نو تشکیل دینے کی کوشش کی گئی ہے
ان مصرعوں کے آگے نشان (*) دے دیا گیا ہے۔

---

(۱) قدیم دکنی کی متذکرہ صوتی خصوصیات سے راقم نے اپنے
مقالہ "دکنی زبان کے بعض لسانی رجحانات" میں تفصیل
سے بحث کی ہے، ملاحظہ ہو، "مجلہ عثمانیہ، دکنی ادب نمبر،
سنہ ۱۹٦٤ء"۔

مثنوی کا یہ تعارف ادھورا رھے گا اگر میں ان اصحاب کا ذکر نہ کروں جن کے قیمتی مشوروں سے میں نے اس کی ترتیب و تدوین کے دوران میں استفادہ کیا ھے۔ محترم ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے مثنوی کے تدوین کے مختلف مرحلوں میں، اپنے گراں قدر مشوروں کے ذریعہ میری رهنمائی فرمائی۔ متن کے بعض الجھے ھوے مصرعے اور پیچیدہ الفاظ جو کھل نہیں سکے تھے، ڈاکٹر صاحب کی مدد سے حل ھوے۔ دکھنی کی پیچیدہ عبارتوں کو کھولنے میں، ڈاکٹر صاحب کی لسانی اور صوتیاتی بصیرت سے، میں نے راست اور بالواسطہ طور پر بہت کچھ استفادہ کیا ھے۔ میرے فاضل دوست ڈاکٹر ایس آر کلکرنی، صدر شعبہ مرھٹی، عثمانیہ یونیورسٹی، جو دکنی زبان و ادب کے بھی مزاج شناس ھیں، اس مثنوی کی ترتیب کے متعدد مرحلوں میں میرے برابر رفیق رھے ھیں۔ قصے کے ماخذ کا سراغ لگانے میں ابتداً میری محترم دوست ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے مجھے راہ دکھائی۔ پھر میں نے جناب ڈاکٹر نذیر احمد، صدر شعبہ فارسی، علی گڑھ یونیورسٹی، اور جناب پروفیسر سید حسن ڈائرکٹر ریسرچ انسٹی ٹیوٹ پٹنہ، سے مراسلت کرکے ضروری لٹریچر حاصل کیا، جس کے لیے میں ان دونوں عالموں کا بھی متشکر ھوں۔ ابتداء میں جب میں نے اس

مثنوی کو مرتب کرنے کا ارادہ ظاھر کیا تو مرحوم
مولوی نصیر الدین ھاشمی نے بڑے جوش و خروش کے
ساتھ میری ھمت افزائی کی۔ اسٹیٹ لائبریری کا ایك اھم
مخطوطه بے جگه ھو کر کہیں گم ھو گیا تھا، موصوف نے
کئی گھنٹے چھان بین کرکے اسے ڈھونڈ نکالا۔ مرحوم کو
اس مثنوی سے اسطرح دلچسپي تھی که اسے مخطوطات کے
ڈھیر سے نکالنے، دکنیات کے طالب علموں کو اس سے
روشناس کرانے، اور اس کے مصنف کا سراغ لگانے
کے سارے مراحل انہوں نے ھی انجام دیے تھے۔ موصوف
کا اصرار تھا که میں کسی طرح ڈسمبر سنه ٦٣ ء سے پہلے
ھی اس کو مکمل کرکے شائع کردوں، لیکن عملی دشواریوں
کی وجه سے یه ممکن نه ھو سکا۔

غلام عمر خاں

حمد

کہوں حمد میں پاك رحمان کا
که او حمد زیور ہے ایمان کا

جمع حمد اُس کوں سزاوار ہے
که جن جگ کوں پیدا کرنہار ہے

او خالق ہے سب خلق کا خاص و عام
او مالك اہے مُلك سب کا تمام

او رزاق ہے رزق کا دینہار
که دینے کو اُس کے کرے کون شمار

کتیاں کوں دیا مال[1]، دھن سروری
کتیاں کوں دیا فقر سوں مہتری

کتیاں کوں صَبر دے کے صابر کیا
کتیاں کوں فقیری میں نادر کیا

ہوے فقر سوں اولیا ہور امام
سدا فقر سوں انبیا تھے تمام

---

(۱) مطابق (ب)، (الف) ملك کی سروری.

فقر کا اسی نارنر کوں ھے آب
حیا کا ھے جس مُکھ اُپر آب تاب
حیا کا نگہبان ھے ذو الجلال
وھی ست رکھنہار ھے بے مثال
۱۰ کتیاں کوں حیا سوں رکھیا استوار ۱
کتے بے حیا ھیں سدا خوار زار ۲
حیا کا رتن رب دیا جس کے ھات
ھوی نار ستونت، ھور نو تُجات ۳
الٰہی شرم دھرم تُج پاس ھے
ھمن کو ترے کرم کی آس ھے
تو ستار ھے، عیب داراں ھمیں
تو کرتار ھے خوار زاراں ھمیں
گنہ مں نپٹ چُور ھیں اے قوی
دلاں پر دکھا تازگی نت نوِی

در نعت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و سلم

الٰہی رکھیا توں بندیاں کی شرم
نبی کو دیا بھیج کیتا کرم

---

(۱) (ب) (ج) (ف) (ل) ھے سنوار (۲) کتے بے حیا ھو پھرے خوار زار (۳) مطابق (ف) (ل)، (الف) زینت سنگات ۔

منور کیا جس تے اسلام کوں
شفاعت دیا خاص هور عام کوں
شفیع او[1] حشر سات کے وقت کا
او سلطان معراج کے تخت کا
او هی سرور عالم و شهر یار
قناعت کیا جن اُپر عین بار
صَبَر جس کے گھر کا کَوا تا هے داس
پڑیا هے توکل سو جس دار پاس

۲۰ محمد نبی خاتم الانبیا
شرف جس تے حق جگ میں همنا دیا
منور کیا جگ کوں اس نور سوں
دیا روشنی سب کوں اس سُور[2] سوں
جُکُئی رب کوں مانے ، نمانے رسول
نہیں دوست حق کا نہ کس کَن قبول
دیا جس کوں تشریف لولاك کا
هوا جس تے مظهر یو افلاك کا
نبی تے همیں پائے رب کا پچهان[3]
تُٹیا دل میں تے کفر کا سب گمان
تصدق همن سار کے کئی هزار
محمد کے نعلین پر بار بار

---

(۱) مطابق (ب)، (الف) (ل) هے اوعرصات (۲) مطابق (ی)، (الف) نور (۳) (ب) نشان۔

نا اچھتے کمن کون جو او مہربان
تو اچھتے ہمیں سب جہنم کے ٹھان

ہزاران کمن بہشت کے نیك نام
محمد پو صدقہ ہیں سارے تمام

محمد کے بعد از صفا چار یار
نبی روح تھے ، او عناصر چہارا[1]

امام ہے ابوبکر ایمان کے
خلیفے نبی بعد انسان کے[2]

۳. عمر کے عدل کا رہیا ہے نشان
خجل جس انگے عدل نوشیروان[3]

منور مکمل تھے عثمان ذات
حیا کے اتھے گو نہران جس کے ہات

سو شیران میں ہے شیر حضرت علی
انو کی شجاعت کی ہے کھلبلی[4]

علی تھے شجاعت میں روشن کمال
خجل جس شجاعت سوں رستم کا حال[5] *

شہیدان میں سرور حسین و حسن
حسن بعدازان میر[6] میران رتن

---

(۱) (ن) (و) کہ اصحاب یعنی وزیران چہار (۲) مطابق (م) ، (الف) اسلام (۳) مطابق (ب) ، (الف) خجل جس عدل کا ہے نوشیروان (٤) یہ شعر صرف (ب) میں ملتا ہے (٥) (ب) چال (٦) (ف) پیر ۔

محی الدّین معشوق جس کا ھے ناؤں
ولیاں جس قدم کا لیے کر کو چھاؤں[1]
محی الدین ولی پیر کی بول آسما
سچے دستگیر کی سبوں کو پناہ
مدد منگ کو اس تے کیا ابتدا
سنینگے سو بولیں کے رحمت سدا
نوازے ھیں بندیاں کوں بندے نواز
او صاحب جہاں کے ھیں گیسودراز
رسالہ اتھا فارسی یو اول
کیا نظم دکھنی ستے بے بدل
۴۰ عَقل فہم عرفان کا کام ھے
محبت کے دریا کا پُر جام ھے
منتھی یك حکایت عجب خوب تر
رسالہ مرا خوب شہد و شکر

حکایت بادشاہ و چندا و لورك

کہ یك شہر کا تھا بڑا پادشاہ
جہانگیر عالم میں تھا شہنشاہ
سچا عادل و مہربان شہر یار
اتھا ناؤں اس کا سو بالا کنوار ۲

---

(۱) تلمیح ھے حضرت عبد القادر جیلانی کے ان الفاظ کی طرف، جو انہوں نے حالت جذب میں فرماے تھے: " قدمی ھذہ علی رقبة کل ولی اللہ " (میرا یہ قدم ھر ولی اللہ کی گردن پر ھے)۔
(۲) (ب) (ج) (د) (ف) ع۰ نیکا ناؤں اس کا سو بالا کنوار۔

وزیراں کتک خوب صاحب کمال
ملیکاں ہزاراں سوں تھے محلے محال

اُسے گڑ، ولایت، بہت شہار تھے
سبی خلق واں کے دنیا دار تھے

یوں بستی سوں معمور سب شہار تھے
جدر دیکھے صاحب تو گلزار تھے

تھا عالم خلق سب امن میں تمام
رہتے تھے تھنڈی چھاوں میں خاص و عام

چتر بادشاہ خوب چھبیلا نول
اتھا خوش چمن میں سو دل کا کنول

تھی بیٹی اُسے ایک صاحب جمال[1]
اتھا ناؤں اس کا سو چندا کمال

۵ جھلک چاند کا جوں اُجالا دسے
سو گڑ، چلبلی نار دل میں بسے

سرو کے نمن نار، نازک ینچھل
یو پانی اُپر جیوں کھلا ہے کمول

کھڑی عشق کے آکے میداں میں
رھیا نئیں ہے طاقت دل و جان میں

سدا عشق لئی دل میں دھرتی اتھی
نہٹھے جان عاشق کوں جپتی اتھی

---

(۱) مطابق (ن)، (الف) اتھی ایک بیٹی سو صورت جمال ۔

تھا اس بادشاہی میں گوّال ایک
اِسم اس کا لورك اتھا ناوں نیك

گرُو ھانك اك دن اوآتا اتھا
شہر[1] کی گلی میں سوں جاتا اتھا

شہنشاہ کی بیٹی چھجے کے اُپر
کھڑی تھی سو دیکھی اُسے سربسر

کہی من میں ، کیا خوب سیدا ھے جان
گرُو راکتا کر ھوی پشیمان

کھڑی باٹ میں آ اشارت سوں دھر
بُلای نَزِك اس کوں گوّال کر

کھڑی ھو اشارت سو کَئی اس سنگات
کَتی ھوں تجے سرفرازی کی بات

٦٠ مرا دل لگیا تج سوں ، تو راج ھے
تجے سرفرازی کا یو ساج ھے

یو سن بات گوّال تسلیم کر
کہیا منج پو کرنا کرم کی نظر

میں چاکر ھوں تیرا نظر منج اُپر
ترا منج پو سایا ھے سر پر چھتر

سو واجب نہیں منج کوں یو کام سوں
دیکھو چھان کر بات خوب فام سوں

---

(۱) (ی) (و) چھجے -

جواب دادنِ چندا، گوّال را

کہی سن کو، گوّال اے جان یار
کی ہو تا ھے[1] گورومنے خوار زار[1]
مرے پاس دھن مال ھے لی' مَتا
مُجھے دیوں گی میں جتا ھے وتا
چھبیلا توں ھے جان، جانی منجے
لگیا جیو میرا کَتی ھوں تُجھے
وولے مال سارا یہاں تے ھلوك
ھمیں ھور تمیں مل کو جائیں پر ملوك
کتی ھوں سدا سکھ سوں مل کر رھنا
میں عاروس پیاری، توں نوشو بنا

گفت گوال، چندا را

یو سن کر کھیا، میرے کھر نار ھے
او ستونت ناریاں[2] میں اوتار ھے
۷۰ چھبیلی او او تار کُچ حور ھے
سھیلی کوں یوسف کرا نور ھے
خدا نے اسے نور ایسا دیا
چَتَر سار خاصیاں میں اس کوں کیا

---

(۱) (ف) ع. کی ھو تا ھے تو گوروان میانے خوار (۲) (ل) ناری نرا دھار ھے ۔

نہ حاجت منجے چاند ہور سُور کا
مرے گھر میں شعلہ ہے کُہ طور کا
ستارے اس انگے یوں دستے اھیں
کہ جیوں دیس کوں دیوٹیاں لائے ھیں
اسم پاك اس کا کہوں میں ٹك ایك
پتی ورتا مینا سو ہے ناؤں نیك
اسے چھوڑ جانا تو واجب نہیں
میں کس دھات سیتے لے جاوں تیرے تئیں [1]
توں ہے شاھزادی سو میں ہوں گوال
اتا تو حرص کوں توں اپنے سمال
بڑے بادشاہ ہور وزیراں امیر
سنیگے پکڑ کر کریں کے خمیر
مرا کُچ نہ جاگا ترا زیان ہے
مری نارسوں دیکھ مرا دھیان ہے

جواب دادن چندا، لورك را

یو سن بات چندا، کہی اُستوار
اپیں ھو حدا تج کوں کرتا ہے حوار

---

(۱) مطابق (ن)، (الف) ع. میں بھول مال کوں کیوں لجاوں تیرے تئیں (؟).

۸۰ جو کھاندے چوالا ، چندوٹی ھے سیر
لنگے پاؤں ھور یك لنگوٹی ھے پھیر
لنگوٹی کھٹی ھور سَڑیا گودڑا
بچھانے کوں کی ، یك پھٹیا بوریا
لیا بھارکس ھات میں جھانکتا[1] (؟)
پھرے جنگلے جنگل گُرو راکتا
تجے کائیکوں کسوت ، بچھانا ، صَدَر
ارے گاؤدی کیا توں جانے قَدَر
انبل چھاچھ کمکیاں سو تج لذتاں
تجے کائیکوں خاص کیاں نعمتاں
جو کُچ تیری قسمت ، سو توں پائے گا
ترا اودسا یو، کدان جائے گا
یو سُن بات لورك ، کھیا ، شہری
پکڑ ھات میرا کرم توں کری
توں چندا ، میں لورك ھوں چاکر ترا
بَلا دور کروں تُج اُپر جیو مرا
کئے دونوں مل اختیاری یو گَھٹ
لیے مال ھور واں تے نکلے اوپٹ
لے چندا کوں لورك جو باھر ھوا
سو یو غُلُلا جگ میں ظاھر ھوا

---

(۱) (الف) (ب) ع . لیا بارکول ھات میں جھانکتا (؟) ۔

۹۰ گئی رات ہور بھی اجالا تھیا
خبردار لوگاں کوں معلوم ہوا
سو راجا وہاں کا بیٹھیا تخت پر
خبردار اس کوں دیے یو خبر
تری پاك دامن کوں لورك گوّال
ڑا دھیٹ ہو لے گیا بد شکال
سنا بات راجا ھنسا کِھل کھلا
کھیا میرے دل کا ٹُٹیا وسوسا
کھیا اپنے لوگاں کوں موں کھول بات
گیا چوری کر، چور گوّال ذات
سو گھر اس کے مقبول یك ںار ھے
بھوت دن سوں اس پر مرا پیار ھے
کھڑیا تھا محل پر پڑی تھی نظر
انکھیاں تاب نالیا گیاں سُد بسر
صورت البیلی یك دسی ھے منجے
دیکھیا تب سوں او چٹ پئی ھے مجے
چڑے ہات میرے جو او ماھتاب
نہ نس کوں غروب ہوے او آفتاب ۱
کَیا خبرداراں کوں کشتی کوں لیاؤ
ڈھونڈو جا کے یك خوب کشتی کوں پاؤ

(۱) یہ شعر (الف) کے سوا باقی تمام مخطوطوں میں ملتا ھے ـ

۱۰۰ جتے خبرداراں رواناں ہوے
چلے دھونڈ لیتے زمیں کے چوے
لے کر آے ہزاراں میں سوں یک چنی
او تحبہ بڑی یک بُڈی کُوٹنی
لے کر آ، شہنشاہ کوں تسلیم دلاے
بہت پیار سوں تخت نزدِک بلاے
کَیا، لیا کے مینا کوں توں دے منجے
بہت مال بخشش کروں گا تجے
او محبوب اچپل عجب نار ہے
اسی پر مرا یو بڑا پیار ہے

جواب دادنِ دوتی، بادشاہ را

سنی بات دوتی نے تسلیم کر
کہی اس کوں اے بادشاہ بخت ور
اَچھو عمر دنیا میں تیری دراز
جو ہوتے ہیں تُج تے حکمت سرفراز
اگر لاک پردے اچھے جس محل
اچھے نار کُئی سات پردے وَحھل[۱]
تو ویسیاں کوں غفلت منے بھاؤں گی
ترے سامنے لیا کو دکھلاؤں گی

---

(۱) (ب) (د) (ف) (م) وجل ۔

۱۱۰ بو مینا تو کٹوال کی نار ہے
اسے بھوند لیا نا تو کیا بار ہے
بڑا کام ورما جو منج کوں سجے
ہے اس کام نے بہوت پہانت منجے
شہر کی کُٹڈیاں میں مرا ہانك ہے
مکّر زن زناں میں مرا دھانك ہے
ہنر مند ساریاں میں میں نار ہوں
بہت فند فریاں میں سردار ہوں
نہنے کام پر کیا میں دوڑاؤں دل
کریں گیاں کُٹڈیاں مار ساریاں خجل

گفتن پادشاہ، دوتی را

بو سن بات، شہ یوں کہیا، پیر زن
پڑیا تھا او میرے نظر تل رتن
دیکھیا اس کے مکھ پر حیا آب تھا
اِتا اس کے سر پر پاؤں لگ تاب تھا
دِسیا تھا منجے خوب اس کا جمال
یکایك او تُج ہات آنا محال
یکائیك پھندے میں کیوں بھاے گی
توں کس دھات لیا منج کو دکھلاے گی

جواب دادن دوتی ، پادشاه را

جلی هور بولی یو کٹنی جواب
بڑے ٹھگ فنداں میں سو میرا ہے داب
۱۲۰ پری دیو شیطان میرے نفر
بنگالے میں ہوتا ہے میرا سحر[1]
مَکَر سحر جادو میرے هات میں
پھرے سب موکّل مری بات میں
اگر کئے تو لیاؤں سرس میں کی حور
حو بولوں تو افتاب آوے حضور
ستاریاں سو رھرا اتاروں اِتال
کروں ست کوں ستونت کے پائمال
بھنا کام یو نا کروں تو ، چونڈا
سٹوں کی تُرَت اپنے[2] سرتے مونڈا
یو سن کر اپیں شاہ تشریف دیا
کِتک بے بہا بست بخشش کیا
دیا ھت کَڑک ہور پدک لعل اسے
کِتک موتیاں ہور کنٹھمال اسے
کیا ، سن توں یو بات منج پاس کا
دیا تج کوں فرصت میں چھے ماس کا

(۱) (ب) (د) ھنر (۲) (ب) موت بھا کر مونڈا .

تو حا بیگ پھسلا کے کر کام یو
اسے بھاوے تیوں کر توں آرام یو
نہ کر ظلم اس پر مرے قرب تے
ہمن عدل پر بول نالیا دوتی
١٣٠ سنو قصہ میںا کرا سر بسر
سنی جیوں او لورك گیا نہاس کر
بندی حوب دھنکڑا او اُحلا سو پاك
مانڈی چرخا، ھور موں کوں بھرلائی خاك
اپس دھول تن میں ملانے لگی
تمام روپ اپنا حلانے لگی
تلك آکے کٹنی نے کیتی سلام
دی تعظیم اس کوں بُلا نیك نام
کہی میںا ماں تو کی اچھتی ھے کاں
میں بیٹی ھوں تیری، توں ھے میری ماں
کہی کٹنی میںا کوں، ماں ھوں تری
جچی دو برس توں بیٹی ھے مری
نہ تہا دود کچ بی تری مای کوں
پلای تہی میں دود تج جای کوں
میں ھوں دائی تیری، منجے پیار کر
تجے جانتی ھوں میں دلدار کر
سلا گود میں، ھور تج کوں کھلای
بہت پیار سوں دود تج کوں پلای

پڑیا کُچ سمایا، ہوی دور مئیں
بہت یاد آتی تھی اے حور تئیں
۱٤۰ بَتیسِ دھار منج مہر کے بار بار
اُبلنے لگے تو آی تیرے دوار
پکڑ آی ہوں دل میں کر آس میں
رھوں گی کَتی ہوں ترے پاس میں
یو سن بات مینا نے پاواں پڑی
دیتی بیٹھنے اپنی بیسک پڑی
کہی بات مینا اسے سربسر
سمایا کھڑا ھے ھمن سر اُپر
کہی، تج تے اے مای صحبت ھوا
تجے دیکھتے دل کوں راحت ھوا
گیا چھوڑ ھمنا ھمارا پیا
کانوں کیوں کَتی تھی یکیلا جیا
نہ ماں بھای بی کوئی منج سات ھے
نہ باندی نہ بردا نہ کُئی ذات ھے
نہ دادی، پُھپی کُئی چچانی منجے
نہ نانی نہ خالا کھوں کیا تجے
نہ نندان نہ بھاوج، بھتیجی نہی
کری ہوں مرا دل میں سب سو غنی

یکیلی هوں میں اس وطن میں غریب
کرم توں کری تو زہے منج نصیب
۱۵۰ کہ ایسی جو صحبت خدا نے دیا
مرے پر بڑا وُن نے احسان کیا

جواب دادن دوتی، مینا را

بزاں دوتی بولی، اے بیٹی مری
مرا جیو قربان تج پر کری
میں آتے وقت یو سُنی باٹ میں
کھیا یک جنا شہر کے ھاٹ میں
مرا آشنا تھا. کھیا یو خبر
اے چندا کوں اورک گیا نہاٹ کر
سُنی سو گیا سب سینا پھوٹ کر
فکر سوں کلیجا پڑیا توٹ کر
کھوں کیا میں لورک دیا تج کوں ڈوک
اپیں مل کے چندا سوں پاتا ھے سُوک
تو کیسے کری جای تھی بختور
نہ سمجیا اُنے تُج کوں، ناچیز خر
کیسی بھاگونتی سو توں، اے سکی
اپس تن کوں کیوں کر جلا کر رکھی

تو مقبول ایسی چھبیلی ھے نار
اپس کوں جلاتوں کی ھوتی ھے خوار

کیسے بھاگ تیرے ھوئے واہ واہ
پڑیا بخت تیرے او سانڈی گوا[1]

۱۶۰ اجوں لگ کتی ھے توں کیسا پیا
او اجڑیا تجھے رنج ایسا دیا

کہی ھور رونے لگی زار زار
نصیبوں کوں مینا کے جل آہ مار

جواب دادنِ مینا

دیکھی حال مینا سونا تاب لیا
اپیں بی ذرا آنک میں آب لیا

کہی ، مائی غم چھوڑ دے اب تمام
اِتا پند دے کُچ ، توں سکلا فہام

دنیا میں بڑی توں جو ھمنا جنی
دوجا پیو لورک ھے سر[2] پر دھنی

نکو بول لورک کوں ھرگز اِتال
دَرونا مرا جل ھوا پائمال

---

(۱) مطابق (ب) ، (الف) دھیری گوا (؟) (۲) (د) (ل) سمرت دھنی -

تدھاں تے کیا چھوڑ او خوش کلام
تدھاں تے کیا گھر میں برھا مقام
خدا نے کیا ھم کوں عورت مرد
تو ھونا ھمیں اس کے پگ کی گرد
جو کچھ اُن کیا سو اسے ماف ھے
الٰہی کے نزدیک انصاف ھے
مرے پیو اپر جیو یو قربان ھے
اچھے حان اُسے حق کا آمان ھے
۱۷۰ ھمن تے برا کچھ درا کام ھوے
دونوں جگ میں او نار بدنام ھوے
اُسی نار کا موں سو کالا اھے
سو شیطاں کے موں کا جالا اھے
اُسے شیں ھے جاگا کسی ٹھار میں
پڑے گی او عورت پڑے غار میں
حدا کا اُسے سئیں ھے دیدار وان
کرے گا اُسے کیوں حدا یاد وان
او سبحان مرداں کوں دیتا شرف
لکھیا ھے برا عورتاں کا حرف
میں عورت ھوں اُس کی وو میرا سجن
سلامت رھے مرد گلشن چمن

جواب دادنِ مینا، دوتی را

سُنی بات دوتی، کہی اے نہنی
پنچھل روپ کی توں چھبیلی[1] بنی
توں ناداں بالی مرے ہات کی
کیا معنا یتا شُوخ ہو بات کی
ٹھکی ہوی ہوں، یو دل کوں لگتا عجب
یتی دھیٹ ہو بات کی کیا سبب
تری عمر پندرا برس دین کے
کہوں کیا، ترے دیس کم سین کے
۱۸۰ توں تھنواد چھوری تجھے فام کیا
چندر کی صورت ھے تجھے وھام کیا
جوانی تری دیک کر بارے بار
تڑپتا مرا جیو یت بے قرار
جوانی سدا جھاڑ کا بھار ھے
مدن مد بھریا سانپ کا لھار ھے
یو ھنگام تیرا ھے آنند کا
جو کھانے پینے ذوق کی چھند کا
جڑت روپ تیرا فکر میں نہ گھال
بھٹی غم کی لا کر، کی ہوتی نڈھال

---

(۱) (ب) اھے پدمنی۔

ہ سمجیا او لورك جو تج خاص کول
کیا نہاس کر مال کی آس کوں
اگر گاؤدی ہات ہیرا اچھے
نہ سمجھے، کہے گار چیرا اچھے
یو آخر ہے گوّال کیا جانتا
ترے پر اچھے جیو، تو او مانتا
دھریں کے لھوے کوں جو سنوار کر
جو دکھلائیں کے گاودی کوں اگر
کہے گا یو تروار ہے بے بہا
چتر دیکھ بولے، ٹکے کا لھوا
۱۹۰ چتر گاودی میں یتا فرق ہے
چتر سیانا ہور عقل میں غرق ہے
تجھے میں کتی ہوں نصیحت کی بات
تج ہنکام ٹلتا ہے دن ہور رات
سدا توں انند میں اچھنگی نہی
ترے گود میں ہے چندر جیوں بنی
اتا میں رتن پارکھی لیاوں گی
ترا جونہری روپ دکھلاوں گی[1]
ملا دیوں گی تج کوں جانی چتور
پچھانگی توں دیك اپنے حضور

---

(۱) (ف) ع ۔ ترے جوڑ کا روپ دکھلاوں گی ۔

تُجھے دیکھتے پیار آتا ہے بہوت
یو ہنگام پر پیچ ڈالی سپوت
یو جُانی سکی تیری اَپروپ ہے
مِلا دیتی ہوں یار یک خوب ہے

جواب دادن مینا، دوتی را

سُنی او سُلکھن جو ایسے بچن
لگے تیوں ہوا آگ سب اس کے تن
کہی میں بڑی کرکے سَمجی تُجھے
جو پردیس کی ہے سنگاتی منجے
منجے عقل کی بات سِکلاے گی
مرے دُکھ دَرَد کوں توں نہسلاے گی[1]
۲۰۰ سو ایسے توں دینے لگی پند یو
اُٹھے دو جہاں میں بُری گند یو
سو بدنام کرنے کو منگتی ہے توں
باتاں کر مَکَر لیا اُلنگتی ہے توں
بُڈی سن کتی ہوں تجھے میں بچن
ستی اپنے ست کوں جو رکھنا جتن
ایس پیو اُپر جن اَچھنگی فدا
یو رحمت اُسی پر رہے نت سدا

(۱) (د) ع ۔ میرے دہشتاں فکر نہسلاے گی ۔

نهی کوں فہم سوں بڑا مان ہے
بڑا ہے عَقَل نئیں تو نادان ہے
نہی کی مناجات اوّل قبول
ہے خوشنود اُس پر خدا ہور رسول
اچھی مُجان صالح تو ابلِس ڈرے
بُڈی نحش سوں مسخراگی کرے
تو ہنگام کہتی تُجے فام کیا
اچھے نیک بی بیاں تو ہنگام کیا
بُڈی ، مُجان کا دیك ایکیچ ہوس
اُبال دُود کا تیونچ دِستا ہے بس
جو سو رات کوں چوری کر کھاوتے
گیا دھڑ مسے بھر کے پچتاؤتے
۲۱۰ مِٹھا جیب میں ہے تلك بے مثال
گیا حلق میں تو ہوا پائمال
حِرص آدمی کا سمج اس وضا
یو جینا ہے دو دن ، نہ چوکی قضا [۱]
حِرص کوں جلانا اپن ہات ہے
حیا کا کفن جیو کے سات ہے
کتّی دیك لورك کوں توں گاودی
ہوے بال اُجلے نکو کر بدی

---

(۱) (ب) ع . یو جینا دو دن کا نہ چوکی قضا .

نہ ہوے گاودی، او چتُر راج ہے
مرا پیو میرا او سرتاج ہے[1]
بڈی کو ہوا تیوں دَرونا جلائی
کہ جیوں روی میں تیل بہا آگ لائی

جواب دادنِ دوتی، مینا را

کہی، بھاگونتی، جلو تیرا بھاگ
جو کھاتی توں اپنی جوانی کی آگ[2]
ہر یک بات کرتی ہے توں زار زار
پڑو تیرے دامن میں جلتے انگار
بھلا ہے توں اپنا کیا پاے کی
انگے پند میری توں ازماے کی
مری بات کوں توں سمجتی ہے دَند
اُٹھی دُود کی جَھل تو کہتی ہوں پند
۲۲۰ جوانی تری دیک آتی ہے عار
تو کہتی تُجے پند میں بار بار
نہیں تو غرض کیا تُجے بولنا
ستم کُھوڑ اُبر کو نہراں رولنا

---

(۱) (ب) ع. کہ سنگار میرا او سر تاج ہے۔(۲) مطابق (ب) (ل)،
(الف) ع. جولاتی توں اپنی جوانی کوں آگ۔

سُنا روپ تیرا برہ ڈانک لگ
ہوا ہے یو افسوس کی، آگ لگ[1]

کیتی بھیس مَیلا اپس کا زیان[2]
کہ جوں چاند کوں آکے پکڑیا گیران

چھپیا جا کے عقرب میں تیرا جمال
کہ جیوں چند پہ چھایا ہے کالا ابھال *

سُہا سے نہ کوّال تج لال کوں
دھتورا سُہے کان سرو ڈال کوں

سہا سے نہ کسوت تُجے کھونگڑی
بُری باس تن کوں لنگوٹی سڑی

سوے کھونگڑی اوڑ توں رات میں
دسے جیوں پڑا چاند[3] طلمات میں

سُہاوے سدا چاند اسمان کوں
سہاوے کی تو نار دیوان کوں

دِوانی، ملاتی ہوں بالا کنوار
ہمیشہ اچھے ذوق سوں نِت سنوار

۲۳. چھبیلیاں کری کسوتاں زرزری
پھرے خوش چمن میں توں ہو شہری

---

(۱) مطابق (ی) (م) (ن)، (الف) ع. ہوا ہے یو افسوس کی لاگ لگ۔ (۲) مطابق (ب) (د)۔ (۳) (د) (ل) سُور۔

پہنے پھول، ہور پان لوچن دسن
لگا خاص خوشبو تن، انجن نین
ہوے بخت واری بلندی نظر
چڑے شاهزادی هو، شاهی صدر
جو دوتی نے اس دهات سوں بول اُٹھی
تو ستونت مینا نے سن لھؤ گھٹی *

جواب دادن مینا، دوتی را[1]

که کیا بولتی توں مرے یار کوں
مرے من کے آدهار، دلدار کوں
بُرا بولتی سو کنا کیا اُسے
او ادمی نهنا هر کسی کوں دسے[2]
بلا پیو کی میرے پڑو تُج اُپر
لڑو سانپ بیچھو ترا جیو جگر
منگاوے جو یوسیس لورك اِتال
محبت پُچھری سوں اتاروں اِتال

---

(۱) مرتبه متن میں مینا کا یه جواب مخطوطات (ب) (ج) (د) (ی) کے مطابق ھے ۔ نسخه (الف) میں اس موقع پر مینا کا جواب، پیش نظر متن میں شعر ۲۸۳ سے شروع هوتا ھے ۔ لیکن جیسا که مرتبه متن کے اشعار ۲٤٤ تا ۲٥۲ سے واضح ھے که یه اشعار دوتی کی گفتگو (اشعار ۲۲٥ تا ۲۳۳) کے جواب میں کہے گئے هیں ۔ اس لیے اول الذکر چار مخطوطات کی ترتیب درست معلوم هوتی ھے ۔ (۲) (د) ع. او کم تر نهنے آدمی سوں دسے ۔

طبق دل، حیا کا او سرپوش کر،
پھٹا آون لورك اَچھے جس نگر[1]
کرے گا جو عضوی سوں عضوی جدا
مرے پیو پہ منج سار کیاں کئی فدا[2]
۲۴۰ کرے گا جو لورك منجے تارے تار
تو قربان کروں جیو میں بار بار
او لورك جو میرا ہے بالا کنوار
بلا دور کروں بادشاہاں ہزار
میں مینا، او کوّال سو گنند ہے
و ھی میت میرا سجن چند ہے[3]
او گھنگڑی جو ظلمات کے سار کی
رَیَن[4] عیب سرپوش سنسار کی
مَرو نار او پانی استری
جن یك چھوڑ دو جے اُپر من دھری
پرای بہار کے کوں سناوے گلا[5]
تو اس جائی کوں موت آنا بھلا
بِگانے کوں جو مکھ دکھای خوب تر
بھلا ہے چھپے مُکھ او مائی بہتر

---

(۱) (ب) (ج) ع۔ میں بھیجوں کی لورك اچھے جس نگر۔
(۲) (ب) مرے پیو پر جیو کروں میں فدا۔ (۳) (ج) (ی) ع۔
وھی شاہ میرا منج آنند ہے۔ (٤) (پ) رھنے۔ (۵) (ب) (ج) ع۔
پرای مرد کوں جو سناوے گلا۔

سجن بِن منجے پھول کانٹے دِسے
او کاٹیاں کوں کئی لاک پھانٹے دِسے
بغیر پیو منج سیج کھاتی دسے
کُوڑاتی ہے چُپ آس کانی منجے

۲۵۰ یو خوشبوی منج تن اُپر خاک ہے
یو زر باف دھنکڑا انچل پاک ہے[1]
منجے خاص کسوت کفن ہے بھلا
بُرے کام تے کاٹ لینا گلا
منجے پان ہے زہر، کاجل حرام[2]
دِسے خوب کھانے[3] انگارے تمام
نکو بات کر آج نے یو دراز
ڈوبانے کو مَنگتی ہے ست کا جہاز

جواب دادنِ دوتی، مینارا

بڈی سُن کو بولی نکو کر یو بات
ستم ہو کے کرتی توں اپنے پہ گھات
کبھی توں سُنی نئیں اچھے کی بیاں
سُکی آپنا جیو تو سارا جہاں

---

(۱) (ب) (ج) (د) ع . یو زر بفت گھنکڑی انچل پاک ہے۔
(۲) (ب) ع . منجے پان کاجل مسی ہے حرام۔ (۳) (ب) کھانے۔

یتا کیوں ترا دل نگر گھٹ ہوا
یو سنپات کیا تُج کوں اوچٹ ہوا
یتا کیوں تو کوّال پر من دھری
یتا کیوں ترا حسان اُس پر کری
عجب ہے ترا دل نہ اُس تے بھگیا
کیا سحر تیوں دھیان اُس کا لگیا
تو آخر ہے گندی جنم کھوئیگی
بُرا کہا بُرے گود میں سوئینگی
۲۶۰ جو سووینگی نزدیك اُس شاہ کے
دِسے سُور جیوں گود میں ماہ کے
تجے کاں زری کسوتاں کی جھلك
تجے کاں او صدراں او زربفت لك[۱]
تجے کاں او صدراں، سُنیری محل
جو تختاں مرصع کے ہیں، بے بدل
کہاں تُج کوں او مملکت مال زر
نہ سمجھی ہے اجنوں[۲] توں اُس کا قدر
تجے پیننے پرم ہور ٹاٹ بس
تجے کھونگڑی اوڑنے کی ہوس

---

(۱) (ب) ع • تجے کاں او زر بفت نیلك کی لك - (۲) (ب) حیواں -

اِسی دھات اپنا جنم کھوئینگی
تو پَشتا بزاں گور میں سوئینگی
تو ست کوں پتیا کر نکو ہو ھلاك
یو ست ڈال دے بھوت پاویں گی بھاگ
سینا سخت تیرا، نہ حیرت ہے توں
مِلا زھر اَمرت میں پیتی ہے توں
بدل گڑ کڑاوے کر حنے میتی
یکیلی سینا پُھٹ مَرے کا نیتی
مرا آس برلا، چنچل گُن بھری
جوانی چلی، باؤ ھو صرصری
۲۷۰ جوانی کی کُئی فند پایا نہیں
جوانی گئے پر سُھایا نہیں
کَتے ھیں جوانی گئے پر اونار
کہ جیوں دِین ڈھل جا پڑے اندکار
تجے بولتے مُنج پکیا ہے سینا
تو اپ بھاوتی ہے تجے کیا کنا
پتا کیوں توں گوّال پر من دھری
پتا کی تو جیو کیوں بَرھانا کری
سنگت نیك کا جاھلاں کو نَدھاے
بُرے کی سنگت تے بُرا بول آئے

دیکھو بیل بھینساں کوں شیرنی سٹا
بغیر گھانس ان کوں نہ لاگے مِٹھا

مشہور بات ہے جل ستیے سنگ نہ پاے[1]
سبی عِلتاں جاے، عادت نہ جاے

سنی ہوں کہ یک شہر کا شہریار
ملایا تھا درویش[2] کی ایک نار

ہمیشہ منگے بھیک او در بدر
چڑایا اسے بادشاہی صَدَر

والے بھیک کی اس کوں عادت اچھے
لے کر آکے روٹیاں پو روٹیاں رَچے

٢٨٠ رکھے لا کے محراب میں یک سدا
منگے اس کنے ہو ہمیشہ گدا

او کھاتی تھی الوان نعمت جِتا
منگے باج اس بھیک راحت نہ تھا

وہی خصلتاں تج منے آج ہیں
یو سٹ عادتاں، تج جنم راج ہیں

جواب دادن دوتی، مینا را

سنی بات اس کی حو مینا سندر
دیا جوش لھؤ کوں اٹھی بول کر

---

(١) (ج) (ی) ع . بری چال اپس کی اپس کوں جو بھاے۔
(٢) (ج) درویشنی ایک نار۔

اِتا سن یو ناچیز کٹنی کُجھٹی
کتی ھوں اِتا سن تو بختاں پُھٹی
عجب کوچ کٹنی توں ھے بے دھرم *
نہ رکھتی بھرم ھور لیتی شرم
دغا دینے منگتی ھے کٹنی چھال
ستی اپنے ست کوں جو رکھنا سنبھال
میں سمجی، توں تحقیق مکّر زناں
بُڈی بھار کی سوں ھے ملدا تمنا [1]
اپس دائی ھو کر سو کرتی مَکّر
شکر میں زھر، ھور زھر میں شکر
منجے مال ھور بخت سوں کام کیا
منجے شاہ کے تخت سوں کام کیا
۲۹۰ نہ بھاوے منجے مال، کسوت چمن
نہ بھاوے منجے وو، حلو راج دھن
نقل مال کا یاد ھے یک منجے
سنے کی اگر توں کہوں کی تجے
سن یک شہر کے تین یاراں مانے
وو دلدار ھو کر سفر کوں چلے
یکس کے اُپر یک فدا چُور تھے
سگے بھای اُن پو بلا دُور تھے

---

(۱) مطابق (ج) (د) (ف)، (الف) تو نا میلناں ۔

یکتک دن کوں یک ٹھار پر آئیے[1]
دو اینٹاں سُنے کی اُنوں پائیے
جھمکتیاں پڑیاں تھیاں وو جنگل منے
اوچا کر لیئے اس کوں تینوں جنے
ہوے خوش، کہے بانٹ لیناہے راس
چلو جائیں نزدیک یک بائیں پاس[2]
چلے بیگ یک سیم منے آ بیٹھے[3]
اپس میں کے یک یار کوں بول اٹھے
کہے جاؤ تم گاؤں، کیرے بھتر
لے کر آو کُچ نقل فرمای کر
چلیا گاؤں یدھر یار اُٹ شوق سوں[4]
چلیا دل میں تجویز کر ذوق سوں
۳۰۰ یو بھنگار[5] کیوں بانٹ کر لیئنگے
یو کس دھات، تقسیم کر دئینگے
بھلا ہے حو کھانے میں سٹنا زہر
او[6] کھا تیچ میں یار دو جائیں مر

(۱) مطابق (ل) (ف)، (الف) یکتک دن کوں یک ٹھار جنگل میں آے۔ (۲) (ج) (د) گاؤں پاس۔ (۳) (ن) نزیک گاؤں کے باغ میں جا بیٹھے۔ (۴) مطابق (د) (ب)، (الف) اٹھیا یار ادھر گاؤں کی، ذوق سوں۔ (۵) (ی) یو دو اینٹ۔ (۶) (ی) اُسی سات میں

یو کھانے میں مر جائیں کے دوجنے
ھمیں لے کے جائیں کے نوشو بنے
بزاں مال مج ھات میں آئے گا
نہ جانیا، کیا، آپنا پائے گا
ملایا او کھانے میں قاتل زھر
ولے واں ھوا ایک دوجا ھنر
او یاراں جو تھے بھای سے بے نظیر
او تجویز اپس میں کیئے یو فکیر
ھمیں تین مل بانٹ لینا سو کیوں
ولے ایک فکر دل میں آتی ھے یوں[1]
گیا ھے جو کھانا پکانے کوں یار
او آتیچ میں بیگ سٹنا ھے مار
کتے ھیں تلک آئیا سامنے
فرنگ کھینچ مارے اُسے دوجنے[2]
لے کھانا لگے کھاونے ذوق سات
چڑیا زھر، ھورجیو گیا ھاتے ھات
۳۱۰ پڑے تین یاراں نہ تھے تیوں موے
عبث مال تے روپ زایاں کیئے[3]

---

(۱) (ج) (ی) یو دواینٹ کوں پھوڑ دینا سو کیوں۔ (۲) مطابق (ج) (د) (ف) (ل) (م) (ن)۔ (۳) عبث مال خاطر او نوجیو دیئے

او یاری سو شیطان کا مـآل ھے
شرّم کوں بڑا جیو کا کال ھے
بنـدیا بہشْت شـداد دنیاں منـے
بے حد مال خرچیا، چلیا دیکھنے
سٹیـا پاؤں دھلیز میں نا پـکار
لیـا جیو اس کا ســو پروردگار
او قاروں اسی واسطـے غرق ھے
جو ھاماں کوں غیب کا چرخ ھے (؟)
یو دُنیـاں کری نئیں وفای کسـے
نہ بھاوے گی یو آشنـائی کسـے
بھلا ھے حو قائم اچھو اپنی کھاٹ
سلامت اچھو گھو نگڑی ھور تاٹ
مبـارك او کوّال مینـا اچھـو
سلامت ھر یـك ٹھار جیتـا اچھو
پرای سیج میں جا اپس کوں سُلاؤں[1]
سواو سیج مائی میں کیوں نا ملاؤں
دوجـے نے بھلا موت آنا منجـے
بلا ھے قبر کا بچھـانـا منجـے

---

(۱) مطابق (ی) (ف) (ل)، (الف) ع. کہ دُسرے کوں میں سیج میانے سُلاوں ـ

۳۲۰ توں دوتی ہوآی ہے شہ پاس تے
یو دیتی ہے فتوا اپس آس تے[1]

مبادا ترا ہووے یاراں کا حال
نکوپڑ دِوانی توں میرے دُنبال

ستی ہندواں کی جلے ایك دن
ہماری عُمَر ساری جلنا کٹھن[2]

کہ جیتے ستیاں کی سو ہوں گرد میں
نکو پڑ توں منج آہ کے درد میں

جُکُئی منج پو کڑویاں جو نظراں دھرے[3]
بلا شك سو اودو زحی ہو مرے

توکل رکھی ہوں میں رحمان پر
وہی دینہارا ہے ست کا اَخَر

کِسے قرب ہے مال ہور جان کا
منجے قرب ہے پاك رحمان کا

مرے سر پہ سایہ ہے سبحان کا
منجے پُشت ہے اپنے ایمان کا

---

(۱)(ب) ع۔ دیوے عقل یو مال کی آس تے۔ (۲)(ج)(ل) ع۔ ہماری عُمَر سر کے جانا کٹھن۔ (۳)(ب) حکئی منج پو کڑوی نظر او دھرے۔

جواب دادنِ دوتی ، مینا را

سُنی جیون او مکّر زناں ایسی بات
غصے سوں لگی چُور نے اپنے ھات
کہی ، بھی سینے کوں جلاتی سو ، کی
بُرا بول کر یوں پَلاتی سو ، کی
۳۳۰ بہت بھر کے لئی ملک دیکھی ھوں میں
ولے نار تج سار دیکھی نہ کیں
عجب فند دیکھی ھوں میں تُج منے
یو[1] جھوٹی حکایت یکی کس کنے
اَدِک ھے مرا من ھوا ناتواں
لرزتا مرے دُک سوں بھویں آسماں [2]
بُھٹو دُود مرا ترے بالے بال
سزا دیوے اس کا تجے ذوالجلال
دنیاں میں بُرا سو مرا شیر ھے
دعا بد مرا غیب کا تیر ھے *
پلائی تھی میں دُود، کتی ھوں تُجے
خدا جانتا میں کہوں کیا تُجے
اگر مائی یا باپ اچھتا ترا
بڑا چاؤ اس گھر میں ھوتا مرا

---

(۱) (د) یو جھوٹے حکاتاں ۔ (۲) (د) لرزتا ھے میرے دُکھوں آسماں ۔

بُڈیاں کا تُجے سنگ لگتا برا
ولے نیم ہے سر بُڈیاں کا کَھرا
بُڈیاں کی عَقَل سوں دُنیا دین ہے
چلیا ہے رواج یو نچ عالم منے
تجے میں کتی ہوں، نکو کر غُصَا
نو ہوسے دو عالم میں تیرا ہنسا
۲۴۰ پڑیا تھا سکندر جو ظلمات میں
بُڈیاں کوں کیا یاد اِس سات میں
اُنن کی عَقَل سوں نکل بھاراو
دیکھیا کھول انکھیاں میں سنسار او
بُرے سنگ تے آدمی خوار ہوے
بھلے سنگ بیٹھے دنیا دار ہوے[1]
دُنیا کی ہوس کُچ نہ دیکھی ہے توں
دنیاں کی لَذَت کُچ نہ چاکی ہے توں
خدا کے ولیاں، عالماں ہور فقیر
اونن کوں بی دنیاں کی آتی فِکیر
دنیاں سوں بشر کوں سدا مان ہے
دُنیا سوں شَرَم، دین، ایمان ہے
جُکُئی بد نِیت ہیں سو ہوتے ہیں خوار
او نن پر سدا اودِسے کا ہے مار

---

(۱) (ج) ع ۔ بھلے سنگ سوں آدمی وار ہوے۔

همارا تو دل[1] کارسازی ہو ھے
همارا نیّت سرفرازی ہو ھے
همیں تو تجھے دینے منگتے هیں راج
خدا خوار کرتا ، اُسے کیا علاج
او لورك جو اِس ٹھار پر آے گا
تو سنگات چندا کوں لے دھاے گا
۳۵۰. اگر شاهزادی اِیہاں آے گی
کرے داس ، یا بھار تج بھاے گی[1]
نَقَل یك کَتی هوں بَرے سُس ، تجھے
بہت روز سوں یاد آیا منجھے[2]
سنی هوں سپاهی اتھا یك نگر
اتھیاں عورتاں دو اُسے سربسر
رهتی تھی بڑی سار مهاڑی منے
تاے تھی نهنی پیار سوں نر کنے

---

(۱) (ب) ع . گلے هات دے بھار تجُ بھاے گی - (۲) مرتبه متن میں سپاهی کی یه حکایت جو شعر ۳۵۱ سے شروع هوتی هے ، مخطوطات (ب) (ج) (د) (ی) (ف) کی ترتیب کے مطابق هے اور قصه کے تسلسل کے پیش نظر اس حکایت کو یہیں آنا چاهیے. نسخهٔ (الف) میں کاتب نے بھکارن شہزادی کی حکایت کے اختتام پر ، یعنی شعر ۲۸۲ کے بعد ، سپاهی کی حکایت درج کر دی هے ، جو بے ربط هے .

سو یک دن سپاهی شبینے گیا
اجالا ڈُبیا ، ہور اندھارا بھیا
ادھی رات چوری کرے وقت پر
بیٹھیا چور ایک اُس سپاہی کے گھر
سِڑیاں پر دھریا پاؤں چڑنے بدل
بجیاں پائراں سب بنیادی سوں ہل
سوتی تھی مہاڑی تلے جو سندر
اٹھی ھڑبڑاتی سنچل دیک کر
کہی ، مرد جاتا ھے سوکن کے پاس
پکڑ پاؤں جا اس کے محکم سراس
بڑی کا جو آواز یو کان میں
پڑیا ، سو چلی دوڑ سیڑی کنے
۳۶۰ چلا ھات بالاں کے تئیں پیسچ بھر
لگی کھینچنے مرد اپنا کُکر
اپر سوں کہی ، سُن یو سوکن مری
یتے دن رکھی کیا نظر نئیں بھری[1]
کتے دن پچھیں آج کیتا کرم
اُپر آنے دے ، چھوڑ ری بے شرم
بھنی بولتی ، اس نہ چھوڑوں اِتال[2]
اُپر جائے تو پاؤں توڑوں اِتال

---

(۱) (ج) ع ۔ یتے دن رہا تج نظر نئیں بھری ۔ (۲) (ی) (ل) ع ۔ تلے سوں کہی اس نہ چھوڑوں اتال ۔

تَلیں ہور اُپر سوں لگیاں کھینچنے[1]
آیا چور کا جیو ہونٹاں منے
خدا کس نہ پاڑے ایسے بند میں
پڑیا چور جوں دوی کی کَفد میں[2]
دیتیاں چور کو سخت آزار او
ہوا چوری کرنے تے بیزار او
دو ناریاں کا او نر شبینے تے پھر
تلک آئیا پِیس اپنے مندِھر
دیکھیاں سو گیاں نہاس، بے آب ہو
پڑیا چور وئیں سخت بے تاب ہو
پھونڈے بندیا لشکری اُستوار
اجالا ہوا، لے چلیا گھر کے بہار
۳۷۰ پکڑ چور کوں خوب مزبوت کیا
اُسے مار کر رنج بے حد دیا
پھرایا اُسے چور کر شہار میں
لے جایا اُسے شہ کے دربار میں
بیٹھیا شاہ آ منصفی کے بدل[3]
کہیا، چو کوں بیگ کرنا قَتَل

---

(۱) (ی) (ل) ع. تلے سوں اُپر سوں لگیاں کھینچنے ـ (۲) مطابق (ب)، (الف) بند میں ـ (۳) (و) ع. کیا منصفی شاہ نے یوں کُبل ـ

نہ جانیا ولے پادشاہ یو خبر
دو ناریاں یو چُھلا کیاں خوب تر
کَہیا چور، اے شاہ عالم پناہ
یو بخشش کرو آج کا تم گناہ
میں چوری کروں تو ہے سوگند منجے
کرو بھیاؤ کیاں عورتاں دو منجے[1]
بری لت یو کھایا ہوں اے گُن نَدھان
اتا بخت میرے تو ہو مہربان
دونوں عورتاں منج کوں ماریاں کُبل
کیاں ہیں بندے بند میرے پَکل
ہنسا ہور بولیا اُسے شہر یار
یو سوگند کیسی تو کھایا گنوار[2]
بزاں سوکناں کا قِصا سب تمام
کَیا کھول کر، سب سُنے خاص و عام
۳۸۰ ہنسا بادشاہ ہور سارے بشر
دیا چور کو چھوڑ، آزاد کر
ہے ایسا بُرا سوکناں کا دو سنگ
سمانا فاسکے میاں میں دو فرنگ

---

(۱) (ب)ع. میں چوری کیا سو کہوں کیا تجے
ہویاں بھیاؤ کیاں عورتاں دومنجے
(۲) (ب) ع . یو ہے سوکناں کیسے کہنا سنوار -

کتی ہوں تجے بات میں ، سُن اِتال
سگی بہان ہے بی ، تو سوکن ہے کال

اگر کس کی جائی پو سوکن جو آی[1]
بھلا ہے او جائی زمیں گھر بسای

اسی مکر میں ، میں ہوی ہوں فسا
نہیں عار آتی تجے ، کیا کنا

تجے دیک پُھٹتی ہے میری نظر
جو ہوی زندگانی تری خوار تر

جوانی کوں کی جالتی رات دن
یو کیا دیس جینے کے بھرتی کٹھن

سکایا تجے کون ایسا فہام
ٹلے پر نہ آسے ، یو ہرگز ہنگام

جواب دادن مینا ، دوتی را

سنی بات مینا ، اٹھی بول کر
انجو دو نین سوں سٹی رول کر

برہا کا جو بادل گرجتا اٹھیا
ادك سانت غم کے برستا چُھٹیا

۳۹۰ نَیَن سوں رکت کے رن یوں پڑے[2]
کہ جیوں شمع سوں لال پھولاں جھڑے

(۱) (د) (ی) (ل) ع . کسی پاك دامن پو سوکن جو آئی -
(۲) (ب) (م) ع . نین سوں رکت کے یو انجھواں جھڑے -

دروناں جلیا ہور کہی آہ مار
یو کٹنی منجے کرنے مسکتی ہے خوار
کہی کیا تپاتی ہے ناپاک ذات
کہ پھر پھر دوراتی ہے آپیچ بات
اول تے جلی ہوں جلاتی سو کی
لگا آگ ، بھی تیل بھالی سو کی
پیا بن ہے پردیس بھاری منجے
تری بات کا تیر کاری منجے
نہ ماں باپ سوں میں کدھیں سُوک پای
نہ راحوں مَرَد کے ، نہ کُئی بھاں بھای
نہ سسرا ، نہ کُئی ساس ، تایا ، چچا
قبیلا ، نہ کُئی گوت گھر کا بچا
نہ ہمسایہ کُئی ہے دِھرک دینہار
نہیں کوئی یاں باج پروردگار
اوپچ تیچ مری موڑ کوں کیڑ کھائے
تو کس دھات سوں پھول پھل بار آئے
ہوی پت جھڑی برھاتے جھاڑ کی
لگی ہو کے بارا تو آساڑ کی
۴۰۰ اگر سُور اسماں تے آئے گا
اگر چاند آ منج کوں ازمائے گا

اگر کُئی مَلِك هووے صاحب جمال
اگر کوئی مقبول هو جگ اُجال

تو اورك سے ایلاڑ هیں سب تمام
او سر تاج میرا، منجے اُس سوں کام

دکھاتی منجے سو کناں کا دو سنگ
تری بات سوں جاے سب نام وننگ[1]

اگر آوے چندا، کروں پیلا دهم
مبارك مرے پیو پہ لاکھاں حرم

کرے رات دن او حو منج سوں لڑای
رکھے گهر میں یا بهار، اُس کی بڑای

اولیا وے گا اورك جو داسی سنوار
ملارا هے اُس کا سٹوں جیو کوں وار

اگر ایك ایاوے تو کئی لاك دُسك
هزاراں سوں لیاوے تو صد لاك دُسك

او ویسیانچ تهیاں عورتاں خوار زار
کیاں تهیاں جو او چور کوں گرفتار

سبی یك سر یکیانچ هو تیاں نهیں
لکهیا باج کُئی جگ میں پاتیاں نهیں

٤١٠ حِرص آدمی کا تو ناپاك هے
اصیل کوں سدا شرم کا دهاك هے[2]

---

(١) (د) (ی) ع. مرے پیو سوں کیا منجے نام و ننگ۔
(٢) (ج) ع. اصیلاں کے تئیں شرم او رباك هے۔

سنو هوں حکایت حو یک نار کی
پتی ورنا ناریاں میں اوتار کی
سہاتا اتھا قد سرو کے نمن
پشانی سو جیوں چاند، تارے نین[1]
اتھے ہونٹ جیوں لعل یاقوت بھرے
جھمکتے سو جیوں دات ھیرے جڑے
مٹھائی زباں میں، مبارک بچن
کری بات جوں پھول جھڑتے رتن
بہت مرد کا اس اُپر پیار تھا
گھڑی یک نہ دیکھے تو غم خوار تھا
سکی چھوڑ جانے نہ ھوے اس کا دل
و لیکن ایک دن او چلیا یک سبیل
اُسے آشنا یک برادر اتھا
سگے بھای تیوں جیو کا یار اتھا
حوالے کیا اس کوں گھر بار سب
وصیت کیا جو کوں اس دھات تب
بیگانا نہ دھر اس کوں، سن اے سندر
سگے بھای تیوں، توں اسے پیار کر
۴۲۰ کہیا، ہور چلیا، لشکری سربسر
کیا سیر کوں ایک مدت سفر

(۱) مطابق (ب) (د)، (الف) نمن۔

بزاں او سکی گُن بھری نام دار
کری خدمت اُس یار کا اُستوار
چھبیلی نے کھانا پکا کر کھلای
اپس هات سوں اُس کے پاواں دُھلای
سو او بے وفا یار، ناپاك ذات
بُرا دل میں لیا کر کہیا اُس سنگات
که اے شہری تیری آدھار کا
دوانا هوں میں تیرے دیدار کا
سر افراز کر منج، گلا گل سوں لا
ادھر سوں ادھر لا کے امرت پلا
کیا هوں مرا جیو تُج پر فدا
چلو سیج میں ذوق پاویں سدا
سُنی سو سکی، موں کوں لا دونوں هات
انجو ہیں میں لیا، کہی اے سُجات[1]
تری هور مرے مرد کی آشنای
همیں هور تمیں حیوں سکے بھان بھای
کہی یو سو کس دھات معنا هوا
مگر دورِ آخر زمانا هوا
٤٣٠ نه تھا تج کوں واجب اے جان عزیز
جو ایسی کیا بات توں بے تمیز

(۱) ع . (ب) انجونیں سوں بھر سٹی او سجات ـ

نزاں ہو کے شرمندا او چُپ رہیا
ولے دل کی کَڑوای اُن نئیں سٹیا[1]
یکتك دیس بسراٹ میں بھا کو بات
کَیا ایك دن ، اے سہیلی سجات
توں کیا واسطے سخت دلگیر ھے
ترا غم جِتا سب مِرے سِر ھے
مگر بھای او یاد آیا مرا
اُسی تے یو کملائیا مُکھ ترا[2]
چلاو یك دکھانا ہوں نادر تھوا
عجائب تماشا ھے واں کُچ نوا
جو اس باغ کوں دیکھنے آے گی
کدورت یو دل کی سو سب جاے گی
بہت لئی وضا سوں فریب اس دیا
لجانے کے تئیں اُس کوں راضی کیا
بہر حال پُھسلا ، چلا لے اُنے
لے جایا اُسے ایك جنگل منے
اُتاریا بیاباں منے ایك ٹھار
نزك جا کے بولیا کہ اے گلعذار
۴٤٠ کَھیا کر توں مرا کَری تو بھلا
نہیں تو ترا کاٹتا ہوں گلا

---

(۱) (د) ع ۰
نزاں چپ رہیا شرمندا ہوے کر ولے دل اتھا اس خیانت اپر
(۲) مطابق (ج) (د) ـ

سُنی بات او ستونتی نامور
کہی ، بھای اِی بات ہرگز نہ کر[1]
اگر مارتا ہے تو جیو جائے گا
ولے کُچ بُرا بول نا آئے گا
سُنیا سو ہوا سخت ، لہؤ گھوٹیا[2]
چُھری ہات میں لے ، سلایک سٹیا[3]
کہیا دھن اگر توں قبولی منجے
تو در حال جیو داں دیوں گا تجے
کہی یوں منجے توں کرے تار تار
تو رہ جائے گا یك مرا یادگار[4]
دنیا دین میں سو مرا ایك پیو
شَرَم پر سوں صدقہ ہے دھن، مال، جیو
دیے اِسمعیل سیس کعبے بدل
مری شرم ہے ریب کعبہ نچھل[5]
کتی تھی تلك اُس میں قادر قدیر
نظر جو کرم کی کیا دستگیر

(۱) مطابق (ب) (ن) - (۲) (و) ع . سُنیا سوچ غصے سوں لہؤ گھوٹیا - (۳) (ب) (ن) ع . چُھری ہات میں لے گلے او سٹیا - (٤) مطابق (ب) ، (الف) ع . تو رہ جائے گا جگ مرا آشکارا - (٥) (ی) ع . مری شرم بے ریب کعبہ نچھل -

عجب کھیل واں ایك رب کا ھوا
بشر قافلہ ایك وهاں دھائیا
۴۰. دسیا حوں او سوداگری قافلا
گلا کاٹ ناسك ، ھوا او پیلا[1]
گیا چھوڑ کر نهاس ، اُس نار کوں
او ستونت ناریاں میں اوتار کوں
دیکھیا حیوں تجارے نے غم حوار کوں
نزِك آ ، پوچھیا حال اُسے پیار سوں[2]
کہی کھول اپنا قصا سب تمام
بُرا مان بولیا اُسے نیك نام
توں بیٹی مرے نین کی روشنی
کروں میں تجھے پیار چل اے نهنی[3]
نہ بیٹا نہ بیٹی منجے نئیں سَگے
بہت پیار سوں میں رکھوں گا تجھے
دعا دے کے بولیا کہ الله غنی
تُجھے ھی مددگار صاحب دھنی
منگا پالکی بیسلا اُس بِہتر
چلیا لے کے اُس ٹھارتے سر بسر

---

(۱) (د) (ف) (و) ھوا وائیلا - (۲) (ب) (م) ع. نزك آ کو پوچھیا اسے پیار سوں - (۳) (د) چل برھنی -

تجارا چلیا لیے کے دن ہور رات[1]
دیا بیٹی کر اپنی عورت کے ھات
ترق ھوا وقت اس نار کا
ھوا واں سے کُچ کھیل کرتار کا
٤٦٠ تجارا اول تے اتھا بانجھ سار
ھوا ایك فرزند اسے خوب دیدار
جو اس بانج نے پوت یو پائیا
سہیلی کا احسان بجا لائیا
اُسی حای کے گود میں بھائیا
کھیا میں ترے کَرْم تے پائیا
کری پرورش اس کی دل جان سوں
ھوا یك ستم اس پہ اسمان سوں
غلام ایك اتھا اس کوں فرزند کے سار
بُھلیا دیك اس غمزدی کا دیدار
یکیلاے بُلا اس کھیا . اے موھن
لگیا ھے ترے سات میرا یو من
رھتے ایك گھر میں ھمیں ھور تمیں
بڑے راحتاں سوں ترا جیو مگیں
سنی سو کہی ، بھای چاتر سُجان
مجھے جان یوں کر سگی تیری بھان[2]

(۱) (م) ع . تجارا گیا ایك دن ھور رات ـ (۲) (و) ع . سگی بھان تیری سمجھ کر پچھان ـ

همیں بھای بھانا میں کیا بانپ ھے
بڑا بھای سو توں مرا ساپ ھے
کھیا ، توں اگر نا قبولی منجے
بَلا لاؤں گا ناگھان یك تجے[1]
۴۷۰ وھی ھٹ پکڑ دل میے ناپکار
ادھی رات کوں جا کے سوتی کے ٹھار
بچے کوں لے اونار ، اپن ٹھان میں
سوتی تھی لے اپنے گریبان میں
مودی ، بدبخت وقت سادیا اتھا
ادھی رات کوں بَل او پایا اتھا
او ناپاك دند آپنا سار کر[2]
سٹیا پیٹ نھنواد کا پھاڑ کر
رگت اس بچاری کے ھاتھاں کو لا
نھیں جانتا تیونچ کیتا کلا[3]
چندا جوھری لے کے تارے رتن
کیا جا کے مغرب کے گھر میں وطن

(۱) (ب) میں اس شعر کے بعد یہ اشعار ملتے ھیں :
بزاں سُور اپ دیس کا چڑ ترنگ او مغرب کےدریا میں نھاٹیا نسنگ
کہ مشرق شہر تے او چندا نکل چڑیا چاند لے سات تارے سکل
(۲) (ج) (ی) ع . اوناپاك ، دندکار ، مردار خر - (۳) مطابق
(د) ، (الف) ع . نجانے نمن تیونچ کیتا کلا -

او مشرق شہر تے کرن تار کر
نکل آئیا سُور زر تار کر

اٹھی جاگ کر جب تجارے کی نار
دیکھی حال بالك ہوا خوار زار

کہی کاں تے لیا یا ھے ڈاین بُلا
جگر گوشہ میرا یو کھائی بلا

تجارا سُنیا دوڑ کر آئیا
او چا اس سہیلی کوں بسلائیا

۴۸۰ کیا، یو نہ ہو سے جلے بھاگ سوں
ستم اس اُپر کر نہ توں آگ سوں*

مہرباں ہو اس بچاری اُپر
خرچ باٹ دے اس کوں بھایا بہر

چلی او سکی آہ وئیں مارتے
گلی سر تے پک لگ اس آزار تے

کہی یا الٰہی یو کیا ھے غضب
گنہ کیا ھے میرا، یو کیا ھے سبب

چلی سوز، میں آگ جلتی بھٹی
انکھیاں گل ریزاں سات انجواں سٹی*

دیکھی نا گہاں ایك جنگل منے
لجاتے تھے یك چور کوں مارنے

کہی کاں لجاتے هیں اے بهای یار
اگر چهوڑ دینگے تو دیوں هون هزار

اوسندر سکھی دے کے پیکے چُهڑای
دے جیو دان اسے بند میں تے چُهڑای

سخاوت یو کر تے چلی اپنے باٹ
ابهالاں بهی عم کے لگے[1] چهانے داٹ

بگت صاف سوں دو نین یوں بهرے
اُلٹے تهے جیوں آب جم کے جهرے

۴۹۰ بزاں چور نے آهوا هم کلام
کیا، توں دهنی، میں هوں تیرا غلام

بڑا لاج هے چهوڑ جانا تُجے
چهوڑای دے جیو دان بخشش منجے

میں قرباں تیرے قدم کے اُپر
سکی تیرے سر پر خدا کی نظر

اِتا یو قدم چهوڑ نا جاؤں گا
بندا تیرے گهر کا هو میں آؤں گا

کہی، آ تو اے بهائی میرے سنگات
خدا تج چُهڑایا هے[2]، بندے کے هات

---

(۱) (د) اںگے چهاے داٹ ـ (۲) (د) نه بندے کی بات ـ

پچھانتا ہے او آپ پروردگار
سَتَر مادران نے اُسے لاك پیار
سکی او چلی باٹ دِن تین چار
کیئی جاکے بستی اُنے[1] ایك ٹھار
سکندر نمن سُور اس سات میں
ڈوبیا جا کے مغرب کے ظلمات میں
اَدھی رات کوں چور اٹھ ایسے ٹھار
اوچا اس سکی کوں، کَیا نا پکار
مَرَد نا تجے، ہور نہ عورت منجے
عبث عمر کھوتی، کہوں کیا تجے
کھئی توں میرے پیٹ کا ہے پسر ۵۰۰
دھرے کیوں نظر پُوت، مادر اُپر
یو سُن لھؤ پچیا ہے رکے رگ مرا[2]
چُھڑای سو دیتا نتیجہ مرا
جُکُئی چور شیطاں سوں کیتا ہے سنگ
او اکثر کرے بے وفائی کُڈھنگ
نپَٹ رُوخ دیك چور کا او گُلی
چوکا آنك، اُٹ یك طرف سوں چلی
جدا چور سوں ہو گئی او نَدان
سوتی جاکے خالی اتھا یك دُکان

(۲) (ف) کنئے ـ (۲) مطابق (د) (ل) (م) ـ

او ظلمات جا دیس آیا نکل
دورائی[1] پھرا سُور نِکلیا نول
اُٹھیا چور، ڈھنڈتا چلیا حور او
چل آیا او، بیٹھی تھی حاں سُور او
دیکھو او کیا کیسی بازی گری
پکڑ ھات بولیا یو باندی مری
لے جا یک تجارے کے تئیں بیچ کر
گیا واں تے او نحس نا چیز خر
نہ سمجیا اُنے چور ناپاک ذات
کتھن جیو اُپر آی تھی سو او بات
۵۱۰ هوا خوش وو تجار، دل میں کھیا
رتن آج پایا هوں میں بے بھا
بزان او سکی سخت دلگیر هو
سئی دل تے سب اپنی تدبیر دھو
کہی، میں خریدی هوی اُس کی آج
اِتا شرم رکھنا هوا لا علاج
بزاں سُور غوّاص باندیا کر
ڈوبیا جا کے مغرب کے دریا بھتر

---

(۱) (ی) دوهائی -

تجارا چندر رین کا جہاز چڑ[1]
ستارے سوں کوھر چلیا اُس میں بھر

بزاں سوداگر شوق میں آئیا
محبت کے پھر ذوق میں آئیا

بلا اُس سہیلی کوں بولا او نیک
دمکھیاں مار چک نیند آوے ٹکیک

اٹھی ناؤں لے کر اللہ کا سکی
برا نامَرد ھے کُکَر او شَکی

ھلوں چُپ کنے آ کے بیٹھی سکی
توکل سو اپنا خدا پر رکھی

سٹی پاؤں پر ھات جب آہ مار
لیا جیو اُس کا سو پروردگار

۵۲۰ بلا ناگہاں اس پو نازل ھوا
قضا غیب سوں آ مقابل ھوا

مُوا او تجارا، ھوا اس کا کام
مُوے خلق بھی جہاز میں کے تمام

رَیَن کا چندا جب چھُپیا ایک ٹھار
اٹھیا صبح کا وتیں سو مرغا پکار

ھوا دیس دیکھی موے ھیں تمام
دیا بخت اس نار کوں تب آرام

---

(۱) (ی) ع . او تاجر چندر رین کا دھر چھتر۔

موے تھے او سارے سو پانی میں ڈال[1]
چلی چھوڑ کر جہاز ، لے سارا مال
بھی کسوت او مردانگی کا کَری
مونڈا سا بندی ایک سوداگری
کمر بند ، شمشیر لے ہات میں
اتھا شہر نزدیک اس ٹھار میں
یملائی کتے خلق اس ٹھار جا
بندی محل ہور ایک اونچا چھجا
لگی رہنے اس ٹھار او استری
لگای دوکان ایک سوداگری
ہوا نین میں اس کے عظمت پناہ[2]
دیکھے درد منداں تو پاوے شفا[3]
۵۳۰ ہوا آنک[4] اس کا جو لقماں دھات
بھریا چشم جوں خضر آب حیات
ہوا غلبلا ملک میں نار کا
بہت خلق آنے لگیا شہار کا

---

(۱) مطابق (د) (ل) (ن) ۔ (۲) (الف) کے سوا باقی سارے نسخوں میں '' پناہ '' کی بجائے '' وفا '' ملتا ہے ۔ (۳) (ب) (م) ع ۔ دیکھے درد منداں کوں تو ہووے شفا ۔
(٤) (ن) ھانک ۔

کتک دن پچھیں لشکری نام دار
اُسی شہر پر تے چلیا اپنے ٹھار
دیکھیا یار اپنا جو تھا ناپکار
ہوا کوڑ میں آنگ سب اُستوار
پوچھیا لشکری ، کیا ترا حال یار
کہاں ہے مری بھاگ ونتی او نار
کہیا اے سُجاتی وفادار نیک
نکل گئی تری دھن مرا حال دیک
سُنیا ہور کہیا ، اے مرے جیو کے یار
بھلا ہے جو گئی ، بے وفا[1] تھی او نار
ولے ایک حکمت ہے یک شہار میں
رہتا ہے تجارا ایک اُس ٹھار میں
عجب نین میں اس کرامت دسے
ہوے ہر طرف درد دیکھے جسے
تجے میں لے جاتا ہوں ، چل اس کنے
کہیا ہور ڈولا کیا راس اُنے
٥٤٠ چلیا لے اسی کیچ نگری رُخن
اسی باٹ میں چور ، او بد لکھن
پڑیا ہے اُنے کوڑ میں پائمال
ہوا ہے نپٹ بدتر اس کا حوال

(٤) (ب) بے وفادار نار ۔

چلیا لے اُسے بی ثوابان بدل
کیا جا اسی ٹھار بستی اول

رکھیا تھا جہاں نار کوں سوداگر
او بیٹی کُکَر آپنے گھر میں بہتر

بندا اُس کا بی کوز میں چُور ہے
سڑا تن کُکَر گھر میں سوں دُور ہے

اُسے بی چلیا لے کو ڈولی میں دَھر
کیا تین ڈولیاں ، چلیا سر بسر

اُسی سوداگر کے محل کے تَلَھار
خبر جا کیے ، تین ڈولیاں اُتار

سُنی سو منگای او ڈولیاں پچھان
بندا ایک پردا اپن درمیان

بزاں لشکری جا کے تسلیم کیا
اول یار کی لیا کے ڈولی دھریا

کہی اُس کوں سچ بول اے بد شکال
یو کیا واسطے تن ہوا پائمال

۵۰۰ اگر بولتا ہے تو سب جائے گا[1]
وگر نئیں تو تج بھی بلا آئے گا

سُنیا بات سو یوں ، ہوا لا علاج
کَہیا ، اے سلکّھن ، میرے سر کے تاج

---

(۱) (ب) ع . تو تحقیق بولیا تو دُک جائے گا ـ

کرم کر جو لیایا ہے منج تیرے دھیر
اتھی نار اُس ایک روشن ضمیر

نظر میں دھریا اُس پو، راضی نہ دیک
لجایا اُسے میں سو جنگل میں ایک

اُسے بے گماں کاٹنا تھا گلا
بُرا دل میں لیایا سو منج یو بلا

کہی، بے وفائی کیا. کیا سبب
شُکر کر کے کوڑی، بچایا ہے رب

تنئی بعد اراں کاڑ پردا اَپن
دکھای سو تب کھول روشن نَین[1]

اتھا درد اُس کا جو ظلمات کا
دیکھت صبح صادق ہوا رات کا

تراں دُسرے مدے کی ڈولی دھرے
لگی پوچھنے اُس کوں، مودی ارے

یو کیا واسطے تن ہوا چور چور
جو سچ بول، تُج تن ہوے درد دُور

۵۶۰ کہیا یوں، مرا تھا جو تاج سَری
گیا تھا او کرے کوں سوداگری

(۱) (د) ع. دیکھی سُور تب کھول روشن نَین۔

لے آیا تھا جنگل سِتے ایک نار
دھریا تھا اُسے اپنی بیٹی کے سار
کیا ظلم اُس پر ، رکھیا بد نظر
سو اس تے میں پایا ہوں بھاری ضرر
بزاں پردے اوپر سوں جھانکیا اوشور
ہوا تن سوں اس کا سفیدی سُوں دُور
بزاں چور کوں بی پوچھی اس وضا
یو کیا واسطے تُج ہوا ہے سزا
کھیا ، میں کہوں کیا مرے حال کوں
ہزاراں سوں رحمت ہے اُس نار کوں
کُتَبل ٹھار پر مارتے تھے مُنجے
چھڑای بَجَد ہو ، کہوں کیا تُجے[۱]
سو اس پر دھریا بے ایمانی نظر
سُنی نئیں ، سو بیکسے کیا ، بیچ کر
اِسی واسطے یو کھڑیا ہے یو غم
عجب ہے جو گھٹ[۲] میں رھیا ہے یو دَم
کہی اے محس ، او لکھن ، سا پکار
عجب کیا ترا حال ہوے اس تے خوار

---

(۱) (ب) ع . چھڑای بجد ہو کے جیو دان دے ‌۔(۲) (ج) (ل) (ن) دھڑ ۔

۵۷۰ چندر سار کا بعد ازاں مُکھ دکھای

هوا تن سب اس کا نِچھل روشنای[1]

بَزاں اپنی کسوت زنانی کری

هوس لشکری کی طلب کا دھری

کہی، زن تری، توں مرا مرد هے

جو کُچ یو کہے سو مرا درد هے

بڑی بے وفا دنیا ناپاك هے

همیں تو هوں ٹھار پر پاك هے

عجب کُچ اتھا پاك تیرا بیَت

رهیا هے مرا آج لگ کا یو تست

تنیا سو هوا شرمندا اُستوار

کهیا یو مری هے وفادار نار

پڑیا پاؤں جا کے اوتار کے

رکھیا جھاڑ کر کوشاں اُس نار کے

بزاں تین کوڑیاں کوں آزاد کر

رهے مل کے یك ٹھار او نار نر

جو کُئی رحس یو حیسی نظر لیاے گا

مشهور هے او اپسا کیا پاے گا

---

(۱) (ج) ع ۔ هوا تن بهر اس کا سگل روشنای ۔

مَرو او دو رنگی، جو موں میں شکر
چُھپیا دل میں کڑوای کرتی مَکرَ
۵۸۰ جسے جو ملا نے کوں آتا کریم
تو اس دھات سوں لا ملاتا رحیم[1]
میں اس تے ماجات کرتی ہوں آج
ملے گا او لورک مرا رای راج
توں جابیگ یاں سوں اے ڈاین کُھساٹ
نکو[2] ہو دوانی، پکڑ اپنی باٹ
جو دستے ہیں تارے سماوات میں
نہ آسیں او نج داس کے ہات میں

اس داستاں حقیقت گفتن دوتی خود پادشاہ را
سُنی بات ایسی جو کٹنی چھنال
چلی ہات سوں توڑ لے سر کے بال
چھے مہینے ہو گئے اس کی تکرار میں[3]
کھڑی جا شہنشاہ کے دربار میں
کری شاہ کوں تسلیم، پھر آے کر
کہی، اے گُنی بادشاہ بختور

(۱) (ب) ع. تو اس دھات، آسان کرتا مُہیم ـ (۲) (ج) نکو پڑ توں منج سنگ، (د) نکو پڑ کُنبالی ـ (۳) مطابق (ج) (ی)، (الف) (د) ع. چھے مہینے پچھیں گئی او دربار میں ـ

پو چھیا شاہ دوتی کوں ، کی آی توں

مُنبج اسمن کا چاند نئیں لیای توں

مرے دل کی راحت کوں نئیں لیای ھے

رتن جوت کوں چوک یہاں آی ھے *

کبھی خُسروانی کہوں کیا تجے

عجب سار او نار دستی منجے

۵۹۰ میں انھی سمجی کُئی کڈھکی ھے آج

وو دسی ھے پاتال کی رای راج

چھے مہیسے کُھڈے اس سوں یوں آس کر

سیا سو نجر ھور الماس کر

کُبل کوٹ ست کا بدی شہری

صَبر کا حشم لیا کو اُس میں بھری

رچی تٹ پو ھمت کی پھانڈی تمام

بھری عم کی دارو وکولی تمام

حلالی خندق کھود کر آس پاس

دھری تٹ پو حدے کو اندار راس (؟)

قہر کا حوالدار اُس ٹھار تھا

عَقَل کوتوال ھو . خبر دار تھا[1]

سچوئی کا قاضی بہتر ھو کھڑا

کری ھے زباں کوں عدل کا ڈرا

---

(۱) (ب) ع . ھو کو توال ابرو خبردار تھا -

بزاں میں برھا کا جو لشکر منگای
او کونٹاں کوں ہمت کے ھاتی تلای
فکر کے او بھڑ کل دوارے کے تئیں
ٹکیے نئیں او کونٹاں کُنجر کٹھیں
خبر پا شرَم شاہ پر دھاں عقل
او بٹ برھا لشکر کوں ماریا کُھند
۶۰۰ غُصے کے او شاطِر ھو کر چلیا
بزاں مکر سب مُنج دوتی کا ٹا
کھیا شہ دوتی کوں، بھی یکبار جا
سنگات میں بی آتا ھوں، بھی آزما
بھی یکبار جالے توں ہمت کی لاگ
لگا دِل کے لنکھا کوں برھا کی آگ
بزاں سور اپ دیس کا چڑ تُرنگ
او مغرب کے دریا پو آیا نسنگ
ادھی رات کوں او شہنشاہ سجات
چلیا گھر کوں مینا کے دوتی سنگات
چُھپیا جا کے کونے میں او ایک ٹھار
بھتر گئی دوتی، رؤوتی آہ مار
کھی، میں کروں کیا فلک بھاں کوں
پریشاں کیتا منج پریشان کوں

---

(۱) مطابق (ن) — (۲) (ب) ع۔ سنگا تیج منج کوں بی تیر ـ

کئی بھار چُپ، میں تو ناچیز ھو
اُٹھیا دُود کا جھل رنگ آمیز ھو
کھیا جیو یکیلی کوں یوں چھوڑ توں
کی جاتی ھے مُک آپنا موڑ توں
بَچی کے عُصے کا کی لگتا بُرا
نہ جانا جو مارے او کوشاں پھرا

۶۱۰ رھیا شیں مرا جیو تو پھر آئی میں
خنم پر مرے آج پشتای میں،
ٹھکی ھوی سکی، دیک یو علبلا
کہ پھر آئی یو آسمانی بَلا
کہی، توں مرے جیو کوں تو بھاے کی
کنتھا تیرا پھر توں حو نالیاے کی،

جواب دادن دوتی میارا

کہی "اے سکی، گُن بھری نام دار
اچھو ناؤں جگ میں ترا بر قرار
نہ تھا کُچ غرض بولنے کا مجے
ولے اس بدل بوتی ھوں تُجے
کُڈھنگی اتھی شہر میں یک ستی
دیا بھیج اُس پاس یک نر دوتی

اُنے بی جُھٹے اُس سوں کی لک بچار
نہ هوی بات میں او بی اُس کے قرار

هوا بیاپ هنگام سوں جب ٹلی *
بزاب یاد کر مرد اپنا چلی

چھجے کے اُپر مرد اُس کا یَنکات[1]
او بیٹھیا تھا لے یک سہیلی سنگات

چھجے پاس جا کر لگای نظر
او مشغول تھا پھر نہ دیکھیا اِدھر

۶۲۰ خجل هو پھری واں تے دل میں انکڑ
بُلای او دوتی کوں کہت پاؤں پڑ

کہی جا کے لیا توں کَتی تھی جسے
قبولوں گی میں جو دیکھوں گی اُسے

گئی بیگ دوتی نے اُس مرد پاس
کیا تھا جنے اُس سہیلی کی آس

دیئی جا کے در حال اُس کوں خبر
قبول تُجھے اِ سہیلی سندر

کَہیا جان پھر کر دوتی کوں بی یوں
اول نئیں قبول اِتا کیا کروں

(۱) (ج) ع. نِجھا دیکھتی مرد اپنا یکات۔

کَہیا، کام اب کیا او آتی ھے بس
ٹلا اُس کے ھنگام کا رنگ رس[1]

ھوے پھول باسی تو کُئی سر نہ بہاے
سو کے تڑ پھل نا کِسے کام آئے

کھاوے کہان تازا تو دستا ھے بھوک
او باسی ھوے پر کرے تن کوں روک

جو کُچ ھے سو تازا وو دِستا ھے خاص
او باسی ھوے پر کرے کھوڑ پوراس

کَہیا یوں اُنے سو ھوئی نا اُمید
میں اس تے کتی ھوں تجے سو یو بھید

۶۳۰ تو کیا یوں چھرالی ھو کرنی عُصَا
کتی آج توں دشمناں کا ھنسا

سُنی بات میرا، کہی سُن اے مای
تو سچ مان میری سُلکھن سودائی

کُلڈھنگی سَتی او تہی بد حصاتی
بُرے کام میں حی ایس کا رکھی[2]

جو کُئی ھٹ کرے سامیاں کے سنگات
کہو، کیوں رمانا اُسے دیوے ھات

---

(۱) یہ شعر صرف (ج) (د) (ی) میں ملتا ھے۔ (۲) مطابق (ج)۔

نہ چل سے یوھٹ اُس پیارے انگے
کہو، کون دنیا میں اس تے سگے
یو اس تے گوای سَتیاں میں کُڈھنگ
کیتی اپنے پیوسوں، اُنے نام ننگ
ہمیں او سَتیاں ہیں نصوحا نظر
کیا تھا جو او ایک ناری اُپر [1]
او ناری شہر میں ستی نیك تھی
اپس پیو پہ ہر دم فدا جیو تھی
اُسی دھات اُس کا کیا تھا سو پیو
رھیا تھا اُسے آ کو ھونٹاں میں جیو
نصوحا نے دوتی کوں دکھلا کے آس
دیا بھیج لانے کوں اُس نار پاس
٦٤٠ دیکھی نار، نا بات کس سوں کری
اُلٹی اتھی نین انجھواں جھری
پھری دیك دوتی نصوحا کے دھیر
کہی آکے اے بادشاہ بے نظیر
سچیں، دِن اُجالا ھوا اُس پو شام
روے باج دیگر نہ دِستا ہے کام

(۱) مطابق (د)، (الف) ع۔ کیا تھا جو یك طلب دار اپر (؟)۔

موکی ہو، اشارت سوں کرتی ہے بات
کہو کیا چلے بے خبر کے سنگات
نہیں عشق، نا عقل کا اُس میں گیان[1]
نہ کھانا نہ پینا نہ کس کا ہے دھیان
کہیا، طلم سوں لیا اُسے بیگ تر
نہیں تو کردوں تُج کوں ٹکڑے، مکر
پھری واں تے دوتی او کرنے ہلاك (؟)
نکل تن سوں اُس کے گیا روح پاك
رکھے شرم جس کا سو او دو الجلال
سکے طلم کرنے کوں کس کا مجال
بزاں آکے دوتی کہی اُس کے پاس
مُوی او سکی، توں کیا حس کی آس
صندل ست کے لکڑیاں کا اوٹھا ڈھگار[2]
لگای اُسے عم کی تازی انگار
٦٥٠. کھتی رُحصتی کا مِرونی چڑی
دیے کے اُپر حا پتنگ ہو پڑی
گسیا سو نصوحا او غصے میں آ
تُرت اُس گھڑی اُس کا مُردا منگا

---

(۱) (ب) ع. کہ نا عشق نا عقل نا اُس میں گیان ـ (۲) (ف) ع. صندل سنگ او تن لکڑیاں کا ڈھنگار ـ (۳) (ج) (ی) ع. رکھی نئیں دوجے کو لیا یك گھڑی ـ

فضاحت سوں کرنے مںگیا عیش یوں
هوا ایك آواز واں غیب سوں
اسے ناپاك کرتا هے کی آ کے سنگ
که جلنے کو منگتا هے اُس پر پتنگ
سُنیا سو او لرزیا و توبت کیا
اَمَر دل منے لیا فراست دهریا
کُڈهگی کی نا بول همنا کوں بات
همن میں وهی ستونتیاں کا هے دهات [1]
سُنی بات دوتی ، کہی سُن پری
یو ست هر کسی پر خرابی کری
کرے جیو اپر گهات ، یا تن کو ریاں [2]
دُنیا میں نه رکهنا جوانی کوں راں
پیا بن سو کیوں سیج بهاتی تجے
یکیلی کوں کیوں نیند آتی تجے
نه رکهنا هے دو دِن کی دنیا میں لاج
صُبا کرنے کا کام کرنا هے آج
٦٦٠ کہی سُن کے مینا توں کرتی هے جهات
تو سچ کهول کر بول تیری تو بات

---

(١) (م) ع . همن پر سدا ستونتیاں کا هے هات ـ (٢) مطابق (ب) (د) (م) ـ

کری تھی یکتے مرد توں آج لگ
جو مُج کوں کرو کر یڑی ھے بلگ
سُنی بات دوتی، کیتی کُچ نہ لاج
بَرے یوں بیتی، یو قبولے گی آج
کہ نھن پن میں دو چار، گحانی[1] میں دس
نـڈی ھوی اِتا یاد[2] آتا ھوس
سُنی بات اس کی، سکی مُسکٹی[3]
مِٹھے دو لَبد کھول یوں بول اٹھی
اگر دود میں بی پی اَچھتی ترا
تو ھر کیوں تو بی جیو پھرتا مرا
منجے ماں بغیر دود تیرا حرام
پی اچھتی تو کرتی حرامیں کے کام
کہ ماں باپ پر فرض ھے چار بات
جو فرزند کے حق میں کرنا حھات[4]
اول بیک کا دود اس کوں پلائیں
دوجا، دیك اشراف کے سنگ لائیں
ھے تیسرا، یکانا اُسے حق کی بات
بھی چوتھا، اُچانا ادب کے سنگات

(۱) (د) بَڑ پن میں دس۔ (۲) (ب) (ن) پھر کو آتا ھوس۔
(۳) (ج) (ی) ع. سُنی بات ست کی ستی مُسکٹی۔
(٤) (ب) ع. جو بیٹیاں کے حق میں سو کرنا حھات۔

۶۷۰ اگر نئیں تو اُس کے طرف تے اُنے
فضیحت ہووے دین دنیا منے
بِرانے مَرَد پر جو کرتی نظر
اُسی کام تے جاے دوزخ بِہتر
دنیا میں بُرا نئیں ہے کُچ اِس تے کام
جو کُئی ہے حرامی سو کرتی حرام
مری ماں یو سب جانتی تھی تمام
پِلائی نہیں دُود تیرا حرام
توں فحشا ہے تُج کوں نہیں لاج یاد
جو دیکھی ہے توں دس جنیاں کا سواد
وفادار ہے سو وہی نار ہے
وفا نئیں تو پیو اُس تے بیزار ہے[1]
مرے سَت کے دریا کا لورك غَوّاص
نہ لے سے کُئی اُس باج موتیاں کی راس
پرت کا مرے دھن پو بیٹھیا ہے ناگ[2]
سکے کون لینے کوں، تن میں ہے آگ[3]
مرے سانس کوں جان حییال سار *
جلاؤں تجے ہور ترا سب[4] شَہَار

(۱) (ج) (د) ع. اُسی نار پر پیو کا پیار ہے - (۲) (د) (ی) کال - (۳) (د) (ی) ع. سکے کون لینے کوں کس کی مجال - (٤) (د) (ن) شہریار -

کرے قرب حس کا ھے تُج پر کرم
کرون آہ تو ھوے بادشاھی بھسم

کنہی بھر کو، اے دوزخی نار تون ٦٨٠
ختم اس عمل میں گرفتار تون

خدا تُج سے راضی، نہ راضی رسول
جیتے جیو دوزخ کری تون قبول

دوتی سُن، شَرَم سے آپس میں گلی
نزاں ھو کے شرمندی بھر وئیں چلی

سُنی بات دوتی، چلی ھار مان
اچھا ھوا سُن کے باتاں دیوان

دیکھیا شاہ تدبیر چلتا نہیں
چُھپے ٹھارتے او نکل بھار وئیں

دونو ھات نے شاہ تسلیم کر
کَیا، تون مری ماں، ترا ھون پسر

کَیا، اے سکی میں ھون فرزند ترا
بَخش تون جو کُیچ ھے سو تقصیر مرا

نکل واں تے او شاہ آ تخت پر
لکھیا سات قولاں کا فرمان کر

دیا ھات قاصد کے جلدی چلا
لکھیا ھور لورک کون بھیجا بُلا

چلیا دھونڈتا قاصدی اُس کے تئیں
سو پایا اُسے یک شہر میں کہیں
۶۹۰ لکھیا او دیا شہا کا اُس کے ہات
دیکھیا سوچ لورک چلیا اُس کے سات
لورک ہور چندا دونو مل چلے
او منزل به منزل ولے در ولے
کتک دیس بعد از کون آے وہاں
خبر سُن کے مینا ہوی شادماں
جب آیا او لورک اَپس شاہ کن
کُھلے جیوں که ساری دلاں کے چمن
نزاں شاہ اپیں گھر کون مینا کے جا
پھریا واں تے اُس نار نو کون ملا
کیا اپنی بیٹی کون اُن سنگسار
مُنڈا سیس دوتی کون بھایا بہار
گدھے پر اُسے سار کر شہار میں
پھرایا ہر یک ٹھار بازار میں
عجب کھیل ہے ایسے کرتار کے[1]
کُھلے پھول مینا کے آدھار کے

---

(۱) مطابق (ب) ۔

پُریا آس مینا کی او ذوالجلال
دیکھت ست، مِلا کر اوکیتا نہال[1]

وھی ست دیا ھور زحمت دیا
مشقّت دیا ھور راحت دیا

۷۰۰ کیا نظم قصے کا نابات کھول
دیکھو چُوك یاراں تو را کھو نه بول[2]

بَرے فہم داراں میں ھوں کم فہام
کَیا ھوں یو نادانگی سوں تمام

غواصی کیسے پوکر یا نظر[3]
دعا حق سوں منگنا مرے حق اُپر

ھوا نظم یو ناؤں سوں سب تمام[4]
بحق محمد علیہ السلام
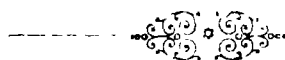
(۱) (ب) ع. رکھیا ست حتن کر، کیا اُس نہال۔ (۲) (ی) (ف) ع. سُنو خوب یاراں نزاکت کے بول ۔ (۳) (ب) ع. غواصی پو کرنا کرم کی نظر ۔ (٤) (ب) ع. هزاراں درود اں، هزاراں سلام ۔

ضمیمه

ذیل میں مخطوطات (ب) اور (ن) کے وہ زاید اشعار درج ھیں، جن میں سے بیشتر کا تعلق پیر کے کردار سے ھے، اور جن کے متعلق راقم نے یہ رائے ظاھر کی ھے کہ یہ الحاق ھیں، اور کسی فروتر ذھن کی پیداوار ھیں۔ ان میں سے متعدد حصے ایسے ھیں جنھیں متن میں شامل رکھا جائے تو یہ قصے کی دوسری تفصیلات سے بھی متصادم ھوتے ھیں۔

مرتبہ متن کے شعر ۱۲۲ کے بعد یہ اشعار ملتے ھیں:

اپس پیر کے تئیں سو گھر کوں بلا
قدم پر بلا دور ھو کر پلا
کہی یوں تو لورك نے کیتا ھے کرم
اِتا مُج سمالے تو ھوتا ھے کام
بلا دور قدماں پوتے جیو مرا
میں پکڑی ھوں سب پیر کا آسرا
نکو ڈر کہے پیر الله ھے دیك
دعا میں کروں گا ترے حق میں نیك
ولیکن توں اپنی شرم کوں سنبھال
بغیر پیر کئیں بی نہ دوڑا خیال

خدا تج پو راضی اچھے گا مدام
بحق محمد علیہ السلام

اپس پیر سوں راز کی بات کر
رہی او اپس کے سو گھر کی بھتر

وِدا ہو چلے پیر مینا ستی
کِتک وقت بعد از کوں آئی دوتی

شعر ۲۱۲ کے بعد:

او لورک گیا تو بلا گئی مری
میں قدماں اُپر پیر کے من دھری

منجے پیر میرے اتاریں کے پار
وہی منج رکھے دو جہاں میں ہُشیار

ولیکن مَرَد کوں دیا تھا خدا
ہمارے تے ہونا نہ تھا او جدا

شعر ۲۵۳ کے بعد:

مجے مرد کا کچھ نہیں ہے گماں
مرا پیر ہادی سوں ہے جیو ایماں

بلا دور اپس پیر پرتے جو میں
رکھنہار ہے شرم ابرو کے تئیں

عَقل ہور حیا آبرو شرم کا
نگہبان ھادی ہے ہر وقت کا
ہے مشہور یو بات پر من دھروں
شرم آبرو چھوڑ میں کیا کروں
کَتے ہیں اول ہور آخر کے لوگ
ھنڈی ایک لیویں تو دیکھیں کے ٹھوک
لورك میرے میں کچھ نہ دستا خلاف
جہاں کی سہیلیاں میں ہے او صراف
یو مینا سوں دوتی سُنی جب بچار
لگی بھر کو رونے وہیں زار زار
کہی سُن یو ناداں صاحب جمال
کہاں کے فقیراں کا رکھتی خیال
یو پیراں فقیراں خدا کے ولی
اِنو کو کھلانا پلانا بھلی
اِنو کو جو کچھ خیر دینا مدام
دعا ان کی لینا ہے ہر صبح و شام
کہ یو کچھ کِھلانے پلانے کے نئیں
کہ یو کچھ پِنانے اُڑانے کے نئیں
یو مینا سَتی سُن کو یوں لھؤ گھوٹی
اپس میں اپے آپ جل کر اٹھی

اری سُن تو ناچیز کندی کُڈھنگ
کرے پل میں نا بود . . ننگ

محمد نے جس کوں سو عزت دیے
دیا دین کا اوج لذت لیے

دنیا دین ھیں ان کے باندی غلام
نہ دھرتے انوں دین دنیا سوں کام

ھمیشہ رکھے عشق ربّی ستے
او ربّی ستے ھور مربّی ستے

مربّی کوں معبود کر جان توں
مربی کوں معشوق کر مان توں

انوں حق میں حق ھو کو رھتے اھیں
ھمن سار کے پار اتارے اھیں

بے ایمان بد بخت ناپاک ھے
خدا کی لعانت سدا تج کوں ھے

شعر ۲٦۱ کے بعد:

ترا یار تج سوں وفادار نئیں
وفادار نئیں ھور غم خوار نئیں

دیا چھوڑ لورك نے تج ناؤں کوں
ترے ناؤں کوں ھور ترے ٹھاؤں کوں

او چندا ستی مل کو نِت ذوق پاے
ترا یاد اُس دل میں ہرگز نہ آے
سکیاں سہیلیاں نے لگیاں پیو کے کل
سو پیاروں لگاتیاں ہیں سینا چکل
میں لیاتی ہوں ماہ جان چاتر سجاں
توں مل بیٹ کر یک گھڑی اس پچھان
تو نادان ہے تج کوں نئیں فام کُچ
تو اس وقت سمجے گی او لاب کُچ
کتی تھی جتے بول دوتی سنوار
یو سن کر کہی پھر اسے ست کی نار
کہی کٹنی کوں توں اری بے شَرَم
نہ رکھتی ہے کس دھات اپنا بھرم
برے پو نہ راضی رسالت پناہ
جو بولیا بُرا کُئی اُسے لئی گناہ
مری شرم نازک ہے شیشے ستی
بُرا بول ہے سخت تیشے ستی
مرا سخت سیسا ہے الماس تے
کہ سہتی ہوں میں دوکھ آکاس تے
منجے ست کا سنگا رہے جگ منے
بھریا ہے مرا سَت رگے رگ منے

نکو بوج توں منج دِوانی ھو خام
ھے لورك بنسا منج سہاوے حرام

کہی یوں ، اے مینا چنچل گُن بھری
کہ میں آس دھرتی ھوں لاکھاں تری

جوانی منے توں لہو گھوٹتی
تجے دیکھ کر میں سبی سُد سٹی

ترا دکھ سنی حو سٹی کان دھر
تو پانی ھوا گل کو میرا حگر

تو سنگار اپس کوں تو منج ھوے سُکھ
تو میلی رھے تو مجے ھوے دکھ

ترے لب میں دستے ھیں امرت جھرے
پلاوے تو امرت جوانا مرے

سمج تو ترے میں درا کُچ نہیں
ھے اوجھڑ پنے کا سمج تیرے تئیں

شعر ۳۹۹ کے بعد:

و لیکن مرے پیر ھادی ہوتے
یو جیو جان قربان کی اُس پوتے

سبی ذوق میں پای ھوں پیر تے
دنیا دین کے شاہ گنبھیر تے

مجے مرد کا کچ نہیں ھے گمان
رکھی ھوں مرے پیو پو سانت ایمان

مَرَد کون کہے ہیں جو نسیم خدا
کہے پیر کون دیك نبی مصطفٰے
نبی پیر مانند ہے اور بی (؟)
اسی پر میں ایمان راکھی سبی
بلا دور میں پیر کے قدماں پوتے
اُسی ناؤں پر میں ہوی ہوں ست

شعر ۴۰۱ کے بعد:

تو دڑا نہ ہوے کس پو میرا خیال
مرے جیو میں ہے پیر کا پھر جمال
او اورك مرے سر پو احسان کیا
قدم پیر کے مُنج کون پکڑا دیا
یہی آسرا منج کون یو بس ہوا
قیامت تلك منج اُپر جس ہوا

شعر ۵۲۷ کے بعد:

شہر تھا بڑا خوب دیکھی نجھا
حو دیکھی موا شہر کا بادشا
ملے ہیں خَلَق بھوت اس چوك میں
اُچا ہار ہاتھی لیا سونڈ میں
کھڑے خلق مبھوت ہو اس کنے
لی پھرتا ہے ہاتھی بنھا گل منے (؟)

که ایسے میں دیکھیا اُسی نار کوں
گلے ھار بھایا اُسے پیار سوں

دیکھیا اس شہر کا او حکمت وزیر
دیا بخت اس کوں سو او با تمیز

خدا نے دیا باد شاھی تمام
کیے سب سپاھی اسی کوں سلام

او بھیجی نبی پر درود و سلام
بیٹھی راج کرتی اُنے صبح و شام

ان اشعار کے بعد (ب) اور (ن) میں، دوسرے تمام مخطوطات کے مطابق، یہ شعر ملتا ھے:

لگی رھے اس ٹھار او استری
لگای دوکان ایک سوداگری

شعر ۵۸۱ کے بعد:

نبی کے مریداں میں تھی یک مرید
او بھی نیک بخت ھور نعمت مزید

یکا ایک ایک دن محمد نبی
چلے لے کو اپنے مجالس سبھی

چلے آے او پاك دامن کے گھر
سنی سوچ قربان ھوی سربسر

بچھلی صَدَر ہور بچھانے تمام
نبی آکو بیٹھے اسی کے مقام
پڑی جا کو قدموماں پو ثابت کمال
مریداں منے تھی او صاحب جمال
شفقت ھوا دل نبی کا تمام
که رو رو کہی سب ہوا اب ارام
که میری مرید، تُج پو کیا حال ھے
کہی جیو میں حضرت کا مُنج خیال ھے
جداں سوں میں دیکھی مبارك قدم
اسی عشق میں مست ہوں دم بدم
چَشَم کھول رحمت سوں دیکھے نبی
مریدی میں بستا ھے دات ربی
دیکھے عشق اُس کا عجب پاك ھے
بلا کر گلے لیا کو بوسا دیے
اپس گود میں اُس کوں بسلا ے کر
رکھے دست مبارك سر کے اپر (؟)
کہے سب حقیقت کا سارا کلام
کہے راز سب معرفت کا تمام
او خلوت تے فارغ ھوے جب نبی
کھلاے ھیں الوان نعمت سبی

خوش حالی سوں بیٹھے تھے مجلس منے
یکا یک لے کر آ، مَیت سامنے

کہے اے محمد رسول خدا
کہ عرفان کی باٹ میں یو موا

یو ہے پوت پیارا اسی نار کا
تمارے مریداں میں سردار تھا

نبی اٹ چلے و ٔ ہیچ خلوت منے
بیٹھے آکو او پاك دامن کنے

اُسے کُچ خبر یو نہ تھی پوت کی
چڑھی تھی او مستی اُسے ذات کی

و لیکن نبی نے کہے یو خبر
او فرزند تمارا موا ہے ککر

نبی نے کہے جاؤ اس کوں بلاو
پکڑ دست بیٹے کا منج پاس لیاو

دیے لاکو بیٹے کوں اس دم منے
پکڑ دست لیائے نبی کے کنے

نبی نے کہے یوں کہ صاحب جمال
دیا پوت تج کوں اپے ذوالجلال

یو فرزند تجے آرزانی اچھو
قیامت تلك یو نشانی اچھو

نبی نے تو سجدا کرے شکر کا
که سجدے میں آیا او غیبی ندا
تمارے مریداں میں ثابت یقیں
که بخشیا انوں کوں دنیا هور دیں
دنیا دین هیں اُن کے باندی غلام
بهشت میں کرو بادشاهی مدام
که ایمان پر دیك حق یوں کیا
موا تها پهرا کو اُسے جیو دیا
که ماں پوت کوں پهر مِلا کر تمام
پهر آے نبی واں سوں اپنے مقام
میں اُس تے مناجات کرتی هوں آج
ملے گا او لورك مرا رای راج
نیَت کوی ثابت رکھے پیر پر
اوهی دینهارا هے اس کا اَجر

شعر ٦٠٠ کے بعد :

کسی بات میں او سو آتی نهیں
کسی فند میں دل کماتی نهیں
او ناری مرید هے بڑے پیر کی
بهت عشق رکھتی هے اس پیر کی
که اُو پیر اُس کے درو نے بسے
کسی کا مَکَر واں نه چلتا دِسے

اُسے پیر دن رات ھے بُشتی بان
ھمہ وقت اُس پر او ھے مہربان
بہت فند سوں میں نے سمجھای تہی
ولیکن اَپَس ٹہار ھشیار تہی
اُنے پیر پر بہوت رکہتی ھے خیال
بسیا اُس کے جیو میں انوں کا جمال
وسیلا اُسی پیر کا ھے اُسے
کہ دن رات او پیر دل میں بسے
نِیّت اُس کا ثابت ھے اُس پیر پر
تو اس پر نہ چل سے ھمارا مکر
نگہبان جس سر اُپر پیر ھے
اُنے دین دنیا میں گنبھیر ھے

شعر ۳۳٦ کے بعد بے ربطی کے ساتھ یہ اشعار ملتے ھیں :

کہ یو کام میرے سوں ھونے کا نئیں
مروں گی تو مبج کوی رونے کا نئیں
کہ مرنا قبولی ھوں درگاہ میں
ولیکن تو مت آ مری راہ میں
مرے پیر کا حکم ھے اس وضا
شَرَم پر سوں جیو کوں توں کرنا فدا

تو اُس کا اَجَر ہے خدا کے نزیك
دنیا میں اُسے مان ہوے ادیك

شعر ٦٥٠ کے بعد :

دیئی اوسکی جیو سَت کے بدل
کھڑیا او نصوحا ہو مشکل کُل
نصوحا چلا دیکھنے کوں وھاں
نبی آکو بیٹھے اتھے اُس مکاں
اُسی وقت گھا بر . . . واں ھوا
کھڑا شرم سوں جوں که جتا موا
ولیکن اپس جیو میں یوں کہا
که دیدار اُس کا مُجے نئیں ھوا
که اُس گور کن آج میں جاؤں گا
اسے گور میں جا گلے لاؤں گا
ادھی رات کو اٹھ چلا گورکن
که دیکھوں بدل جوں کی اس گورکن (؟)
چلا کھود نے قبر نیت پکڑ
نبی آکو بیٹھے تھے اُس گور پر
دیکھا جوں جمال مبارك نبی
دٹا کر کہے اُس کوں حضرت نبی

اے مردود آیا ھے کی گور پاس
که معلوم ھوا ھے ترے دل کا آس

شعر ۶۸۲ کے بعد :

سو اتنے مے پیر از غیب او
یکائیک پیدا ھوے دیک او
سو ویسے میں دوتی بی پھر جای کر
بلا لیای ھے بادشاہ کوں مکّر
او ستونت دیکھی نظر کھول کر
آیا بادشاہ آپنے گھر بہتر
کہی یوں که ستونت ھادی رسول
مری آہ درگا میں کرنا قبول
دیکھیا بادشاہ سو ھوا بے خبر
لرزتا پڑیا او زمیں کے اُپر
یکنے وقت بعد از کوں ھشیار ھو
پڑیا پیر کے جا کے قدماں پو او

ان اشعار کے بعد (ب) اور (ن) میں دو اشعار (۶۸۴، ۶۸۵) ملتے ھیں؛ اور پھر یه اشعار :

مرے پیر ھو صاحب العظمتی
رکھے ھیں نظر منج اُپر رحمتی
اٹھا ھات دونوں مناجات سوں
الٰہی کی درگاہ میں حاجات سوں

مرا جیو قرسان تج ناؤں پر
که لولاک کلمه هے جس شان پر
سو تسلیم کر بادشاه اُس کے تئیں
رضا دے اِتا پھر کو جاتا هوں میں
اِتا حا بُلا بھیجتا هوں تمام
که چندا او لورك کے تئیں اس مقام
که میں بادشاهی نه کر سوں اِتا
که تقصیر مری یه بخشے خدا
رضا دے کو بولی وهیں ست کی نار
کیا جا خدا تج گناهاں سو پار

شعر ٦٩٤ کے بعد :

که چندا و لورك نے مل کر تمام
که ستونت کے حا کو پکڑے قدام
قدم پڑ کو بولے که اے نام دار
ترا ست خدا نے رکھیا برقرار
بزاں بادشاه هور سارے بشر
ملے آ کے ستونت کے گھر بھتر
ملے مجلسیاں هور وزیراں تمام
سلح دار سردار میراں تمام
بزاں یو قصا سب کہے کھول کر
او لورك و چندا سُنے سربسر

کہا یو سمجھاتی مری نار ہے
دو عالم مسے یو تو اونار ہے

کہا بادشاہ نے او اورک کے تئیں
کہ ہادی ہدایت زبردست کے تئیں

انو سوں شَرَم او ستی کی رھی
بتی ورنا ناریاں میں او ِمل رھی

کہ از عیب سوں او اپے آن کر
بچائے شَرَم ھور ابرو مگر

بزاں پھر چلے واں سے مجلس تمام
کہ اُس پیر ہادی کنے خاص و عام

کہا بادشاہ نے اے کامل مرید
اِتا تم مجھسے اپنا کرنا فقیر

دیا بادشاہی سو لورک کے تئیں
مبارک اچھو اس یو چندا کے تئیں

اسی وقت او بادشاہ ھو فقیر
چلیا وئیں سو مکّہ مدینہ کے دھر

او کٹنی کوں اس وقت سنگسار کر
منڈا سر کو ٹھلا گدھے کے اُپر

شہر کے گلیاں میں پھرا خوار کر
کہ چھوڑے لے جا کر پرای نگر

او ستونت سکی نے پھرا بھیاؤ کر
ملائی او لورك و چندا مکر (؟)

سکل بادشاهی حوالے کیے
مُلَك مال هور تخت ان کو دیے

او ستونت سولی پیا نامدار
اچھو بادشاهی تجھے برقرار

سدا فتح و نصرت سو توں راج کر
یو چندا مبارك تج کوں مکر (؟)

که یو مال هور ملك کی آس کر
اے کر گئے هیں چندا کوں تم سربسر

مبارك هے تم کوں مُلَك مال یو
مبارك مجھے بیر کا دلق یو

مرے پر بخش کر کرو تم کرم
مبارك اچھو تم کو لاکھاں حرم

کہا، اے سکی تو کرے گی سو کر
ولے مسج پو رکھنا کرم کی نظر

کہی، اے پیا جیو کے پیارے تمیں
همیں هور تمیں عاقبت میں ملیں

همارے نصیباں میں اِتناچ تھا
زیاده نه تھا هم کو اِتناچ تھا

یو دنیا کا جینا ہے چند روز کا
کہ جینا تو ہے عاقبت کا بقا
او اِتناچ کم کر ہوی او فقیر
او ستونت ماریاں میں کامل سریر

شعر ۷۰۲ کے بعد نسخہ (ب) میں یہ اشعار بھی ملتے ہیں:

کرم کی نظر رکھ کم و بیش سوں
کرو پرورش اُس دل و جان سوں
بنانے کا مںج میں نہ تھا کُچ دماغ
دعا بزرگاں کی کیا تازا باغ
شتابی سوں لکھنے کوں آوے ہوس
پڑنہار کوں پھر کو آوے اُمس

فرہنگ

(الف)

اَبھال : بادل

اَپ بھاوتی : خود پسند

اُپجنا : پھوٹنا، اُگنا

اَپروپ : بے مثل، نایاب

اتا : (۱) اتنا، اس قدر (۲) اب، فی الوقت؛ (۳) ذرا

اتال : اب، اسی وقت

اُجڑیا : خانماں برباد

اُچانا : اٹھانا

اَچپل : چاق و چوبند، شگفتہ خاطر، خوش طبع

اَدِک : زیادہ

آس کاٹی : بد بخت، نامراد

اُلنگنا : حد سے تجاوز کرنا

آمنا : امان

انبل : امبل

اَنجن : سرمہ
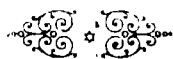
اَندکار : اندھیرا

اوپٹنا : جڑ سے اکھاڑنا، قطع تعلق کرنا

اوتار : کوئی غیر معمولی نیک یا ممتاز مرد یا عورت، اعلیٰ

اودسا : بد قسمتی، بدبختی

ایلاڑ : اِس طرف، کم تر

(ب)

بار : (۱) باری، دفعہ؛ (۲) بہار؛ (۳) دشوار

بارکش : چرواہے کی لکڑی یا درانتی (؟)

بالے بال دُود پھٹنا : ایک بددعا (کسی کے روئیں روئیں پر عذاب کا نازل ہونا)

بائیں : باولی

بجر : پتھر

بِچھانا : پچھونا

بختاں بھی : بھوٹے نصیب ،
بد بخت

بد شکال : بد سگال

بدل : (۱) لیے ، واسطے ،
(۲) بادل

بُرا ماننا : افسوس کرنا ، غمگیں
ہونا

برانا : بیگانہ

برے : بارے

بزان : بعد ازاں

بسراٹ : بھول

بلا دور کرنا : قربان کرنا

بل پانا : موقع پانا

بلکنا : گڑگڑانا

بندا : غلام

بول راکھنا : حرف گیری کرنا
نکتہ چینی کرنا

بول لیانا : حرف لانا ، الزام
دھرنا

بہار : (۱) باھر ؛ (۲) بہار

بھڑ کل : قلعہ کا بڑا دروازہ
جس پر لوھے کی برچھیاں
لگی ہوتی تھیں ، تاکہ ھاتھی
ان سے ٹکرائیں تو زخمی
ہو جائیں

بھگنا : سیر ہونا ، تھك جانا

بھنگار : سونا

بھوگ : لطف ، لذت ، خوشی

بھی : پھر

بیسك : بیٹھك

بینی : بغیر آرائش کے باندھا
ہوا بالوں کا جوڑا جو اس
بات کی علامت ہے کہ عورت
بیوہ ہے یا اس کا شوہر
غائب ہے ۔

(پ)

پا بنی : پانی

پارکھی : پرکھنے والا

پاڑنا : ڈالنا ، پھینکنا

پائراں : سیڑھیاں

پتی ورتا : وفادار، نیک اور شوھر پرست عورت

پچھونڈے بندنا : مشکیں کسنا

پدك : مُحکنی ، لاکٹ کی ایك قسم

پرم، پڑم : موٹا کپڑا (؟)

پشتانا : پچھتانا

پورنا : پورا کرنا

پھاٹا : شاخ

پھانڈی : پتھر

پھٹانا : بھیجنا

پھٹیا : پھٹا ھوا

پھر کر، پھرا کر : لوٹا کر، جواب میں

پیڑی : کٹھولا

پیسنا : داخل ھونا

پیکا : پیسہ

(ت)

تٹ : فصیل

تجار : تاجر (غالباً یہ لفظ ملك التجار کا مخفف ھے)

تجارا : تاجر

تجنا : کھولنا

تدھاں : تب

تُرنگ : گھوڑا

تشریف دینا : اعزاز دینا، تحائف دینا

تلك : ایسے میں

تلھار : تلے، نیچے

تو : اُس وقت، ایسی صورت میں

تیئں : تو

(ٹ)

ٹھکی ھونا : متحیر ھونا

ٹھگ فنداں : مکار، عیار، چالاك

(ج)

جالنا : جلانا

جان : جوان

جپنا : دھیان لگانا

جدھاں : جب

جو : بیوی

جہات: جدوجہد، کوشش

جُھٹے: بے حاصل

جَھل: جذبہ، شدید حسد،
گرمی، چمک

جیپال: سادھوؤں کا ایک فرقہ
جس کی بددعا کی تاثیر
مشہور ہے۔

جیوداں دینا: جاں بخشی
کرنا، حیات عطا کرنا

جیو ہونٹاں میں آنا: جان
لبوں پر آنا

(چ)

چاتُر: تیز، دانشمند، چُست
و چالاک، طرحدار

چٹ پٹی: بے چینی، اضطراب

چُھك: ذرا

چَند: چاند

چندر ریں: چاندنی رات

چندوٹی: سر پر باندھنے کا
معمولی کپڑا

چوالا: ٹاٹ کا ٹکڑا (؟)

چھان: چھان بین، تحقیق

چھبیلا: خوب صورت، حسین،
چمکیلا

چھرالی: تندخو، عصیلی

چھند: مکر و فریب، ناز
و غمزہ

چیرا: پتھر

(خ)

خبر دار: مخبر، خبر رساں

خرچ بات: سفر خرچ،
زاد راہ

(د)

داب: دباو، رعب، وقعت

داٹ: شدید، گھنا، گنجان

دارو: بارود

درحال: اسی وقت

دَرونا: دل

دَسن: دانت

دل دوڑانا: آمادہ ہونا،
خواہش کرنا

دنبال پڑنا : پیچھے پڑنا ،
دق کرنا
دَند : دشمنی
دندمارنا : دشمنی نکالنا
دنیا دار : خوش حال ، صاحب
حیثیت
دوتی : پیام رساں عورت ،
دلاله ، کٹنی
دوراهی پهرانا ، دوهای پهرانا :
حکومت کا اعلان کرنا
دوسنگ : برا ساتھ
دهانا : تیزی سے آگے بڑھنا ،
جھپٹنا ، حمله کرنا
دهکڑا : معمولی اوڑھنی ،
چادر
دهیر : طرف
دیوٹ ، دیوٹی : چراغ ، مشعل
(ڈ)
ڈانك : ٹانکا
(ر)
راس : ڈھیر

راکھنا : رکھوالی کرنا ، دیکھ
بھال کرنا
ران : بنجر زمین
رَچنا : سانا ، گھڑنا ، جمانا
رُخن : رُخ
رنج دینا : جسمانی آزار پهچانا
روشنائی : روشن ، صاف
(ز)
زار زار بات کرنا : طراری
کے ساتھ گفتگو کرنا
زایان : ضائع
زرباف : زربفت
زرزری : زرین ، زرکار
(س)
ساج : سازوسامان
سار : مانند
سامی : (سوامی) ، آقا ، شوهر ،
محبوب
سانت : بسنت رُت
ستونت : نیك ، ایماندار ، باعصمت

ستنا: ڈالنا، گرانا، چھوڑنا، ختم کرنا، ترک کرنا

سجات: اچھی ذات کا، اچھے خاندان کا

سجان: عقل مند، سمجھ دار

سجوتی: سچائی، ایمانداری، وفاداری

سراس: خوش وجذبہ کے ساتھ

سرگ: بہشت

سلا: (۱) پتھر؛ (۲) ہتھیار

سمایا پڑنا: وقت آپڑنا، برا وقت آنا

سمایا کھڑا ہونا: مصیبت آپڑنا

سنیات: دکھ، روگ

سورات: حرص

سوگڑ: خوش وضع، حسین، سگھڑ

سہایا: حسن، دلربائی، رعنائی

سیم: کھیت

(ش)

شہار: شہر

شسیا: رات کا پہرہ

شکنا: شک کرنا، پس و پیش کرنا

(ص)

صفا: پاکیزہ، مقدس

صرصری باؤ: باد صرصر

(ع)

عاروس: عروس

(غ)

غلبلا: غلغلہ

غم خوار: غمزدہ، غمگین

(ف)

فام: (دیکھیے فہام)

فحشا: فاحشہ

فرزند: بیٹا، بیٹی

فکیر: فکر

فند: دھوکہ، فریب

فہام: فہم

(ق)

قاصدی : قاصد

(ك)

کال : (۱) کالا ناگ ؛ (۲) دشمن

کَبل : سخت ، دشوار ، دشوار گزار

کتك : کتنے ایك ، کئی ایك

کتك دن پچھیں : کچھ دن بعد ، کئی دن بعد

کتك دن کوں : کچھ دن بعد ، کئی دن بعد

کُچلا کرنا : کچومر نکالنا

کَداں : کب

کرا : کا

کرتار : کرنے والا ، سانے والا ، خالق

کَلا کرنا : ڈھونگ رچانا

کیما : ناقص ، خام

کنتھا : کتھا ، کہانی

کُنجر : ھاتھی

کوٹال ، کوٹسال : پُر فریب

کوشاں : حوتیاں

کہاں : کہانا

کہاندا : کندھا

کُھاٹ : کھوسٹ

(گ)

گار : سفید پتھر

گَل : گلا

گَلنا : پگھلنا ، گھلنا

گَمانا : وقت گزارنا ، دل بہلانا

گُن ندھان : صاحب اوصاف

گَوا : گائے ، بیل ، بھینسا

گوڈڑا : گدڑی

گورو ، گُرُو : گائے ، بیل ، مویشی

گھالنا : پھینکنا ، تباہ کرنا

گھانے : گھمے

گھَٹ : (۱) جسم ؛ (۲) سخت ، مضبوط ؛ (۳) مصمم

گھوڑ پر گونہراں رولنا : گھوڑے پر موتی رولنا ، فضول اور بے حاصل کام کرنا

کھونگڑی : گدڑی ، کمبل
کیران پکڑنا : گرھن لگنا

(ل)

لانا : لگانا
لاگ : سعی ، کوشش
لَبہ : ھونٹ
لوچنا : چمکانا ، زیب دینا
لھار : لہر
لھؤ : گھونٹ پینا
لَٹی : زیادہ ، بہت زیادہ
لیانا : لانا

(م)

مانڈنا : پھیلانا ، قائم کرنا ، بچھانا
مِٹھای : مٹھاس
مِرونا : جلوس کی شکل میں چلنا ، اکڑ کر چلنا ، ناز و انداز سے چلنا
مسخرائی : تمسخر
مُسکٹنا : مسکرانا
مَکَر : مکّار
مکرزن : دلالہ ، کٹنی
مُلازا : ملاحظہ
مَنا : منع
موڑ : کونپل
مونڈاسا : عمامہ ، پگڑی
موکا : گودڑا
مہتری : سرداری ، بزرگی
مِیت ، دوست ، محبوب

(ن)

نِپٹ : پوری طرح سے ، حد درجہ ، بہت زیادہ
نت : مسلسل ، ہمیشہ
نِچھل : خالص ، اصلی
نِدان : آخر کو ، آخر کار
نَزک : نزدیک
نِسنگ : تنہا ، راست ، سیدھا
نگر گھٹ : بے حس
نَمن : مانند ، مشابہ
نَوا : نیا
نوشو : نوشہ

نَوَل : نیا ، نوجوان ، حسین ،
کیاب ، عجیب
نهاٹنا : بھاگنا
نهاسنا : بھاگنا
نهسلانا : دوڑانا ، دُور کرنا
نِهن پن : بچپن
نهنواد : ننھا
نهی : ننھی ، معصوم ، بے گناہ
نیلك : ایك قیمتی کپڑا (؟)
نِیَم : اصول ، مسلمۃ حقیقت

(و)

واہ : آہ
واٹیلا ہونا : فارغ ہونا
وفائی : وفا
ولے درولے : محلہ در محلہ ،
منزل به منزل
وهام : وهم
وَئیں : وهیں ، اسی وقت ،
اسی جگه

(ه)

هات چَڑنا : هاتھ لگنا
هات دینا : سهارا دینا ،
دستگیری کرنا
هانك : (۱) چیخ ، (۲) شهره ،
چرچا
هَلوك : آهسته سے ، چپکے سے
هنسا : هنسی
هنگام : موسم ، فصل کاٹنے کا
موسم ، موزوں وقت ، شباب

(ی)

یکیلا : اکیلا
یکات : تنهای ، خلوت
یهانت : اهانت

کلامِ معظم بیجاپوری

بتصحیح و تقدیم

ابو النصر محمد خالدی
استاد شعبۂ تاریخ، عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن

۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عمومی مقدمه

بیجاپور میں معظم تخلص کے ایک صوفی بزرگ ہوے ہیں ۔ متعدد مثنویاں ، چند قصیدے اور کچھ مخمس و مسدس ان کی یادگار ہیں ۔ ان کی غزلوں کا ایک دیوان بھی پایا جاتا ہے ۔ وہ اپنی ایک مثنوی " معراج نامہ " میں لکھتے ہیں :

یہ نامہ جہاں میں ہوا جب تمام
ایگیارہ صدی میں اتھے بیست کم
رجب کی ستاویں ہوا یہ تمام
نبی پر ہزاراں درود و سلام

یعنی یہ مثنوی ستائیس رجب سنہ دس سو اسّی ہجری مطابق بارہ ڈسمبر سولہ سو انہتر عیسوی میں تمام ہوئی[1] ۔

---

(۱) " نوائے ادب " چوتھی جلد چوتھا شمارہ بابتہ سنہ انیس سو ترپن ۔

ایک دوسری مثنوی موسوم بہ گلزار چشت[1] میں
برھان الدین غریب متوفی بارہ صفر سنہ سات سو اڑتیس
ہجری کا[2] ذکر کرتے ہوے کہتے ہیں:

سچے پیر برھان ھے دستگیر
بدوں کو اسی سوں کیا دستگیر

دیکھو بادشاہ یہ ہندوستان کا
سو اس باغ ستان گلستان کا

کہتے نام اس کا ھے اورنگ زیب
او مقبول حق کا ھے بے شک و ریب

کیا شہ کی مدفن کا ذکر بہ شاہ
برات سوں حق شہ کے بخشے گناہ

یعنی محی الدین اورنگ زیب عالمگیر نے شہ کی
مدفن کا جو ذکر کیا مراد یہ ھے کہ اس کی لاش برھان الدین
غریب کی درگاہ کے احاطہ میں دفن کی گئی۔ اس سے
ظاہر ھے کہ محی الدین عالمگیر کی وفات کے وقت یعنی

(۱) فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ (مختاریہ) سالار جنگ
صفحہ سات سو پچاس فہرست میں "چشت" کی بجائے جنت
سہو کاتب ھے۔ (۲) روضۃ الاقطاب: محمد روشن علی۔ لکھنو
۱۳۰۹ ہجری ص۔ ایک سو پینسٹھ۔

اٹھائیس ذیقعدہ سنہ گیارہ سو اٹھارہ ہجری میں معظم بقید حیات تھے ـ

ان دو مذکورہ اندرونی شہادتوں سے ثابت ہوا کہ معظم کا زمانہ گیارھویں صدی ہجری کا قریباً نصف آخر اور بارھویں صدی کا ثلثِ اول ہے ۔

معظم کو بیجاپور کے مشہور بزرگ امین الدین اعلی متوفی چوبیس رمضان سنہ دس سو پچاسی ہجری سے[1] بیعت تھی ـ چناں چہ خود معظم نے اپنی نظموں میں متعدد بار اس کا ذکر کیا ہے ـ یہاں صرف چند ابیات بطور مثال نقل کی جاتی ھیں[2] :

امیں سا تجھے دیکھ مرشد ملا تو مشہود ہو تجھ کو شاہد ملا
شجرہ الاتقیاء

اب جا تو بی بیجاپور ہے پور وھاں شہ پور
رسالۂ وجودیۃ

وھاں امین علی ہے پیر ہے روشن دیکھ ضمیر
ایضاً

مرے پر یہ سب راز کھولے امیں حقیقت انو کا یہ بولے امیں
گنج مخفی

---

(۱) روضۃ اولیائے بیجاپور (اردو ترجمہ) سیف اللہ رائچور ۱۳۱٤ ہجری صفحہ ایک سو بائیس ـ (۲) فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ مختاریہ ـ ص ـ ایک سو ننیاوے اور آگے ـ

معظم نے جس جس صنفِ سخن میں اپنے افکار،
بزرگوں کے حالات یا فنِ تصوف کے مسائل قلمبند کئے ھیں
ان سب میں امین الدین اعلیٰ کے ساتھ ساتھ یا ان کے بغیر
"قادر" کا ذکر بھی آیا ھے اور اس کا التزام کیا ھے
کہ کوئی مقطع بغیر لفظ "قادر" نہ لکھا جائے۔ ذیل میں
ادھر ادھر سے چند مقطعے بطور نمونہ نقل کئے جاتے ھیں[1]:

مجھ کو امین علی نے قادر سے کر مشرف
ہوئے تب معظم مجھ پر وصال دستا د

عشق معظم تب ھوا دیکھ ولایت سر بسر
قادر کنے اقرب ھے اس حیدر کرار کا د

تو شیر ھے حق کا کنے قادر محی الدین ھے
والی معظم کا دیکھو شہ جیلانی ھوا د

(۱) دیوان ۔ حسرتی نسخہ بصورت بیاض اور دیوان مخزونہ کتب خانہ
مختار ۔ ملاحظہ ھو فہرست اردو مخطوطات ۔ ص ۔ تین سو بیاسی ۔
دیوان کا ایک نسخہ انجمن ترقی اردو علی گڑھ میں بھی ھے ۔
ملاحظہ ھو ۔ اردو ادب ۔ ناقد سنہ ۱۹۵۳ء
"نظم سی حرفی" کے لئے ملاحظہ ھو ، فہرست اردو مخطوطات
مختاریہ صفحہ دو سو اکتالیس اور فہرست اردو مخطوطات
۔ آصفیہ ۔ حصہ دوم ص ۲۹۰ ۔
فہرست ادارۂ ادبیات اردو ج ۴ ص ۔ ۹۲ ۔

هوا ترلوك پر غوغـا كه ثانی آيا يوسف

نويلا لال قادر شه صورت اے سب پیمبر كا

قصيده

قادر هے نام شه كا كيا اسم هے مسمی

كر مجهه كو پنچ هزاری معظم ديا لقب د

هے پــير تــــرا تـــو قـــادر

او حـــاضـــــر اور نــــاظـــــر

رسالهٔ وجوديه

حيدر هے نام شه كا قادر جسے كتے هيں

عاجز هے كر معظم كرتـا هے او معاف د

قدر نے سن شعر يه بولا مجهے معظم

محرم هے راز سے تُو تيرا هے قال نازك د

سمجها معظم شه كو حيدر آپس قادر هے يه

تب ديكهه كر حلقت اسے امده هے اكثر بولتے د

لام الف مل يك هو آيا، كيوں كر كهولا جاوے

قادر جس پر كرم كرے راز رموزا پاوے

نظم سی حرفی

ان مثالوں سے ظاهر هے كه معظم نے " قادر كا لفظ كهيں علی بن أبي طالب كرم الله وجه كے ليے استعمال كيا هے كهيں شيخ عبد القادر جيلانی كے ائے اور كهيں

اس طرح که "قادر" اور "حیدر" ایك هی مسمی کے دو اسم هیں اور کبھی امین الدین اعلی کے کسی ایسے خلیفه کے لئے جس کے نام کا ایك جز قادر تھا۔

اس آخر الذکر بیان سے ذهن امین الدین اعلی کے ایك خلیفه عبدالقادر لنگا کی (لنگ بمد بکسر لام) طرف منتقل هوتا هے۔ اگر ایسا هے تو پھر ماننا پڑے گا که معظم کے مرشد بیعت تو امین الدین اعلی هی تھے اور قادر مرشد تربیت جنھوں نے امین الدین کے حکم پر معظم کے مراتب سلوك و مدارج معرفت اپنی نگرانی میں طے کرائے اور یه بیعت و ارشاد کی تاریخ میں هرگز کوئی نئی بات نہیں هے۔

فی الحال همارے یہاں کوئی ایسا تحریری وثیقه نہیں هے جس کی بناء پر معظم یا قادر کے سوانح حیات کا کوئی جزئی واقعه هی متعین طور پر بتایا جا سکے۔ خوش قسمتی سے معظم کے پیش نظر کلام کی نوعیت ایسی هے که اس سے استفاده کرنے کے لئے اس کے مصنف کے سوانح معلوم کرنا ناگزیر بھی نہیں هے۔

دکھنی کے قدیم اردو شاعروں کے کلام کا مطالعه اردو زبان کی تاریخ اور اس زبان سے متعلق دوسرے فنون کی ترتیب کے لئے یقیناً اساسی اهمیت رکھتا هے مگر

سب کچھ اتنا ہی نہیں ھے کیوں کہ دکھن کے مسلمانوں
کی تہذیبی و فکری تاریخ کو سمجھنے اور ھوسکے تو اس
کو مرتب کرنے کے لئے بھی دکھنی کلام کا مطالعہ
ناگزیر ھے۔ بسا اوقات ادبی و علمی نوشتوں سے وہ معلومات
حاصل ھوتے ھیں جو سیاسی تاریخوں میں تجسس و تلاش
کے بعد بھی نہیں ملتے۔ اس لحاظ سے اگر کوئی شخص
معظم کے کلام کو اس کے زمانے کی تہذیبی تاریخ کا
ایک ماخذ یا مصدر قرار دے تو غالباً غلط نہیں ھوگا۔

معظم کے کلام کا بیشتر حصہ خالص صوفیانہ حقائق
و معارف پر مشتمل ھے اس لئے اس سے اور اسی طرح
کے دوسرے قدیم صوفیانہ کلام سے معنوی استفادہ اسی
وقت زیادہ کارآمد ھوسکے گا جب کہ تصوف کے مبادیات
اور دکھن کی تاریخ تصوف سے بھی کم از کم اجمالی واقفیت
بطور پس منظر پیش نظر رھے۔

معظم کا جتنا کلام اس وقت پیش ھو رھا ھے اس
کے لحاظ سے مقدمہ میں ان دونوں عنوانوں کا اجمالی بیان
بھی اپنے اور قارئین کے احساس تناسب کو مجروح کئے
بغیر ممکن نہیں اس لئے ان موضوعوں پر دار المصنفین
اعظم گڈھ و ندوۃ المصنفین دھلی سے چھپی ھوئی کتابوں کی
صرف اشارہ کردینا ھی کافی ھے البتہ صوفیوں کے منظوم
کلام کے چند نمایاں اوصاف جیسے ایجازِ بیان و معنوی گہرائی

وغیرہ کی مختصر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔

"انتہائے ما آخر ہر منتہی است" مطلب یہ کہ فلسفیوں کی عقل و خرد جس منزل پر آکر رُک جاتی اور آگے بڑھنے سے درماندہ و عاجز ہو رہتی ہے وہیں سے صوفیوں کی غور و فکر شروع ہوتی ہے بوہلۂ اول مذکورہ مقولہ شاعرانہ تعلّی یا کمزوری کی ڈینگ معلوم ہوتی ہے لیکن جو لوگ فلسفیانہ مضامین کی گہرائی و گیرائی اور ان کے طرز بیان کی مشکلوں سے واقف ہیں وہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ روحانی اسرار و رموز کا ادراک کرنا اور پھر اس کو قابل فہم طریقہ سے بیان کرنا کتنا دشوار کام ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ صوفیوں کا موضوع سخن اتنا دقیق، گہرا اور نازک ہوتا ہے کہ مروجہ زبان و بیان اس کی ترجمانی کرنے سے قاصر رہتے ہیں اس لئے صوفیوں کا کلام بعض اوقات ابہام سے گزر کر اغلاق کی سرحد میں داخل ہو جائے تو کسی کو تعجب نہ ہونا چاہیئے۔

علاوہ بریں یہ بھی یاد رہے کہ اکثر صوفیہ کے یہاں شعر ابلاغ علم کا نہیں بلکہ محض اخراج جذبات کا ایک حسین ذریعہ ہے۔ اس نقطہ نظر کی وضاحت کے لئے ایک مثال پر غور فرمائیے۔

عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود متوفی سنہ اٹھانوے ہجری ایک جلیل القدر تابعی ہوئے ہیں آپ کا شمار

مدینہ منورہ کے نہایت ممتاز فقہا میں ہوتا تھا۔ شاعری میں بھی آپ کا درجہ اپنے ہم عصروں سے کم نہیں تھا۔ جب آپ کے بلند پایہ و دلکش اشعار کی شہرت ہوئی تو کسی نے طنزا پوچھا: حضرت! بایں ہمہ تقوی و ریاضت و زہد و ورع شعر گوئی چہ معنی؟ آپ نے فرمایا: ان المصدور لا بد ان ینفث (۱) جس شخص کا سینہ بھر جائے اس کا کھانسنا کھنکارنا ضروری ہے (۲) مطلب یہ کہ ہجوم افکار و ہیجان جذبات کو کوئی کب تک اپنے سینے میں دبائے رکھے انہیں باہر نکلنے کی راہ دینی ہی پڑتی ہے۔ عام آدمی ایسے وقت بے تکی باتیں کرتا ہے موزوں طبع شعر کہتا ہے۔ صوفیا کا خیال بھی کم و بیش ایسا ہی تھا وہ سمجھتے ہیں کہ جوش عشق و مستی زیادہ دیر تک سینے میں گھٹ کر

(۱) یہ واقعہ متعدد عربی مصادر میں مذکور ہے ہمارے زمانہ سے قدیم ترین اور عبید اللہ کے زمانہ سے قریب ترین حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو: البیان و التبیین۔ جاحظ م ۲۵۰۔ مصر۔ سنۃ ۱۳۶۷ - ج ۱ ص ۳۵ - اسی طرح کے ایک اور واقعہ کے لئے دیکھئے۔ الجامع لاحکام القرآن۔ قرطبی۔ تفسیر سورۃ الشعراء۔ مصر۔ سنہ ۱۳۶۳ - ج ۱۳ - ص ۱۴۸ (۲) یہ عربی طرز تعبیر ہے۔ اردو میں ایک شاعر نے اسی سے ملتا جلتا مفہوم اس طرح ادا کیا ہے۔

دم گھٹا جاتا ہے اس تنگ مکاں میں اے دل!
ہاں تڑپ اور کہ تسکین دری ہوتی ہے

نہیں رہ سکتا اس لئے اس کا اظہار نکلنے کے لئے بے چین رہنا بالکل فطری ہے ۔ شدید جذبات کی گھٹن سخت تکلیف دہ انقباض پیدا کرتی ہے ۔ شعر گوئی سے یہ انقباض دور ہوتا اور ہیجان کی جگہ سکون و قرار قائم ہوتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ ایسی شعر گوئی کا مقصد تعلیم و تلقین نہیں ہوتا ۔ اس کے لئے دوسرے ذریعے ہیں ۔ اسی طرح صوفیوں کی شاعری سخن سنجوں کی آفرین و تعریف سے قطعاً بے نیاز ہوتی ہے ۔ ان کے لئے بحر و وزن کا قالب جوش و سرمستی کا ذریعہ اخراج ہے نہ کہ ذریعہ ابلاغ ۔ ایسی صورت میں ان بزرگوں کو صرف و عروض و نحو کے پیچ در پیچ قاعدوں سے بھلا کیا واسطہ ۔ یہ وصاف کہتے اور برملا کہتے ہیں ۔

شعر می گویم بہ از آب حیات

من نہ دانم فاعلات فاعلات

ور اگر حد و قید سے آزاد رہنے والے بزرگوں کو ایسے بے پایاں شوق و مستی کے اظہار کے لئے دکھنی جیسی زبان اختیار کرنی پڑے جو ابھی ارتقاء کی ابتدائی منزلیں طے کر رہی تھی تو پھر ان کے کلام کو سمجھنے میں جو دشواری پیش آنے کی اس کے لئے قاریوں کو پہلے ہی سے اچھی طرح تیار رہنا چاہیئے ۔

گفتار عشق و عقل

آپ جانتے ہی ہوں گے کہ اکثر صوفیہ کے نزدیک خود شناسی اور خدا شناسی کی منزل پر پہنچانے والا قریب ترین راستہ عقل نہیں بلکہ عشق ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ تعلیل و تعقل کی پھیر میں نہ پڑئیے کہ ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود   پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

اور راہ نمائے عشق کا یہ کہتے ہوئے استقبال کیجئے :

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

چوں کہ ہر فرد کی علت بھی قدرتاً جدا جدا ہوتی ہے اس لئے اس کا مداوا بھی ایک ہی طرح کے عشق سے نہیں ہوتا اس کی وجہ سے قدر مشترک ہونے کے باوجود ہر صوفی عشق کی وہی صورت اختیار کرتا ہے جو اس کے موافق مزاج ہے ۔ اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ ع

عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

اس صورت واقعہ کی بنا پر اگر کوئی شخص ہمارے صوفی معظم کے متعلق یہ سوال کرے کہ ان کے عشق کا کونسا مقام ہے ؟ تو اس کا جواب خود انہوں ہی نے مندرجہ ذیل مثنوی کے ذریعہ دے دیا ہے ۔ اس میں انہوں نے

بتایا ھے کہ انسان کے دو پیدائشی ساتھی ھیں عشق و عقل ،
عقل کہتی ھے : انسان آزاد و بے لگام نہ رھے بلکہ پابندی
قبول کرے ، علم حاصل کرے ۔ اللہ کی عبادت اور مخلوق
کی خدمت کرتے ہوئے ھمیشہ سرگرم عمل رھے ۔ عشق کا
تقاضہ ھے : انسان یار کے درشن میں محو رھے ، وصل کی
لذت میں گم ھوجائے ، عزلت اختیار کرے اور عمر بھر
سرمست و متوالا رھے ۔

معظم نے عشق و عقل کے تقابلی تقاضوں کی صرف
ترجمانی کرنے پر اکتفا کی ھے ۔ دونوں میں توازن یا توفیق
پیدا کرنے کی کوئی راہ نہیں سجھائی اور نہ وضح طور پر
یہ بتایا کہ کونسا داعیہ قوی تر ھے ۔ اس طرح توفیق یا ترجیح
کا فیصلہ دوسروں پر چھوڑ دیا ھے کہ وہ اپنے اختیار تمیزی
سے کام لے کر اپنے سفر حیات میں جس کو چاھیں اپنا
رفیق آپ منتخب کرلیں ۔ لیکن اس عیر جانب دارانہ موقف
کے با وصف ذرا غور سے دیکھئے تو ان کا رجحان
صاف نظر آ رھا ھے اور ان کا سارا کلام اس کی تصدیق
کر رھا ھے کہ ؂

جب عقل لہی اٹھ معظم کام کر

اور عشق کہتا قادر سے مل آرام کر

تو انہوں نے عشق ھی کے مشورہ کو قبول کیا اور ”قادر“

سے ملنے کے بعد آرام کرنا ھی پسند کیا۔ جب کبھی استغراق و محویت سے بیدار و هوشیار هوے تو انھوں نے اپنے کلام کے ذریعه ھر سننے والے کے کان پر یه بات ڈالی که ـ

جز یار کچھ دیکھو نکو جنت بھی کُئی گر دے تجھے
دونوں جہاں سے رخ پھرا، دلبر سے دل لانا بھلا

اس طرح وہ اپنا تعارف آپ کرا دیتے ھیں پھر زبان حال سے بے تکلف فرماتے ھیں که اب جس کا جی چاھے میری طرف اپنی پینگ بڑھائے اور جس کا جی نه چاھے وہ اپنا شوق کہیں اور پورا کرے۔

جن لوگوں نے معظم کا ساتھ دیا ان سے تو هم کو سروکار نہیں البته بحیثیت ایك متعلم تاریخ همیں یه جاننے کی خواهش ھے که معظم کے جن هم عصروں نے ان کی اس تلقین پر توجه کی کیا وہ اپنے معاشرہ کے لئے اچھے ثابت ھوے یا برے؟ دونوں جہاں سے رخ پھرانے والوں کی روش انسانیت کے لئے مفید تھی یا مضر؟ اور آیا آرام لینے کے مجوزہ طریقہ نے زندگی کو خوش گوار بنایا یا ناگوار؟ راقم الحروف کا خیال ھے که جب تك معظم اور ان جیسے بہت سے بزرگوں کے کلام کا ایك معتد به حصه منظر عام پر نه آجائے ان سوالوں اور ان کے جوابوں کو کسی اور وقت کے لئے اٹھا رکھئے اور فی الحال یه دیکھئے که اس مثنوی

کا ادبی وفنی حیثیت سے کیا درجہ ہے کیوں کہ اس وقت تو
ہم اس کا مطالعہ ایک ادب پارہ کی حیثیت ہی سے کر رہے ہیں -

لفظی و معنوی حیثیت سے اردو زبان کا خمیر جن
کلاسیکی زبانوں سے وجود میں آیا ہے ان میں سنسکرت
و ہندی سے تو میں نا بلد ہوں اس لئے کچھ نہیں کہا
جاسکتا کہ آیا وہاں بھی کبھی عشق و عقل ایک دوسرے
کے مقابل صف آرا ہوئے ہیں یا نہیں - عربی شاعری میں
عشق و عقل کی رزم آرائی کا منظر تو دور و نزدیک کہیں
بھی دیکھنے میں نہیں آیا مگر فارسی شاعری میں عشق
و عقل کی پیکار کا نقشہ کئی شاعروں نے کھینچا ہے -
یہ موضوع زیادہ تر طویل مثنوی کے ایک جزو کی حیثیت
سے ملتا ہے - اس سلسلہ میں فارسی ادب کے مورخوں نے
سنائی (متوفی پانسو پینتالیس) کے عشق نامہ و عقل نامہ کا
ذکر بار بار کیا ہے -

دکھنی شاعروں میں شاید سب سے پہلے محمد قلی قطب شاہ
نے مستقل طور پر اس عنوان کی تحت ایک غزل لکھی تھی
لیکن اس میں عشق و عقل کے تقابل سے متعلق صرف ایک
ہی بیت ہے (دیکھئے دیوان مطبوعہ صفحہ تین سو سترہ) -
البتہ ملک الشعراء نصرتی نے "گلشن عشق" میں اس موضوع
کا حق حسن اعتدال، باریک بینی، خوبی و فصاحت سے ادا کیا

ہے وہ ناوحوذ مرور ایام بے عــدیل و بے نظیر ہے ۔
اس کے دیکھنے کے بعد معظم کی درج ذیل مثنوی سبتا
بہت فروتر معلوم ہوتی ہے لیکن شــاید مختصر اور رواں
دواں ہونے کی وجہ سے یہی مثنوی زیادہ مقبول ہوئی
جس کا اندازہ اس طرح ہوتا ہے کہ قریبا چالیس سال پہلے
کی بات ہے کہ میرے ایك استاد مرحوم شرف الدین ، مدرس
مدرسۂ دینیہ مسجد میاں مشك اپنے کھلنڈرے شاگردوں
سے ذرا خفا ہوتے تو ظرافت آمیز طنزیہ لہجہ میں کہتے:

تجھ عقل کہتی عــالموں سے یار ہو

اور عشق کہتا علم سے بے زار ہو

اوسوس ہے کہ اب میرے یہاں کوئی ایسا ذریعــہ
نہیں ہے جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ مرحوم کو آیــا
صرف یہی ایك شعر یاد تھا یا اس کے کچھ اور اشعار بھی ۔
چوں کہ مرحوم صوفی بھی تھے اس لئے خیال ہے کہ شاید
انہیں اور بھی شعر یاد ہوں ۔

بہر طور سوائے روانی کے اس مثنوی میں اور کوئی
فنی خوبی نہیں معلوم ہوتی ،مگر جیسا کہ آگے معلوم ہوگا
معظم کا دوسرا کلام ایسا معمولی درجہ کا نہیں ہے بلکہ
اسلوب وبیان کے اعتبار سے وہ اپنا ایك نمایاں مقام رکھتا
ہے ۔ اردو غزل میں سب سے پہلے شاید انہیں نے کثرت

سے تصوف کے مضامین باندھے اگر ایسا ہے تو اردو
ادب کی تاریخ ان کا فضل تقدم تسلیم کئے بغیر نہیں
رہ سکتی۔

کلام معظم کی جزوی جزوی اشاعت کے سلسلہ
میں گفتار عشق و عقل کو اسی لئے مقدم رکھنا ضروری تھا
کہ اس کی حیثیت ان کے کلام کے تعارف یا پیش لفظ
کی سی ہے۔

اس مثنوی کا ایک نسخہ، نسخہ الف، اس بیاض سے
منقول ہے جو میرے ایک دیرینہ کرم فرما نے مجھے مستعار
عنایت فرمائی تھی۔

دوسرا نسخہ، ناقص الاول و الاوسط، نسخہ ب،
ادارۂ ادبیات اردو میں محفوظ ہے۔ ملاحظہ ہو ادارہ کی
فہرست مخطوطات جلد اول صفحہ دو سو پینسٹھ۔

قصیده

معظم نے جس جس صنف سخن میں طبع آزمائی کی ھے ان سب میں انھوں نے تصوف کے مسائل بیان کئے ھیں یا پھر اپنے سلسله کے بزرگوں کی کرامتیں۔ حسب پسند یا حسب محل و موقع کہیں اس فن کے صرف چند مسائل سے ھی تعرض کیا ھے اور دوسرے مسائل ترك کر دئے ھیں اور کہیں بعض مسائل کی طرف اشارے کنائے کرتے ھوے دوسری جانب نکل گئے ھیں البته صرف ایك قصیده ایسا ھے جس میں انھوں نے اپنے طریقه کی تعلیم کے جمله افکار و اعمال مکمل طور پر بیان کر دئے ھیں ـ بعض صوفیوں اور فقیهوں وغیره کے طریقے کے پیش نظر ایسا معلوم ھوتا ھے که معظم نے خود ھی یا اپنے کسی رفیق کی فرمائش پر اپنے پیر بھائیوں کے لئے اپنے سلسله کی تعلیم کا ایك مجمل لیکن جامع خلاصه منظوم کردیا ھے تاکه جو لوگ تفصیلات میں پڑے بغیر پوری تعلیم و طریقۂ تعلیم سے واقف ھونا چاھیں وہ اس قصیده پر ایك نظر ڈال لیں اور راہ سلوك طے کرنے کا اراده کرنے والے مبتدی اس کو حفظ کر لیں شاید اسی وجه

سے معظم نے اس میں قصیدہ کے قدیم سے چلے آنے
والے اجزاء جیسے تشبیب و گریز وغیرہ کی پابندی کرنی
غیر ضروری سمجھی اور قصیدہ کو طول دینے کی بجائے
مطلع ھی میں بتا دیا کہ ع محوّ! فرض ھے بوجھنا امر
اللہ اکبر کا، اور آگے صرف اکیس ابیات میں تصوف کا
لب لباب پیش کردیا۔ اس طرح اس قصیدہ کی حیثیت گویا
ایک ایسے متن کی ھے جس کی تشریح و تفسیر کے لئے اور
کئی نظمیں لکھی گئیں۔ حقیقت یہ ھے کہ معظم کے پورے
نظام فکر کو سمجھنے کے لئے یہ قصیدہ اجمالی تعارف کا کام
دیتا ھے۔ اس کو ان کے کلیات کا ایک ایسا منظوم مقدمہ
تصور کیجیے جس میں انہوں نے مختصر طور پر وہ سب
لکھ دیا ھے جس کو انہوں نے دوسرے اصناف سخن
میں تفصیل سے بیان کیا ھے۔ موضوع سے متعارف ھو جانے
اور مقدمہ دیکھ جانے کے بعد معظم اپنے قاری سے بزبان
میر یہ کہہ سکتے ھیں کہ: (بتصرّف)

دیکھا تو ھوگا نظر مبارک سے حال میر
اس پر بھی جی میں آئے تو دل کو لگائیے

قصیدہ پر نظر ڈالتے ھوئے یہ واقعہ یاد رھے کہ
تصوف جیسے دقیق، قدیم و وسیع فن میں اصطلاحوں کی

بہتات لازمی ہے خلاصہ میں اس کی کثرت نا گزیر
ہے چناں چہ اس قصیدہ میں بھی اصطلاحیں اتنی زیادہ تعداد
میں آئی ہیں کہ اکیس ابیات کا قصیدہ صرف اصطلاحوں
کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے ۔ ایسے الفاظ بھی اصطلاحی معنوں
میں استعمال ہوے ہیں جو بظاہر اصطلاحیں نہیں معلوم
ہوتے مثلاً زاہد کے معنی صرف حرص و لالچ ہی کا ترک
کرنے والا نہیں بلکہ اس میں خدا کی یاد سے اپنی غفلت
کو دور کرنے اور اپنی ہستی کے شعور کو ترک کرنے والے
کے بھی ہیں ۔ وقس علیٰ ھذا ۔

راقم الحروف کا خیال ہے کہ اس قصیدہ کے موجودہ
قاریوں میں شاید ہی کوئی ایسے بزرگ نکلیں جو تصوف
کو اس ذریعہ سے سمجھنا چاہیں ۔ اسی حسن ظن یا سوء ظن
کی وجہ سے قصیدہ میں آئی ہوئی اصطلاحوں کی تشریح
ضروری نہیں معلوم ہوتی ۔ جہاں جہاں قرآنی آیتوں کا ذکر
آیا ہے ان کے مکمل حوالے درج کر دئیے ہیں اور اگر
بفرض محال کسی صاحب کو اس قصیدہ میں بیان شدہ
تصوف سے دلچسپی ہو اور وہ اس میں آئی ہوئی اصطلاحوں
کے معنی متعین کرنا چاہیں تو وہ معظم سے قریب تر
زمانہ کے ایک بزرگ محمد حیات متوفی بارہ سو اکاسی ہجری
کے رسالوں سے رجوع کر سکتے ہیں جو اردو (دکھنی)

میں لکھے گئے ھیں ۔ ان کے بائیس رسالے " مصباح الہیات " کے نام سے کئی مرتبہ چھپے ھیں ۔ ھمارے سامنے وہ نسخہ ھے جو بمبئی سے سنہ تیرہ سو سولہ میں چھپا تھا ۔

اس قصیدہ کا متن جن دو مخطوطوں پر مبنی ھے اس کی تفصیل یہ ھے ۔

الف : کتب خانہ مختاریہ (سالارجنگ) میں معظم کی ایک مثنوی " گنج مخفی " کے چار نسخے ھیں ۔ ان میں سے ایک نسخہ وہ ھے جس کا نشان ھاشمی مرحوم کی فہرست میں دو سو اکتالیس اور اسی کتاب خانہ کے دار المطالعہ میں رکھی ھوئی قلمی فہرست میں ایک سو انچاس ھے اور یہ نسخہ فن تصوف میں شامل ھے ۔ اس نسخے میں جہاں " گنج مخفی " کا متن ختم ھوتا ھے وھیں سے یہ قصیدہ شروع ھوتا ھے ۔ (اور پھر قصیدہ کے اختتام پر " الف نامہ " شروع کیا گیا ھے ۔ یہ بھی معظم کی ایک نظم ھے جس کا صحیح نام " نظم سی حرفی " ھے ۔ اس میں جملہ اٹھائیس ابیات ھیں ۔ حروف تہجی کے اعتبار سے ھر بیت ایک نئے حرف الف ، ب و ت الخ سے شروع ھوتی ھے ۔ اس کے دوسرے نسخوں کی تفصیل اس کی اشاعت کے وقت کی جائے گی) ۔

ب: قصیدہ کا دوسرا نسخہ معظم کے دیوان (ناقص)
میں ہے ۔ دیوان کا یہ نسخہ کتب خانہ مختاریہ میں ہے ۔
ناقص جلد بندی کی وجہ سے اوراق الٹ پلٹ ہوگئے ہیں ۔
رکابوں سے سلسلہ ملایا جا سکتا ہے ۔ ملاحظہ ہو فہرست
ہاشمی صفحہ ۳۸۳ ۔

استقامت متن کے سلسلہ میں درج ذیل رموز استعمال
کئے گئے ہیں :

خت : خارج از تقطیع ۔
خك : خطائے کتابت ۔
ضش : ضرورت شعری ۔
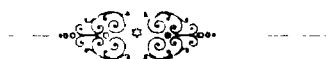
گنج مخفی

اگر آپ نے معطم کا قصیدہ دیکھ لیا ہے تو پھر آپ کو "گنج مخفی" (چھپا خزانہ یعنی راز حیات و سرّ کائنات) سے متعارف ہونے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی کیوں کہ اس میں انہیں باتوں کی توضیح کی گئی ہے جو اجمالاً قصیدہ میں بیان کی گئی تھیں ۔ اس میں نصاب تصوف کی توضیح تو فی الجملہ مختصر سی ہے مگر اس کے تعلیم پانے والوں کی خصوصیتیں تفصیل سے بتائی گئی ہیں کہ جب سالک شریعت و طریقت کی راہ پر چل پڑتا ہے تو اس کی کیا حالت ہوتی ہے ، حقیقت و معرفت تک پہنچتا ہے تو کیا کیفیت ہوتی ہے ۔ منزل ناسوت و ملکوت و جبروت و لاہوت میں اس پر کیا کیا احوال طاری ہوتے ہیں اور دوران سلوک میں ہر ہر منزل پر جو کئی کئی مقام آتے ہیں وہاں اس کا قیام کیسا رہتا ہے وغیر ذالک ۔

مثنوی کی ترتیب و تنظیم پر غور کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حمد و نعت و مدح و منقبت تک شاعر کا جوش کسی نہ کسی حد تک آداب شاعری کو ملحوظ

رکھ سکا لیکن چھبیس ستائیس ابیات کے بعد ہی جوش کی فراوانی نے سارے حدود توڑ دیئے اور نظام مضامین درہم برہم ہو گیا۔ مصرعوں اور بیتوں کی روانی کا یہ عالم ہے کہ جب تک نظم ختم نہیں ہو جاتی کہیں رکاؤ ٹکاؤ کی نوبت ہی نہیں آنے پاتی اور خواہ کچھ سمجھ میں آئے یا نہ آئے قاری آخر تک پڑھتا ہی چلا جاتا ہے۔

معظم نے آخر آخر میں فرمایا ہے:

امر پر نبی کے یہ کھولا ہوں میں

یہ سب ڈیڑھ سو بیت بولا ہوں میں۔

معظم جیسے صوفی شاعر کے طبعی جوش و خروش پر امر نبی نے وہی کام کیا جو سمند شوق پر تازیانہ کیا کرتا ہے۔ چناں چہ انہوں نے چھپے خزانے کے دروازے بلا تاخیر جلد جلد کھول دیئے۔ دیکھنے یا داخل ہونے والے جدھر سے چاہیں جیسا چاہیں داخل ہوں اور اپنے اپنے ذوق و ظرف کے مطابق بہرہ ور ہوں۔

گنج مخفی کا متن جن نسخوں کی مدد سے مرتب کیا گیا ہے ان کی تفصیل یہ ہے۔

نسخہ الف: کتب خانہ مختاریہ (سالار جنگ)۔ ملاحظہ ہو فہرست ہاشمی صفحہ دو سو۔

نسخہ ب: ادارۂ ادبیات اردو۔ دیکھیے فہرست جلد اول صفحہ ایک سو اڑتالیس۔نیز جلد سوم صفحہ دو سو اکاسی۔

یہ نسخہ ناقص الاول ھے ۔ اس کی ابتداء وھاں سے
ھوتی ھے ۔ جہاں دوسرے نسخوں میں بیسواں شعر یعنی ع
دیکھو حق سوں رھنے اپیں بے نیاز ۔ الخ ھے ۔

ج : کتب خانہ مختاریہ ۔ دیکھیے فہرست ھاشمی
صفحہ دو سو ۔

اس نسخہ کا عنوان '' گنج مخفی '' کے ساتھ ساتھ
آزاد نامہ گفتار معظم بھی لکھا گیا ھے ۔

د : ایضا صفحہ دو سو ایک ۔

ھ : " " "

موجودہ متن کی ترتیب میں ان پانچوں نسخوں سے
استفادہ کیا گیا ھے ۔ ان کے اختلاف قراءت حاشیہ میں
بتا دئے گئے ھیں ۔

ملحوظہ : انجمن ترقی اردو علی گڑھ کے مخزونہ اردو
مخطوطوں کی ایک نہایت معمولی برائے نام سی فہرست
انجمن کے سہ ماھی رسالہ '' اردو ادب '' بابتہ سنہ ۱۹۵۳ ء
(؟) میں چھپی ھے ۔ اس میں '' آزاد نامہ معظم '' نامی
ایک مخطوطہ بھی بتایا گیا ھے ۔ اور بلا تعین مصنف
'' گنج مخفی '' نامی و عنوان بھی لکھے گئے ھیں ۔
وضاحتی فہرست کا مدت سے انتظار ھے ۔ اس کے چھپ

جانے کے بعد ھی متعین طور پر کچھ کہا جا سکے گا کہ آیا یہ وھی آزاد نامہ یا گنج مخفی ھے جو یہاں شائع کیا جا رھا ھے یا یہ کوئی اور ھی کتابیں ھیں ۔

عزیز کریم جناب معین الدین صاحب عزمی سلمہ نے مخطوطوں کے پڑھنے وغیرہ میں راقم الحروف کی غیر معمولی امداد کی ۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء ۔

ابو النصر محمد خالدی

۲۷ محرم سنہ ۱۳۸۵ ھ

م ۲۹ — ۵ — ۱۹٦۵ ع

گفتار عشق و عقل

از
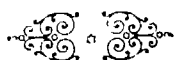
معظم

(بحر رجز مسدس سالم)

۱ مجھ حق دیا ھے پیار کر دیکھ یار دو
اك عشق دوسرا عقل ھے دلدار یو

۲ مجھ عقل کہتی علم پڑھ لکھنے کو سیکھ
اور عشق کہتا درس کا جا مانگ بھیك

۳ مجھ عقل کہتی عالمان سے یار ھو
اور عشق کہتا عـلم سے بیزار ھو

٤ مجھ عقل کہتی صوم اور کرنا صلات
اور عشق کہتا حق سے مل پانا نجات

الف میں ھر جگہ عقل کا فعل مذکر لایا گیـا ھے
یعنی عشق کہتا اور عقل کہتـا ۔

۱ ۔ ب = ندارد ۔

۲ ۔ ب = مجھ عقل کہتی علم پڑھ لکھنا سیکھ ۔

٤ ۔ ب = ندارد ۔ الف میں اس کے بعد صرف ایك مصرع یوں ھے :

عقل کہتا قصد کر دینا ملا
پھر اس کو زیر خط کر دیا گیا ھے ! ؟

۵ مجھ عقل کہتی باندزن کر نام سوں
اور عشق کہتا کام اہے تو حام سوں

۶ مجھ عقل کہتی کام کرنا ھے ثواب
اور عشق کہتا رات دن پینا شراب

۷ مجھ عقل کہتی شہ سے مل انعام لے
اور عشق کہتا ھے سو دولت چھوڑ دے

۸ مجھ عقل کہتی نفس اندھا ھے بری
اور عشق کہتا چھوڑ پیری فقیری

---

۵ ۔ باندزن : عقد ازدواج کا ترجمہ ۔ یعنی بیاہ کر تاکہ اولاد ھو اور تیرا نام باقی رھے ۔ الف میں " کرنام " کی بجائے " نیك نام " ھے .

۶ ۔ ب = " صواب " ۔ اس روایت سے بھی شعر بامعنی ھی رھتا ھے لیکن ثانی مصرع کے لحاظ سے " ثواب " زیادہ مناسب ھے جیسا کہ الف میں ھے ۔

۸ ۔ الف = ندارد ۔ اور ب میں اس طرح ھے : (ناموروں)

مجھ عقل کہتی نفس اندھا ھو کے ھے بری
ھور عشق کہتا چھوڑ دے پیری فقیری

استقامت وزن کے لئے " فقیری " کے قاف کو بالسکون اور یائے اول کو متحرك پڑھا جائے ۔

۹ مجھ عقل کہتی سیکھ کچھ کیما گری
اور عشق کہتا چھوڑ کُر بازی گری

۱۰ مجھ عقل کہتی زر حرّج کر لے قضا
اور عشق کہتا کَچڑ کے تازی کر غزا

۱۱ مجھ عقل کَہتی اٹھ معظم کام کر
اور عشق کہتا قادر سے مل آرام کر

---

۹ ۔ کیما گری ۔ کیمیا گری ۔ کیمیا کے دوسرے یا کی تخفیف برائے وزن ہے ۔

۱۰ ۔ یعنی عروہ میں اپنی طرف سے کسی اور کو رقم دے کر "حج بدل" کی طرح "عروہ بدل" کر دے ۔ اپنی جان جوکھوں میں نہ ڈال ۔ بشرطیکہ یہ شعر ایسا ہی ہو جیسا کہ نقل کیا گیا ہے ۔

الف میں کہیں 'هور' کہیں 'اور'۔ اسی طرح کہیں 'سوں' کہیں 'سیں' اور 'سے'۔ یہاں هر جگہ "اور" و "سے" رکھا گیا ہے ۔

قصیدهٔ معظم

(بحر ہزج مثمن سالم)
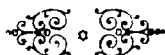
۱ محبّاں فرض ہے بوجھنا امرُ اللہ اکبر کا
جو اَفلا تُبصرو بولیا سو کیا ہے رمز دابر کا

۲ لو ارم سب پو آیا ہے پچھانت یہانچ کر چکنا
جو یاں اندھا سو واں اندھا خبر ہے روزِ محشر کا

۳ غرض ہے باہر کے آنا نیں اسی تے عرض کرتا ہوں
نباڑا بیگ کر لیسا عزیزاں پیش، بستر کا

---

۱ ۔ ع ۱ ۔ بوجھنا : استقامت وزن کیلئے بُجھا پڑھیے ،
ع ۲ ۔ افلا بر وزن اکلا ۔ ضش ۔

امر اللہ سے سورۃ الاسراء کی آیت نشان پچاس مراد ہے ۔
یعنی '' یسئلونك عن الروح ط قل الروح من امر ربی الخ '' ۔

أفلا تبصرو '' تنزیل میں أفلا تبصرون الخ تین جگہ ہے :
(۱) القصص ۔ آیت نشان ۷۲ ۔ (۲) الزخرف ۔ آیت نشان ۵۱ ۔
(۳) الذاریات ۔ آیت نشان ۲۰ و ۲۱ ، معظم کا اشارہ اسی آیت کی طرف ہے ۔

۲ ۔ ''جو یاں اندھا الخ'' اس سے سورۃ الاسراء کی آیت نشان ۷۲ مراد ہے یعنی '' و من کان فی ھذہ اعمی الخ '' ۔

۳ ۔ ع ۲ ۔ نباڑا ۔ اہتمام ۔ انصرام ۔

٤ حو طالب طلب دھرتا ھے خدا سوں وصل ھونا کر
بٹی پڑھ مَن عَرَف کے ھور درس لیے راہ راھبر کا

٥ مقاماں ھور منزل کو جو لیاوے چار رھبر سوں
رفیق ایسا اچھے رَہ پر حو واقف خیر ھور شر کا

٦ نَفس دل روح سوں تجھ کوں کرے یسر نور سوں اشنا
سو بعد ار نور میں دیکھے تو دستا ذات انور کا

٧ اول راھد سوں عارف ھو سو بعد ار عاشق واصل
وراوُل ور اھے درحہ (جو) چل کو باٹ سَرور کا

٨ ھوا نیں حق سنے واصل علَم تحصیل کیا تو کیا
نچھانت ایك نکتہ ھے عشق کیا کام دفتر کا

---

٤ - ع ٢ - بٹی - اصلاً بتشدید تائے ھندی (یہاں ضرور تا بتحفیف) بچوں کو پڑھانے کے لئے مستطیل تختی جس پر حروف لکھے یا کھدے ھوئے ھوں - " من عرف " اشارہ ھے صوفیہ کے قول کی طرف "من عرف نفسہ فقد عرف حقہ یا ربہ" -

٦ - ع ١ - نفس بروزن عشق ، اشنا - آشنا -

٧ - ع ٢ - وراول ور: وراءالوراء - ب = ... جو چلے سو راہ سرور کا - اس کے بعد اسی میں ایك اور بیت اس طرح ھے :

ھو مشھود دیکھتا کہتے ھیں مرزح کبری (ناموزوں)
اسی سے اس کو پانا ھے یہ مشھور قول حیدر کا

٨ - ع ١ - علم - بحرکتین ، تحصیل کی یا - ختت -

۹ زھد کر زاھداں مرتے عجب ھے مشربِ رنداں
تفکر ساعت کا کرتے عبادت برْس ستّر کا

۱۰ فنا فی اللہ ھو اوّل توں و شاھد ھو رھنا باقی
نقابِ کبریا میانے وصل ماہِ منوّر کا

۱۱ کِتَك عوّام کہتے ھیں جو ظاھر دیکھنا حق کوں
جو کچھ دستا سو فانی ھے کیا کیوں روپ یاور کا

۱۲ بجز دیدار ای سالك! نہ منگ فردوس ھرگز توں
بہت سب میں تفاوت ھے مونّث ھور مذکّر کا

۱۳ امید لا تَقنطو کی رکھ نہ کر کچھ فکر ھرگز توں
وہ مالك ھے دو عالم کا وہ رازق بحر ھور بر کا

۱۴ شہادت پانچ تن سوں ھو جو باچھے تو کَہتے شہدا
لقب عشاق اس کا ھے وہ محرم رازِ دلبر کا

---

۹ - ع۲ - ساعت کا عین - حت -

۱۱ - ع۱ - عوام بتشدید واؤ - ضش -

۱۳ - ع۱ - امید کی یا - خت - ب = ... فکر ای سالك -
"لا تقنطوا" اشارہ ھے سورۃ الزمر کی آیت نشان ۳۹ و ۵۳
کی طرف -

۱۴ - ع۱ - باچنا : بولنا ، گفتگو کرنا - ب = شہادت چہار تن
سوں الخ -

۱۵ قتل کر پانچ موذیاں کوں ایدا تج نیں دیے تب لك
نکل شش جہت سوں باھر لے مارگ لا مکاں گھر کا

۱۶ نہ پڑ شش عملتاں میں توں اگر ھے عاشقِ صادق
کدھیں پنج گنج پاوے توں تو مالك ھفت کشور کا

۱۷ حدود العلم حتّی یعرف اللہ کر خبر دیتا
نکہ کر تو نطوں میں تو حوھوے تج کشف برتر کا

۱۸ نفی کر سات مستیاں کوں حو ھوے اثباتِ حب مولا
قُرب کا محل پاوے تو وہ صاحب تخت افسر کا

---

۱۵ ۔ ب = نکل شش جہت سوں خارج لے ملك لا مکان بر کا (؟)۔

۱۶ ۔ع ۲ ۔ پنج کا بون ۔ حت ۔ ع ۱ ۔ ب = نکل شش عفلتاں سوں نوں اگر الخ ۔ ع ۲ ۔ ب = کبھیں پنج گنج الخ ۔

۱۷ ۔ الف و ب = حدود العلم .... خبر دیتا ھے حق تجھ کو ۔ " ھے حق تجھ کو " قطعاً زائد اور خطائے کتابت ھے ۔ " حدود العلم حتی یعرف اللہ " علم کی حد یہ ھے کہ انسان اللہ کو جان لے ۔ یہ قرآن یا حدیث رسول اللہ صلعم کا کوئی ٹکڑا نہیں ھے بل کہ کسی صوفی کا قول ھے ۔

۱۸ ۔ ع ۲ ۔ قرب بحرکت رائے مہملہ ۔ ضش ۔

۱۹ هوا ترلوك پر غوغا كه ثانی آئیا یوسف
نویلا لال قادر شاه صورت لے سب پیمبر کا

۲۰ وهی هر راه دکھلانے امین الدین هو آیا
وه شافع روزِ محشر هے وه ساقی حوضِ کوثر کا

۲۱ معظم تو بنده هو رہ، خدا هونا تو مشکل نئیں
سمجھ محیط مطلق کوں مدد لے داد داور کا

---

۱۹ – ع۲ – صورت کا واؤ – خت – ب = نویلا شهنشه قادر ولی صورت سب پیمبر کا – خك –

۲۱ – ع۱ – بنده کا نون – خت – ع۲ – محیط کی حائے حطی مشدد – ضش –
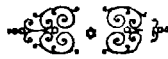
گنج مخفی

ار

معظم

(بحر متقارب مثمن سالم، عروض و ضرب ۔ حسب ضرورت کہیں محذوف، مقصور وغیرہ)

۱ الٰہی تُہیں قادرِ ذو الجلال
تو صاحب جمیلُ یُحبُّ الجمال

۲ سمیعٌ بصیرٌ علیمٌ حکیم
تو خالق تو رازق رؤُف الرّحیم

۳ تو دانا تو بینا علّامُ الغیوب
تو مومن مُہیمن کَشّافُ القلوب

الف : مختاریہ (سالار جنگ) نمبر ۲٤۰ ار روئے فہرست ہاشمی و نمبر ۱٤۸ فہرست قلمی ۔

بے : ادارۂ ادبیات اردو ۔ ٦٥٥ ۔ فہرست ج ۱ ص ۱٤۸ و ج ۳ ص ۲۸۱ ۔

جیم : مختاریہ ۲٤۱ ہاشمی ۔ ۱٤۹ قلمی ۔

دال : مختاریہ ۲٤۳ ہاشمی ۔ ۲۷ قلمی ۔

ہ : مختاریہ ۲٤۲ ہاشمی ۔ ۱۵۰ قلمی ۔

۳ ۔ دال = ندارد ۔

۴ مسکا دیکھے آپ قدرت منے
پیا کر تو دیکھا ھے خلقت منے

۵ نکل شوق سوں گنج مخفی کے بھار
رسول ھو کے آیا ھے تو آشکار

۶ محمد کے کر نور کا آئینہ
اسی آئینہ میں کیا معائنہ

۷ نبی کو دیا اپس نور سوں
دیا روشنی سب کو اس نور سوں

۸ نبی کو خلافت دی نائب کیا
نبی کو کیا خاتم الانبیا

۹ نبی کے مقرب دیا چار یار
انھے سار دل دار وہ غم گسار

۱۰ نبی کا نیابت علی کو دیا
علی کو تو شاہ ولایت کیا

۱۱ علی کے دیا ھات حب ذوالفقار
ھوا دین تب سوں دیکھو آشکار

---

۴ ۔ بے = نہاں کر الخ ۔ جیم = بما کر الخ یعنی تقدیم بائے موحدہ ۔
۵ ۔ جیم = رسول ھو کے آیا ھے تو اس بچار ۔
۷ ۔ دال = نپایا ۔ نون کے بعد بائے فارسی ۔
۹ ۔ جیم = ندارد ۔
۱۰ ۔ بے و دال = ولایت خاعت علی کو دیا ۔

۱۲ کسی پر کرم کر تو شاھی دیا
کسے تخت تو مرغ ماھی دیا

۱۳ کسے ملك دے کر کیا ھے امیر
کسی کو کیا ھے فقیر و حقیر

۱٤ گوناگون خلقت سایا ھے تو
عجائب غرائب بنایا ھے تو

۱۵ ولے بے نوا کا عجب جوگ ھے
عجب جوگ دل بھوگ سنجوگ ھے

۱٦ چمن میں سو جیوں سرو شمشاد ھیں
فقیروں کمنے یو پچھ آزاد ھیں

۱۷ فقیری پہ قائم ھے وہ مستقیم
امر جیوں کئے ھیں نبی الکریم

۱۸ الله کو وہ دنیانچ میں دیکھتے
وہ دیکھے ھیں تو ایك کر لیکھتے

---

۱۳ ـ الف = کسے ملك میں دیکھ کیا ھیں امیر ـ
۱۵ ـ جیم = دونوں مصرعوں میں جوگ کی بجائے جوك ، بجم وارسی ـ
۱٦ ـ دال = چمن میں سرو جوں کہ شمشاد ھے ـ
۱۷ ـ دال = یہ

فقیری پہ قائم ھے وہ مستقیم امر جو کئے ھیں نبی الکریم

۱۸ ـ دال و جیم = ندارد ـ

۱۹ امر ھے حدا کا تو دنیا میں دیکھ
میں منگتا ھوں اکثر فقیروں کی بھیك

۲۰ میں پھرتا ھوں عالم میں جیوں ھے قمر
سو جیوں چودویں رات دستا چندر

۲۱ نبی کی مجالس میں رھتے ھیں وہ
چھپے راز تب کھول کہتے ھیں وہ

۲۲ نبی کے مقرب چہار یار ھیں
سچے اوج اصحاب کُبّار ھیں

۲۳ ابا بکر ور عمر عثمان مل
علی اور نبی سوں اتھے ایک دل

۲٤ علی کی ولایت کو حق جانتے
بجز پانچ تن اس کو نیں مانتے

---

۱۹ - جیم - امر یو حدا الخ - اور دال میں یوں ھے -ہ
مر ھے حدا کا تو دنیاں میں دیکھ
میں پھرتا ھوں اکثر فقیروں کے سنگ

۲۰ - جیم و ھ = . . . دسیا چندر - بصیغۂ ماضی -

۲۱ - جیم = مجھے راز تو . . . -

۲۲ - الف = ہ
نبی کے مقرب یہی چار ھیں سمجھتے وہ اصحاب کبار ھیں

۲۳ - جیم = بدر د -

۲۵ وہ برحق سمجھتے ہیں بارہ امام
دل و جاں سوں بھیجو درود و سلام

۲۶ سچا پیر ان کا محیْ دین ہے
کنے مہر ان کا محی دین ہے

۲۷ بہت یار ان میں تو چشتی اَھیں
دنیا دین کے سچ وہ بشتی اَھیں

۲۸ ہر یک خانوادے میں طالب ہیں وہ
ہر یک علم میں توجہ غالب ہیں وہ

۲۹ وہ شہ بانوا سچ ہیں قدرت مَمے
دیکھو کیوں وہ رہتے ہیں غربت مَمے

۳۰ سدا فقر و فاقہ تو دن رات ہے
برگ بے نوائی پہ اوقات ہے

۳۱ دنیا دین سوں کام دھرتے نہیں
کبھی حق کو بے زار کرتے نہیں

۳۲ دیکھو حق سوں رہتے ہیں کیوں بے نیاز
سدا حق ہے ان سوں آپیں با نیاز

---

۲۹ - جیم و ھ = و شہ بے نوا الخ ـ

۳۱ - بے و دال = کدھیں حق الخ ـ

۳۲ - بے = دیکھو حق ہے ان پر الخ ـ

۳۳ مربی کی خدمت فرض جانتے
مربی کو معبود کر مانتے

۳٤ حضوری سوں غائب وہ ہوتے نہیں
عبث دم وہ سا چیز کھوتے نہیں

۳٥ ہر یک شئے منے ایک کو دیکھتے
اُسی ایک میں سب کو او ایکھتے

۳٦ نفی کر اپس کو مربی منے
مربی کو دیکھے ہیں رتی کنے

۳۷ اگر کوئی ہوتا ہے فانی فی اللہ
وہ رہتا ہے حق ہو کے باقی باللہ

۳۸ عبادت وہ باطن میں کرتے مدام
سدا صوم باطن میں دھرتے مدام

---

۳٤ - حیم و دل = حضوری سوں وہ غائب تو ہوتے نہیں (ناموروں)
اور دوسرا مصرع صرف حیم میں اس طرح ہے :
عبث دم وہ ناحق تو کھوتے نہیں

۳٥ - حیم = ہر یک شئے منے ایکوں دیکھتے -
دال = ہر یک شئے منے یک کوں یک دیکھتے -

۳٦ - الف و ھ = ... رتی منے -

۳۷ - الف و دال و ھ = اگر کوئی جو ہوتا الخ -

۳۸ - حیم = سدا حیو باطن الخ -

۳۹ زباں سوں تو وہ ذکر حلّی کریں
وہ دل میں سدا اپنے قلبی دھریں

۴۰ کریں ذکر روحی وہ اِت شوق سوں
وہ رہتے ہیں سِرّی مَنے ذوق سوں

۴۱ خفی حال دائم ہے ان پر مدام
فقیری دسے نت اوسو پر تمام

۴۲ شریعت تو ان کا دیکھو قال ہے
طریقت اسو کا تسو اَفعال ہے

۴۳ حقیقت ہے احوال ان پر مدام
دیکھو معرفت سب کھولیا ہے تمام

۴۴ اول سیر کرتے ہیں ناسوت کا
وہ تب ذوق لیتے ہیں ملکوت کا

۴۵ ہمیشہ وہ رہتے ہیں جبروت میں
کدیں جا کے بستے ہیں لاہوت میں

---

۳۹ - بے = نہاں سوں تو الخ -
حیم = سدا دل میں اپنے وہ قلبی دھریں -
الف = حلّی کرے ، قلبی دھرے - بصیغۂ واحد -
۴۰ - حیم = ... روحی اولٹ شوق سوں -
بے = ... روحی اوتا شوق سوں -
۴۲ و ۴۳ - الف = ندارد -

٤٦ انو کا وهاں لگ تو سرحد اھے
جهاں باحتا گھانٹ آن حد آھے

٤٧ هر یك کے وحوداں کتنے چار هیں
شجر جیوں ثمر سات پُر بار هیں

٤٨ هر یك تی سو یك راہ حاتی ھے چل
تو مشکل کتنے ان پہ هوتا ھے حل

٤٩ سمر دیکھ طاهر تو بیٹھے هیں او
ولے سیر باطن میں کرتے هیں او

٥٠ وہ کرتے هیں باطن میں روزہ نماز
کُھلا ھے اوں پر تو راز و نیاز

٥١ بجز ان کو رویت تو کچھ کام نیں
بجز حق کو دیکھے کے آرام نیں

٥٢ کریں فکر یك میں وہ درس کا
عبادت ادا ھے ستّر برس کا

---

٤٧ ـ دال و ھ = ... گھاٹ وهاں حد ھے ـ
٤٨ ـ دال = هر یك تی سوں حاتے هیں یك راہ چل ـ
٤٩ ـ الف = ... طاهر تو پھرتے الخ ـ
دال = طاهر میں پھرتے الخ ـ
٥٠ ـ دال = او باطن میں کرتے هیں روزہ نماز ـ
٥٢ ـ دال = ... یك پل میں الخ ـ

٥٣ اسی قوم میں دیکھ اصحاب ہیں
اسی قوم میں قطبِ اقطاب ہیں

٥٤ اسی قوم میں دیکھ ہیں اُولیا
اسی قوم میں دیکھ ہیں اَتقیا

٥٥ نفی سات مستیاں کو کرتے ہیں وہ
بقا ایک مستی سو رہتے ہیں وہ

٥٦ اسی ایک مستی میں رہتے سڑك
کَتے توچہ بے قید ہیں بے دھڑك

٥٧ گدا بادشا توچہ کہتے ہیں دیکھ
غنی ہو کے عالم میں پھرتے ہیں دیکھ

٥٨ ہمیشہ وہ قلاّش مفلس رہیں
نہ وہ حال اپنا کسی سے کہیں

٥٩ دیکھو اپنے بستر کو چَھتّر کَتے
وہ چَھتّر سوں برتر ہے پھر کَتے

٦٠ وہ رزّاق رازق ہے ان کا دھنی
تو مخلوق کو دیکھ ہوتے غنی

---

٥٣ ۔ دال = دونوں مصرعوں میں ''قوم'' کی بجائے ''وقت''۔

٥٧ ۔ بے = غنی ہو کو عالم میں رہتے ہیں دیکھ۔

٥٨ ۔ جیم = '' قلاش '' کی بجائے '' قلانچ ''۔

٦١ مجرّد رهو کر هے قرآن میں
مفرّد رهو کر هے فرقان میں

٦٢ جریدے مجرّد هو رهتے هیں دیکھ
هو علِ عُش سو فارغ مفرّد هیں دیکھ

٦٣ نه چِلّه دهریں اور نه نقشاں بهریں
نه مالا جپیں وه نه تسبیح کریں

٦٤ نه کرے کدیں دیکھ او کیمیا
نه لیتے کدیں نام او سیمیا

٦٥ نه دارو کریں کِس کی هو کر حکیم
سمجهتے هیں حق کو غفور الرحیم

٦٦ نه کهیتی کریں وه نه سیچیں کَملا
بجز بهیك دیگر نہیں کچھ حیله

٦٧ زراعت کریں مزرعه الآخره
تجارت کریں مِلتُ الساهره

٦٨ نه وه علم پڑهتے نحو صرف کا
سدا درس لیتے هیں مَنْ عَرَفْ کا

---

٦١ ـ دال = ندارد ـ
٦٤ و ٦٥ ـ بے = ندارد ـ
٦٦ و ٦٧ ـ جیم = ندارد ـ اور دال میں دوسرا مصرع یوں هے :
بجز بهیك ان کو نهیں کچھ بهلا ـ ''مزرعه'' بحذف هاے هوز پڑهیے ـ
٦٨ ـ بے = سدا علم پڑهتے الخ ـ جیم = سدا درس پڑهتے الخ ـ

۶۹ وہ تعویذ طومار کرتے نہیں
کرامت دکھا پیٹ بھرتے نہیں

۷۰ ترک کر کے سب کفر اسلام کو
کہے ہیں مربیؔ کے یک نام کو

۷۱ نہ مہدی نہ سنی نہ وہ خارجی
نہ دھری نہ یزدی نہ وہ رافضی

۷۲ فقیری دیکھو ان پہ کیا بار ہے
یو رندی انو پر سزاوار ہے

۷۳ نبی نے کہے ان کو مذھب نہیں
یو صوفی ہیں مذھب سوں مطلب نہیں

۷۴ گرہ میں تو وہ جیف نیں باندتے
بیاباں میں جنگل میں تو ناندتے

---

۷۰ - جیم = ترك دیکھ سب الخ - جیم و دال = دوسرے مصرع میں ''کہے ھیں'' کی بجائے'' رکھیں ھیں'' -

اسی شعر یعنی (۷۰) کے بعد صرف دال میں ایك بیت یوں ھے -

خدا کا فرض یو بڑا کام ھے
نبی کا امر یوچہ اسلام ھے

۷۱ - جیم میں یزدی کی بجائے زیدی اور دال میں ضدی -

۷٤ - دال = ... تو جیفہ نہیں باندھتے -

۷۵ برابر نزیک ان کے شاہ و گدا
گدا پر نظر کر کریں بادشا

۷۶ سدا چار تن سوں وہ ہو کر شہید
کتے حق سوں پاتے ہیں خلعت حدید

۷۷ دوبارہ تو وہ کوئی مرتے نہیں
کتے توچہ مرنے کو ڈرتے نہیں

۷۸ ہی پر ہوے ہیں وہ شیدا کتے
لقب توچہ عالم میں شہدا کتے

۷۹ کتے توچہ ملتے ہیں معبود سوں
وصل توچہ پاتے ہیں موجود سوں

۸۰ وہ ظاہر تو ہیں رند ملحد نماں
ولیکن ہے باطن میں امن و اماں

۸۱ یو ظاہر لئے بھیك بھگوان کا
والے کھیل باطن میں سبحان کا

۸۲ مقرب سدا حق سوں رہتے ہیں وہ
وہی حال اور قال رکھتے ہیں وہ

---

۷۶ ـ دال ـ کتے توچہ پاتے الخ ـ
۸۲ سے اسی نسخہ یعنی دال میں تین ابیات کی تقدیم و تاخیر ہو گئی ہے ـ
۸۱ ـ بے ـ یو ظاہر دستے بھیك الخ ـ بے و جیم و دال میں :
ولے کھیل باطل میں رحمان کا ـ

۸۳ موذی پانچ رہتے ہیں تن میں کُبَل
اوّل ان کو کرنا کَتے ہیں قتل

۸٤ پچھیں شش جہت سوں نکلتے ہیں بہار
شہادت کے دریا سوں ہوتے ہیں پار

۸۵ کتے چھیچ غفلت ہے انسان میں
ضرر اوچ دیتے ہیں ایمان میں

۸٦ اسے دور کرتے سو چوسار ہیں
اسے دور کرتے سو یو یار ہیں

۸۷ اَمارے کو دل میں سوں کرتے ہیں دور
حوا خمس کو مار کرتے ہیں چور

۸۸ جواہر کَتے پانچ ہیں بے بدل
حنن حوب رکھتے ہیں ان کو اوّل

۸۹ بڑے مرد سارے یو آزاد ہیں
دیکھو سب سوں نیارے یو آزاد ہیں

۹۰ دنیا کے ہیں طالب مخنّث کَتے
ہیں جنت کے طالب مؤنّث کَتے

---

۸٦ ۔ دال = ... وہ ہوشیار ہیں ۔
۸۷ ۔ جیم = ہوا حرس کو الخ ۔
۸۹ ۔ الف و ھ = برے مرد نارے الخ ۔
۹۰ ۔ بے = دنیا کیچ طالب الخ ۔

مخطوطوں میں طالب دنیا مخنث اور طالب جنت مونث ہے مگر مشہور یوں بھی ہے کہ : طالب دنیا مونث ، طالب عقبی مخنث اور طالب مولا مذکر ۔

۹۱ جو طالب خدا کے سو وہ مرد ھیں

جو کوئی مرد ھیں ووچ پُر درد ھیں

۹۲ یہی لوگ ھادی ھیں رھبر کتے

انو کوچ نر ھور مدّکر کتے

۹۳ یو عالم تو شاکر ھے گرران پر

وہ معبود شاکر ھے ایمان پر

۹٤ وہ مُحیط کتے کیوں و مطلق ھے کیوں

وہ بندہ کتے کیوں ھے ھو رحق سو کیوں

۹۵ مرے میں یو میں میں کتا کون ھے؟

مرے میں خدا ھو رھتا کون ھے؟

۹۶ یو مرشد سوں سنتے ھیں جب راز یو

تو دستے ھیں عالم میں تنہ باز ھو

۹۷ وہ زاھد ھیں عارف ھیں عاشق کتے

وہ واصل ھیں دستور سابق کتے

۹۸ و لیکن اپس کو چھپاتے ھیں وہ

دیکھو تو چہ عالم کو بھاتے ھیں وہ

---

۹۲ - الف = نر اور مفرد کنے -

۹٤ - الف = مطلق ھے کون ، ... حق ھے کون -

۹۶ - الف = راز وہ ، ... باز وہ -

۹۷ - جیم = عارف وعاشق ، ... واصل ودستور ... -

۹۹ سرو پا برهنے وہ پھرتے هیں دیکھ
دیکھو گیند کر سر کو دھرتے هیں دیکھ

۱۰۰ دیکھو سر گشتہ هیں کیا ے ریا
نهیں کچھ انوں میں دیکھو رُو ریا

۱۰۱ وہ جنت سوں کچھ کام دھرتے نهیں
جہنم سوں کچھ باك دھرتے نهیں

۱۰۲ اگاڑی پچھاڑی او رهتے نهیں
بچی هور انچی کس کی سہتے نهیں

۱۰۳ بزرگی کو اپنی رکھے عرش پر
دیکھو بھیك مںگتے هیں کیوں در بہ در

۱۰۴ کتے عاشقاں توجہ عشاق هیں
همیشہ وہ مرشد کے مشتاق هیں

۱۰۵ نظر میں انو کے وہ سبحاں هے
زباں میں کتے سیفِ برهان هے

۱۰۶ سدا اپنے باطن میں کرتے سجود
همیشہ وہ کرتے تلاوت وجود

۱۰۷ دعا بد دعا کس کو دیتے نہیں
وہ یونچی ٹکا اپنے لیتے نہیں

---

۱۰۲ - بے = ... کس کی سہتے نہیں -

۱۰۸ اسم با مسمّٰی ھے ان پر گدا
دیکھو کیوں وہ رھتے ھیں مفلس سدا

۱۰۹ نفی ذات میں ھو کے اثبات ھیں
وہ آزاد ھیں ور آن ذات ھیں

۱۱۰ فقیری عنایت ھدایت سوں ھے
عطا سب کو شاھی و لایت سوں ھے

۱۱۱ فقیروں کے حق پر امر کیوں ھے دیکھ
اول دیکھ حق کو پچھیں بول ایک

۱۱۲ اول اپسے تن کی وہ کرتے شناس
کتے تو جہ ھوتے ھیں وہ حق شناس

۱۱۳ بہت یاد میانے کی کرتے نماز
اسے یاد ر دھسے میں دھلتا ھے راز

۱۱۴ امر ھے تمھیں حق سے یاری کرو
حضور بیٹھ کر جاں نثاری کرو

---

۱۰۹ - جیم = دونوں مصرعوں کا قافیہ ”ھیں“ کی بجائے ”میں“ -

۱۱۳ - الف = بہت یاد میاں اور رھتے نماز -
ب = ... کھولتے راز -

۱۱۴ - الف = حضور نٹ کر الخ -

۱۱۵ قلندر کتنے دید بانی کے تئیں
قلندر کتنے جاں فشانی کے تئیں

۱۱۶ اسی وضع یاری یو کرتے ھیں یار
سدا یار پر دیکھ ھوتے نثار

۱۱۷ ملاتے ھیں وہ نور کو نور میں
ندی جوں کہ ملتی ھے سمدور میں

۱۱۸ خدا سات رل مل کے ھوتے ھیں ایک
اُسی کا دیکھو اوچہ لیتے ھیں بھیک

۱۱۹ خدا سات ملنے کو یک وقت ھے
نبی نے کہے وقت وہ سخت ھے

---

۱۱۶ — جیم = ندارد اور دال میں ایک زاید شعر اس طرح ھے:

انوں پر ھمیشہ ھے ذکر تمام ھمیشہ انوں پر ھے فکر تمام

اور اسی نسخہ میں متن کا شعر نشان ۱۱٦ اس طرح ھے:

دیکھو توج یاری کرتے ھیں یار سدا یار پر الخ .....

اس کے بعد ایک اور زاید شعر اس طرح ھے:

اول دیکھو ملتے ھیں او سات سوں
انپڑتے ھیں تب حق کے او ذات کوں

۱۱۸ — بے = دیکھو کیوں او لیتے ھیں بھیک۔
دال = دیکھو کیوں اسی کا چ الخ ۔

۱۲۰ نہ وں کچھ وساطت نہ کس کا گزر
ملائک مقرب نہ مرسل دگر

۱۲۱ سدا وں ...انو کا نتے سیر ہے
سدا واں ...و کا دیکھو طیر ہے

۱۲۲ وھاں جا کے "میں" تو سوچ تے گزر
بجز حق آتے واں نہیں کچھ دگر

۱۲۳ سدا ..ج واں کوئی ستا نہیں
سدا ..ج واں کوئی ستا نہیں

۱۲۴ عجائب ہو منزل ہے لاھوت کا
وھاں ...سب ہے ھاھوت کا

۱۲۵ اپس کوں نفی کر آتے دیکھتے
تو حق کی طرح سوچ حق دیکھتے

---

۱۲۰ - ب نہ وں کچھ وسعت الخ -
ب ور دال نہ واں کوئی تھا نہ کس کا گزر -

۱۲۱ و ۱۲۲ - حیم میں مقدم و موخر اور ۱۲۱ کا دوسرا مصرع اس طرح ع: سدا سیر ھور واں سدا طیر ھے - اور ب میں:
سدا سیر ھے ھور سدا سیر ھے -

۱۲۲ - حیم = بجز حق کے واں نئیں کتے کچھ گزر -

۱۲۳ - حیم = سدا تاج واں کچھ دستا نہیں -

۱۲۵ - دال = نفی کر اپس کوں الخ -

۱۲۶ قرّب کا محل ان کے آتا ھے ھات
جہاں ایك ھوتا ھے ذات و صفات

۱۲۷ ھر ایك رنگ میں جوں که ملتا ھے آب
دیکھو کیوں وہ دریاچه ھوتا حباب

۱۲۸ ملے پر تو یو ناؤں رھتا نہیں
ندی کو ندی کوئی کہتا نہیں

۱۲۹ نصیحت نبی ھور علی حوں کئے
مقرّب حدا کے ولی جوں کئے

۱۳۰ اسی وضع کرتے ھیں اکثر یو حوگ
نہیں حوگ کرتے وہ کرتے ھیں بھوگ

۱۳۱ سدا عشق میں مست ماتے ھیں کیوں
درس یار کا دیکھ راتے ھیں کیوں

۱۳۲ کدیں مے محبت کی چکتے ھیں وہ
چھپی بات تب آکے بکتے ھیں وہ

۱۳۳ یو مردانِ حق پکّھ حدا تو نہیں
و لیکن خدا سے جدا بھی نہیں

---

۱۲۸ - بے = ندارد اور جیم و دال میں تقدیم و تاخیر۔

۱۲۹ - الف = علی اور نبی -

۱۳۰ - دال = " وضع " کی بجائے " وحه " ۔ دال اور الف = " وہ " کی بجائے " ھیں " ۔

۱۳۲ - جیم = چھپے راز تب الخ ۔

۱۳۴ سدا عیش کرتے ہیں مل یار سوں
سدا مل کے رہتے ہیں دل دار سوں

۱۳۵ عجائب یو کسوت ہے حبار کا
عجائب یو رقہ ہے کرتار کا

۱۳۶ فقیری عنایت ہدایت سوں ہے
عطا سب کو شاہِ ولایت سوں ہے

۱۳۷ فقیری عنایت نبی پر کیا
یہی دلق معراج میں حق دیا

۱۳۸ احد اور احمد میں ہے میم ایک
اُسی میم سوں دو ہوے ہیں یو دیک

۱۳۹ جسے عین کہتے سو وہ عین ہے
ہوا ایک نکتہ سو وہ غین ہے

۱۴۰ وجود چار یو تجھ یو جامے ہیں چار
وجود سوں جدا کر اپس دیکھ یار

---

۱۳۴ ۔ دال = سدا عشق کرتے الخ ۔ دال اور بے =
سدا عیش کرتے ہیں دلدار سوں
سدا عیش کرتے ہیں مل یار سوں
اور جیم و دال میں دو ابیات کی تقدیم و تاخیر ۔
۱۳۵ تا ۱۴۳ ۔ دال = ندارد ۔ اور جیم میں صرف ۱۳۶ ندارد ۔
۱۴۰ ۔ بے = ندارد ۔

۱۴۱ یہی چار منزل عجب راہ راس
اسی رہ سوں آتے ھیں سب چل کے خاص

۱۴۲ کَہتے ھیں نبی کا وہ فرزند ھے
جو یوں چل کے آتا سو دل بند ھے

۱۴۳ اسی باٹ سوں آکے ھوتے ھیں پیر
اسی رہ سوں چلتے ھیں سارے فقیر

۱۴۴ یو ظاھر تو دسنے میں دستے حقیر
ولے میر اور پیر خدمت فقیر

۱۴۵ تو سب کشف دستا ھے ان پر مدام
علیك الصلوٰۃ و علیك السلام

۱۴۶ وہ قادر انو کا تو ساقی کَہتے
پلاتا ھے مے بھر کے باقی کَہتے

۱۴۷ امر پر نبی کے یو کھولا ھوں میں
یو سب ڈیڑ سو بیت بولا ھوں میں

---

۱۴۱ - جیم = اسی راہ سو چل کو آتے ھیں خاص ـ
۱۴۳ - الف = " باٹ " کی بجائے " راہ " ـ
۱۴۵ - سوائے الف و ھ کے بقیہ سب نسخوں میں " مدام " کی بجائے " تمام " ـ
۱۴۶ - دال = " تو " کی بجائے " ھے " اور " پلایا ھے " بصیغہ ماضی ـ
۱۴۷ - جیم و دال = ندارد ـ

۱٤۸ پرے پر یو سب راز کھولے امیں
حقیقت پیو کا یو بولا ہوں میں

۱٤۹ اللہ لوگ پر حق عجائب ہیں دیکھ
فقیری اسو پر غرائب ہے دیکھ

۱۵۰ معظم نے تب آکے سجدہ کیا
سدا ان کے نعلین سر پر لیا

---

۱٤۸ — ب و حیم - دونوں مصرعوں کا قافیہ "امیں"۔
۱۵۰ — حیم = معظم نے تب آکو سجدہ کیا۔
دال = معظم نے جب آکر الخ — ے = ... سر پر کیا۔

ملحوظہ: املائی اختلاف اس لئے نہیں بتائے گئے کہ ہمارے مستعملہ ہر مخطوطہ میں ایک ہی لفظ بغیر کسی عروضی ضرورت کے دو اور بعض صورتوں میں تو تین تین طریقے سے لکھا گیا ہے جیسے مثلاً دیکھ نے، دیك نے، دیکھنے، دیکنے، یا عجائب (ہمزہ)، عجایب (یا) یا (حرف تشبیہ) جوں، جیو، جیوں (سون غنہ) مسکا، مسکیا، و قس علی ھذا۔

اسی طرح املائی غلطیاں بتانا بھی قطعاً غیر ضروری معلوم ہوا جیسے مثلاً بحب الجمال کی بجائے یوحب الجمال یا معاینہ کی بجائے معینہ یا وساطت کی بجائے وی صاات یا مؤنث کو مونس و معنث وغیرہ۔

« گنج مخفی کے » بعض لفظوں کی وضاحت

۳ - ع۱ علام کا لام غیر مشدد - ضش -
ع۲ کشاف کا شین غیر مشدد - ضش -
٤ - ع۲ نپانا : بکسر نون دوسرا حرف بائے فارسی = پیدا کرنا -
٥ - ع۲ رسول کی واؤ خت -
٦ - ع۲ معائنہ کا عین خت -
۷ - ع۲ سور : بضم سین مہملہ - سورج -
۱۱ - ع۲ دیکھو کی یا خت -
١٤ - ع۲ گونا گون کے نون آخر کا اعلان - ضش -
١٥ - ع۱ جوگ بر وزن لوگ (س) اسم مذکر = مسرت کا لمحہ - مراقبہ کے ذریعہ ہستئی مطلق کی معیّت -
ع۱ بھوگ: بر وزن لوگ (س) اسم مذکر = سُرُور -
۱۷ - ع۲ اَمر : هر صدر و ابتداء میں بر وزنِ قمر - ضش -
۱۸ - ع۱ اللہ : بہ تخفیف - ضش - دنیانچ : دنیا ہی - لیکھنا : بکسر لام و یائے معروف = شمار کرنا ، گنا -
۲۳ - ع۱ عمر کا میم ساکن - ضش -
۲٦ - ع۱ سچا : بہ تخفیف جیم فارسی - ضش - محی دین سے مراد شیخ عبد القادر میران محی الدین جیلانی م سنہ ۵٦۲ ھ -
۲۹ - ع۱ بانوا : (ف) خوش آواز - خوش قسمت -

۳۰ - ع۲ برگ کا رائے مہملہ متحرك - ضش - برگ : (ف) بفتح بائے موحدہ = زاد سفر - بے نوا : (ف) بے حوراك - بے سامان و بے قوت -

۳۳ - ع۱ ورض : رائے مہملہ متحرك - ضش -

۳۵ - ع۲ لیکھتے : بکسر لام و یائے معروف = شمار کرتے -

۳٦ - ع۱ نفی کا ف متحرك یہاں اور آگے ہر جگہ - ضش -

۳۷ - فی اللہ و باللہ : بہ تخفیف لام - ضش -

۳۹ - ع۱ حلی کا لام مشدد - ضش -

٤٤ - ع۱ اول : ہر صدر و ابتداء میں بہ تخفیف واؤ - ضش -

٤٦ - ع۲ کھانٹ : بمعنی کھٹی، کھٹی کی تخفیف = جہاں بے حد کھٹی بجتی ھے یعنی جہاں صوت سرمدی ھی سنا جا سکتا ھے کوئی اور آواز نہیں آتی -

٤۷ - ع۱ کتے : کہتے ھیں - چر وجود : حقیقی، خارجی، ذھنی و اسمی -

۵۲ - ع۱ میں : بکسر میم دوسرا حرف یائے مجہول آخر میں نون = لمحہ - درس (ھ) : صحیح بفتح رائے مہملہ یہاں ضرورتاً سکون = مشاہدۂ حق -

ع۲ ستر : بہ تخفیف تائے قرشت - ضش -

۵۵ - ع۱ سات مستیاں : جوانی، حسن، حکومت، دولت، شراب، علم و قوت -

٥٦ - ع ۱ سڑك : بفتح سین و رائے ھندی (صفت) = مدھوش ، مست ـ

٦٠ - ع ۲ تو : حرفِ شرط ـ

٦١ - ع ۲ مفرد : رائے مھملہ مشدد ـ ضش ـ

٦۲ - ع ۱ حریدہ : اکیلا ، تنہا ـ ع ۲ غل و غش : ھر دو بکسر غین معجمہ (ع) = دھوکہ ، فریب ـ مگر یہاں اس کے معنی ھیں : شورو ھنگامہ کا مجمع ـ یعنی یہ اولیائے عشرت نہیں بلکہ اولیائے عزلت ھیں ـ مفرد کا رائے مھملہ مشدد ـ ضش ـ

٦٤ - ع ۲ سیمیا : بکسر سین مھملہ = انتقال روح در بدن دیگرے کسد و بہر شکل کہ خواھد در آیند یا چیز ھائے موھوم در نظر آوردن کہ در حقیقت وجود آنہا نہ باشد ـ غیاث اللغۃ ـ

٦٦ - ع ۱ مَلا : کھیت ـ عموماً پان یا نیشکر کا کھیت ـ دکھن میں پن ملا اور نیشکر کا ملا (بتشدید لام) اب بھی بولا جاتا ھے ـ

٦٨ - ع ۱ نحو کا حائے حطی متحرك ـ ضش ـ ع ۲ عرف کا رائے مھملہ ساکن ـ ضش ـ

٧٠ - ع ۱ ترك : رائے مھملہ متحرك ـ ضش ـ

٧١ - ع ۱ مہدی : مہدوی ، متبع سید محمد جون پوری متوفی ١٩ - ١١ - ٩١٠ ھ ـ ع ۲ یزدی : یزدانی = زردشتی ـ

۷٤ - ع۲ جیف: بکسر جیم معجمه و بہ یائے معروف آخر میں ۃ - جیفة کی ترخیم = بدبودار لاش مراد توشه، رقم، سامانِ دنیا - ع۲ نابدھا: گزارنا -

۷٥ - ع۱ نزیك: نزدیك -

۸۰ - ع۱ نماں: نا میں نون غنہ کی زیادت برائے ردیف -

۸۱ - ع۱ بھگوان: بھاگ + وان = قسمت کا دھنی، دولتمند، صاحب ثروت -

۸۳ - ع۱ مودی کا واؤ خت - کُبن: سخت، شدید -
پانچ مودی، حرص و کبر و کینه غیبت و بغض وحسد -
ع۲ قتل - ت متحرك - ضش -

۸٥ - ع۱ چھیچ: چھ ھی، صرف چھ -

۸۷ - ع۱ اماره کا میم غیر مشدد - ضش - ع۲ حوا خمس: حواس خمسه (حسّی الدنیں) -

۸۸ - ع۱ پانچ جواهر: صوری، طبعی، عقلی، مادی، نفسانی -
ع۲ اول - واؤ غیر مشدد - ضش -

۸۹ - ع۲ نیارا: بکسر نون - انوکھا، نرالا -

۹۰ - ع۲ کتے: کہتے -

۹٤ - ع۱ محیط: حائے حطی مشدد و یائے معروف حت - ضش -

۹۷ - ع۲ دستور: بر وزنِ مستور = امیر، صاحبِ مسند، وزیر - سابق: گھڑ دوڑ کے دس گھوڑوں میں سب سے آگے رہنے والا -

۹۹ - ع۱ برهه : هائے هوز مخلوط التلفظ - ع۲ گیند کر :
گیند سمجھ کر ، گیند فرض کر کے -

۱۰۰ - ع۱ سرگشته کی تائے قرشت مشدد - ضش -

۱۰۵ - ع۲ سیف : کنایه از تاثیر دعا - برهان : آشکارا
و ظاهر - یعنی دعا کا اثر اس طرح آشکار هو جاتا هے
که انکار کی گنجائش نہیں رهتی -

۱۰۸ - ع۱ اسم کا سین متحرك - ضش -

۱۰۹ - ع۲ آن : (ه) ناویه -

۱۱۱ - ع۱ امر کا میم متحرك - ضش -

۱۱۳ - ع۱ میانے کی نماز : درمیان کی نماز ، الصلاة الوسطی ،
نماز عصر -

۱۱۷ - ع۲ سمدور : سمندر -

۱۲۵ - ع۲ نظر سونچ : نظر هی سے -

۱۲۶ - ع۱ قرب : رائے مهمله متحرك -

۱۳۱ - ع۲ راتا : (تیسرا حرف تائے قرشت) کشتهٔ محبت ،
واله و شیفته -

۱۳۵ - ع۲ برقه : برقع -

۱۳۶ - شعر ۱۱۰ کی تکرار -

۱۳۷ - ع۲ راس : راست کی ترخیم -
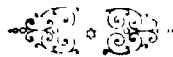
باز یافت:

کتب خانہ آصفیہ میں اردو و فارسی قلمی کتابوں کا ایک مجموعہ ہاشمی مرحوم کی فہرست میں درج ہونے سے رہ گیا۔ (جدید۔ فارسی۔ تصوّف نشان ٤١١٧) اس میں خواجہ بندہ نواز سے منسوب "شکار نامہ" کی ایک نہایت مختصر سی شرح بھی ہے۔ اس کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے:

"اس شکار نامہ کا شرح فقیر حقیر محمد حسینی معظم قادری اپنے حوصلہ موافق فرمائے ہی (؟) اس واسطے کے یو عاجز اس گھر چشت میں طالب ہوا ہے ہور امین الدین اعلی خود کو سجدہ کیا ہے (؟) ان کے تصدق سوں یو فقیر اس راز کو پہونچا ہے۔ . . "۔

اس شرح سے سوائے اس کے کہ معظم اس کے شارح ہیں کوئی ایسی بات نہیں معلوم ہوتی جس کا ذکر معظم نے اپنی مثنوی میں نہ کیا ہو۔ یہاں اس کا حوالہ صرف بغرض تکملہ دیا گیا ہے۔
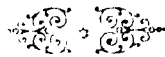
کشف الوجود

از

سید داول

مرتبہ

محمد اکبر الدین صدیقی

استاد شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

مقدمہ

تاریخ میں سید داول نام کی چار شخصیتوں کا ذکر ملتا ھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور ہستی شیخ عبداللطیف داور الملك کی ھے، جو سلطان محمود بیگڑہ والی گجرات کے امرائے عظام سے تھے اور جنہوں نے ترك دنیا کرکے فقیری اختیار کر لی تھی۔ ان کے حالات تاریخ گجرات، مراۃ سکندری مراۃ احمدی اور تذکرہ اولیائے دکن میں ملتے ھیں۔ کہا جاتا ھے کہ آپ کو شہید کیا گیا اور قصبہ کامرون میں مزار مرجع خلایق ھے۔ صاحب تذکرہ اولیائے دکن نے سنہ شہادت ۸۸۹ھ دیا ھے لیکن یہ واقعہ پیش نظر رھے کہ اگر وہ کامرون کے "تھانہ دار" بنا کر بھیجے گئے اور اسی عالم میں شہادت پائی تو ترك دنیا کب کی۔ ان کے صاحب تصنیف یا شاعر ہونے کا بھی انہوں نے کوئی تذکرہ نہیں کیا لیکن ان کی علمیت میں کلام نہیں کیوں کہ قدیم تاریخوں میں انہیں عالم و فاضل بتایا ھے اور شعر گوئی کی طرف بھی اشارے کئے ھیں۔

ڈاکٹر رفیعہ سلطانہ نے اپنے مقالے "اردو نثر کا آغاز و ارتقاء" میں ایك شاہ داول کے متعلق ذکر کیا ھے

که وہ محمود غزنوی کی فوج میں تھے۔ جس وقت تھانہ (بھبئی) پر لشکر کشی کی یہ بھی اسی کے ہمراہ تھے اور آخر اسی جنگ میں مارے گئے ان کا مزار گجرات میں اور سنہ وفات ۸۰۹ ھ ہے" واضح رہے که سلطان محمود غزنوی ۳۸۹ ھ مطابق سنه ۹۹۹ ء میں تخت نشین ہوا۔

"مرقع دھلی" میں درگاہ قلی خاں سالار جنگ نے ایك اور شاہ داول کا نام شاہ غلام محمد داول بتایا ہے اور انہیں شاہ سعداللہ گلشن کا معاصر لکھتے ہیں۔ لیکن تفصیلات میں یه ظاہر کرتے ہیں که یه محمود بیگڑہ کے امرائے عظام میں تھے۔ ان کی ایك مثنوی موسوم به "ناصری نامه" نظر سے گزری ہے جو "۳۵۶" اشعار پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی میں حقوق شوہر کو مختلف عنوانات سے دلچسپ پیرایه میں سمجھایا ہے اور نمونتا ذیل کے اشعار دیے ہیں۔

نارناں سمو پیو کے بیاں، پیو باج کوئی پیارا نہیں
ن سر لکھے نہ ہوے عیاں، پیو باج کوئی پیارا نہیں

جس کوں عقل ہور گیان ہے، پیو سوں وہی احسان ہے
پیو جیوں کا سلطان ہے، پیو باج کوئی پیارا نہیں

دنیا فنا ہوشیار ہو، پیو تھے سکو بیزار ہو
جیو سوں سچی اختیار ہو، پیو باج کوئی پیارا نہیں

جن میں جنم کا ھے بنا، تل تل گھڑی اس کو منا
ناچیز ھے دنیا فنا، پیو باج کوئی پیارا نہیں

دیکھیا دنیا کی دھات میں، کیتا فکر ایک رات میں
بولیا زباں کی بات میں، پیو باج کوئی پیارا نہیں

زن تھے ھوا جو کوئی دکھیا، دکھ نار تھے سینا پکیا
دو بین یوں داول لکھیا، پیو باج کوئی پیارا نہیں

اس کے بعد مرتب "مرقع دھلی" لکھتے ھیں۔

"ھمیں صرف یہ دکھانا مقصود ھے کہ شاہ غلام محمد داول پورہ جیسا کہ ان کے لقب سے ظاھر ھو رھا ھے اسی سلسلے کے ایک فرد ھیں (یعنی عبد اللطیف داور الملک کے)۔ یہ وہ بزرگ تھے کہ حضرت مغفرت مآب (میر قمر الدین خاں نظام الملک آصف جاہ اول) ان کی محفل سماع میں حاضر ھوتے تھے۔ صاحب مآثر نظامی نے ایک واقعہ کا ذکر کیا ھے جس سے موصوف کی علو منزلت اور حضرت مغفرت مآب آصف جاہ اول کی روشن خیالی اور اعلی دماغی پر روشنی پڑتی ھے"۔

اس بیان کے لحاظ سے شاہ غلام محمد داول، داور الملک کے سلسلہ سے ھیں اور چونکہ مغفرت مآب آصف جاہ اول نے ان کی محفل سماع میں حاضری دی ھے اس لئے

وہ مغفرت مآب کی وفات سنہ ۱۱۶۱ ھ تک کسی وقت بقید حیات رہے ہیں۔

کتب خانہ انجمن ترقی اردو علی گڈھ میں شاہ داول دریائی کی ایک تصنیف " کھاڑا " معمہ ہے ان کا سلسلہ حضرت سید جلال الدین بخاری سے ملتا ہے۔ شجرے کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

جلال الدین بخاری سید محمود بخاری قطب عالم بھی سمجھ زود
ذکر شاہ عالم و قاضی جیندآن قاضی محمود دریائی تو می دان
سید شاہ داول دریائی بدانی نام شان زصدق اخلاص خوانی[1]

زیر بحث شخصیت سید داول یا شاہ داول کی ہے بعض کاغذات میں انھیں شیخ داول بھی لکھا ہے ممکن ہے کہ یہ ان کی بزرگی کی بنا پر ہو۔ کتب خانہ درگاہ حضرت امین الدین اعلیٰ میں ایک کاغذ پر حضرت برھان الدین جانم کے ۱۳ خلفا کے اسمائے گرامی ہیں اور دوسرے کاغذ پر نو۔ پہلی فہرست میں پہلا نام شاہ داول کا ہے اسی فہرست میں شیخ اسحق، شیخ محمود عین الحق (خوش دھان) خداوند شاہ اور خان محمد کے نام بھی ہیں۔ ان کے حالات بعض تذکروں میں مل جاتے ہیں۔ میاں خاں کا نام بھی اسی فہرست میں ہے۔ یہ بھی شاعر تھے اور اپنے پیر

---

(۱) یہ شجرہ کتب خانہ گچی محل بیجاپور سے حاصل ہوا ہے۔

(حضرت برھان الدین جانم) کی مدح کے علاوہ تصوفانہ مضامین کی مختصر مثنویاں لکھی ھیں ۔ انھیں کاغذات میں ایك بیع نامہ ھے جس کے مطالعہ سے سید داول کے حالات پر کچھ روشنی پڑتی ھے ۔ یہ بیع نامہ ۱۱ جمادی الاول سنہ ۱۰۸۶ کو لکھا گیا ھے ۔ سید داول نے پہلے انتقال کیا اور اس کے بعد ان کی بیوی مخدوم ما بنت شیخ ملك نے، ان کے ایك بیٹے سید ثمن تھے جنھوں نے اپنا موروثی مکان ملکی شاہ داول جو سید علاوالدین کی مسجد واقع اندرون حصار دروازہ شاہ پور بازار کے قریب واقع تھا شریف الملك بن سید الملك جماعتدار کو تیرہ ھون میں فروخت کیا تھا ۔ یہ معاھدہ قاضی برھان بیجاپور کے دار القضاء میں ضبط تحریر میں آیا ۔ مکان کے حدود اربعہ بھی دئے گئے ھیں کہ مغرب میں مکان علی محمد لشکری، جنوب میں مکان مشتری (شریف الملك) مشرق میں عام راستہ اور شمال میں سید داول اور شیخ داؤد بن شیخ موسیٰ لشکری، عبداللہ خان لشکری اور عبد الوھاب ذر ورگر کے مکانات ھیں ۔ اس بیعنامہ کے مطالعہ سے سید ثمن کے پیشے پر بھی روشنی پڑتی ھے کہ وہ خاص محل کے مودی تھے ۔ اب درگاہ کے اطراف و اکناف کا سارا علاقہ کھنڈر میں تبدیل ھو گیا ھے نہ مسجد ھے اور نہ خاص محل ۔

سید ثمن نے جب اپنا مکان فروخت کیا اس وقت
ان کی عمر پچاس سال کی تھی ۔ ان کے والد سید داول
کو انتقال کئے کافی عرصہ گزر چکا تھا قیاس یہ ھے کہ
انھوں نے طویل عمر پائی اور سنہ ۱۰۵۰ ھ سے قبل ھی
کسی وقت انتقال کیا ۔ اس بیعنامہ پر سید ثمن بن سید داول
کے دستخط موجود ھیں اور بطور شہادت تین گواھوں
کے دستخط ھیں جن میں ان کے ھمسایہ عبدالوھاب ذرورگر
بھی شامل ھیں ۔

حضرت برھان الدین جانم کے ایک خلیفہ شاہ خان محمد
نے غزل کے ایک شعر میں اپنے پیر بھائیوں کا بھی ذکر
اس طرح کیا ھے ۔

خدا وند شاہ ھے شہ داول سدہ شہ خان محمد مل

کہ جیوں دل پیوں سوں مل مل محبت کا وھی دل ھے

اس سے یہ پتہ چلتا ھے کہ شہ داول علم و فضل میں
بھی ممتاز تھے اور اپنے زھد و تقویٰ کے سبب مقبول انام
بھی تھے ۔

کتب خانہ آصفیہ میں تصوف نمبر ۴۷۰ جدید ایک
رسالہ تصوف ھے ۔ یہ شاہ محمد کی تصنیف ھے اس کے
آخری حصہ میں وہ اپنے مرشد کے نام کا اظہار کرتے ھیں

اور ساتھ ھی شاہ داول کے تعلق سے بھی ھمیں ایك اطلاع ملتی ھے۔

یہ تو ھمیں علم ھو چکا ھے کہ شیخ محمود خوش دھاں حضرت امین الدین اعلی کے اتالیق رھے ھیں اور خداوند شاہ نے بھی ان کی تربیت میں حصہ لیا ھے۔ شاہ محمد کے ذیل کے اشعار سے شاہ داول کے بارے میں بھی یہ کہا جاسکتا ھے کہ آپ نے بھی ان کی تربیت کا فرض انجام دیا ھے۔ کہتے ھیں۔

شاہ امین مرشد میرے پیر او ھیں میرے دستگیر
شاہ داول کے چرنوں لاگ شاہ محمد پایا بھاگ

شاہ داول کی تین مثنویاں

۱ ۔ کشف الوجود ۲ ۔ کشف الانوار اور ۳ ۔ چار تن

ملی ھیں ۔ پہلی اور دوسری مثنوی کے صرف دو دو نسخوں تك رسائی ھو سکی ھے ۔ پہلی مثنوی کا ایك مخطوطہ کتب خانہ روضتین گلبرگہ شریف میں موجود ھے اور دوسرا پروفیسر آغا حیدر حسن کے کتب خانہ میں ۔ کشف الانوار کے دونوں نسخے کتب خانہ جامعہ عثمانیہ کی ملکیت ھیں اور دونوں دیگر مختلف رسایل کے ساتھ ایك ھی جلد میں ھیں اور اس جلد کو رسایل امین الدین اعلی سے موسوم

کیا گیا ہے - چار تن ایک مختصر سی مثنوی ہے جو کتب خانہ ادارہ ادبیات اردو کی مخزونہ ہے ان میں ان پانچ عنوانات کے تحت مسائل تصوف مختصراً بیان کئے گئے ہیں -

۱ - مجاہدہ نفس سوں ۲ - مشاہدہ دل سوں ۳ - مراقبہ روح سوں ۴ - مکاشفہ نور سوں ۵ - معائنہ و مغائبہ ذات سوں

تذکرہ مخطوطات ادارہ جلد پنجم میں ڈاکٹر زور مرحوم نے بتایا ہے کہ یہ صرف تیس اشعار کی مثنوی ہے اور اس کے اول و آخر کے دو دو شعر حسب ذیل ہیں -

ابتدائی -

حق سوں بولوں چار شہادت سانچے کر کے گیان
سانچا گرو مرشد میرا حضرت شاہ برھان
جن یو نکتہ کھول بتایا سیدھے مارگ لایا
برھا کی رے آگ بجاجہ نیہہ کا پریم چکایا

آخری -

چاروں تن سوں جیتے اچکر موت کا پیالہ پینا
حق کے مارگ حق سوں پایا حق میں حق ہو جینا
داول اپنے چاروں تن سوں جن یو پر چت بوجا
حق کی شہادت حق تے پایا عشقوں جھگڑا لوجا

ان مخطوطوں کے علاوہ ڈاکٹر زور مرحوم کے ذاتی کتب خانہ میں بھی رسایل کا ایك مجموعہ ہے جس میں میراں جی اور ان کے سلسلے کے بزرگوں کی مثنویاں ہیں۔ یہ کتب خانہ سمستان پالونچہ کے نسخہ کی نقل ہے۔ اصل کو مولوی عبدالحق مرحوم نے حاصل کر لیا تھا اور اب یہ انجمن ترقی اردو پاکستان کے کتب خانہ میں ہے۔ اس میں شاہ داول کے معمے اور راگ بھی شامل ہیں۔ ان کی دو تین غزلیں بھی مجھے ملی ہیں جو کسی موقع پر پیش کی جائیں گی۔

کشف الوجود کو ''اردو نثر کے آغاز و ارتقاء'' میں نثر کا رسالہ بتایا گیا ہے۔ یہ رسالہ دوسرے کئی رسایل کے ساتھ ایك ہی جلد میں ہے۔ اس میں پہلا رسالہ نفس رحمانی (فارسی) ہے اور دوسرا کشف الوجود۔ نمونہ جو دیا گیا ہے وہ عبدالقادر باحلیم مصنف کے رسالہ کا ہے نہ کہ کشف الوجود کا۔ صفحہ ۱۱٦ کی آخر سے پہلی سطر یوں ہونا چاہیے۔

''سوال ہور جواب ہوا سو عبدالقادر باحلیم اوسے سن کر خدا واسطہ یو نسخہ لکھیا ہے'' الخ۔

شاہ داول نے مرشد کا نام ''چارتن'' کی طرح

" کشف الانوار " میں بھی دیا ھے ۔ کہتے ھیں :

سانچا حضرت شاہ برھان
سمرت ھو کر کیتے دان

کشف الانوار کا پہلا نسخہ (رسایل امین الدین اعلی نمبر ۱۷ مخزونہ کتب خانہ عثمانیہ یونیورسٹی) اس طرح شروع ہوتا ھے "آوردہ اند کہ حضرت شاہ برھان الدین قطب الآفاق قدس سرہ العزیز نزدیك آن حضرت یك طالب صادق آمدہ یك سوال کرد آن حضرت آن سایل را جواب دادند" ۔

" یك تھا طالب صادق مرد دانا عاقل اھل درد "

لیکن اس شعر سے پہلے، دوسرے نسخہ میں ۳۲ اشعار اور ھیں اور یہ شعر تیتسواں ھے اس مثنوی میں شاہ داول نے اپنا تخلص یوں استعمال کیا ھے ۔

داول جس کے اونچے بھاگ اس کے سر پہ پریم سہاگ

بہ اعتبار زبان کشف الوجود، کشف الانوار اور چار تن میں کوئی فرق نہیں ۔ حضرت جانم اور شاہ داول کی زبان میں خفیف سا فرق ھے ۔ اور سبب یہ ھے کہ حضرت جانم نے بھگتی تحریك کا بھی مطالعہ کیا ھے اور وہ سنسکرت زبان اور ویدانت فلسفہ سے آگاہ ھیں ان کی اس عالمانہ کیفیت نے ان کے اشعار کو مشکل بنا دیا ھے ۔

شاہ داول کا علم و فضل اتنا زیادہ نہیں اس لئے وہ مشکل مسایل بھی پیش نہیں کرتے اور اسی لئے زبان قدرے آسان ھے۔

ان کی مثنوی کشف الوجود مترنم بحر میں لکھی گئی ھے اسمیں تصنع اور ترصیع نہیں۔ انھوں نے ابتدا سے آخر تك تدریس وتفہیم کا انداز قایم رکھا ھے۔ اس میں موضوع کے لحاظ سے بھی کوئی ندرت اور انوکھا پن نہیں کیونکہ اس قسم کی تصوف کی باتیں حضرت خواجہ بندہ نواز کے بعد میرانجی اور جانم کہتے آئے ھیں اور ان کے پیر بھائی شیخ محمود عین الحق نے بھی جو بعد کو حضرت امین الدین اعلی کے اتالیق بنے دکنی اور فارسی میں بیان کیا ھے۔ چنانچہ ان کی کتاب "معرفت السلوك" یعنی شرح من عرف نفسه فقد عرف ربه نے اس قدر شہرت پائی که بعد کو نه صرف اس کے ترجمے ھوے بلکه آج سے اسی پچاسی سال قبل طبع بھی ھوئی۔ انھیں کی دوسری کتاب "رویت الحق" ھے جس میں آیت ربی فی صورت نور علی نور هدی الله لنوره من یشاء کی تشریح ھے۔

کشف الوجود مخزونه کتب خانه روضتین ناقص الآخر ھے درمیان سے بھی ایك دو اوراق غائب ھیں لیکن کتابت قدیم ھے۔ دسویں صدی ھجری میں دکن میں عام طور پر

الفاظ جیسے بولے جاتے تھے ویسے ھی لکھے ھیں البتہ صحت املا کا چنداں لحاظ نہیں رکھا گیا۔ ممکن ھے کہ کاتب کم سواد ھو۔

پروفیسر آغا حیدر حسن کے کتب خانہ کا مخطوطہ ۱٤ ذیقعدہ سنہ ۱۱۱۳ ھ کو لکھا گیا۔ اس جلد میں دیگر رسایل بھی ھیں لیکن متن میں ایک، متن سے متصلہ حاشیہ پر ایک اور اس سے لگا ھوا کشف الوجود، کہ اگر دوبارہ جلد بندی کی ضرورت ھو تو صحاف کی نا اھلی کشف الوجود کو مجروح کر سکتی ھے۔ یہ رسایل حضرت برھان الدین جانم اور ان کے سلسلے کے بزرگوں کے تحریر کردہ ھیں۔ اس کا کاتب محمد نصرت ھے چنانچہ آخر میں ایک شعر میں اس کی صراحت موجود ھے:

نصرت کاتب لکھیا کلام جو پڑھے بھیجے درود سلام

اسی کاتب کے لکھے ھوئے اک اور مخطوطہ پر محمد نصرت کی مہر موجود ھے۔ محمد نصرت عالمگیر کی فوج میں تھے اور فوج کے دوران قیام "کھیلنہ" میں یہ نسخہ لکھا گیا۔ انھوں نے یہاں کئی اور رسایل لکھے ھیں۔ کتابوں کی نقل ان کا محبوب مشغلہ رہا ھے۔ لیکن تصنیف کے سو سال بعد زبان میں جو تغیر ھوا ان لفظوں تو انھوں نے صحیح املا سے لکھا ھے۔ مثلاً نسخہ روضتین میں وہ کیلئے او

یا وو لکھا ھے اور محمد نصرت نے وہ اور کہیں وو لکھا ھے۔ اس طرح اس میں خفیف سی تحریف نظر آتی ھے۔ چونکہ یہ ایك مکمل نسخہ ھے اس لئے اس کی اھمیت بڑھ جاتی ھے۔

کشف الوجود میں جو مسایل بیان کئے گئے ھیں انھیں مختصراً یہاں پیش کیا جاتا ھے۔

حمد و نعت کے بعد تخلیق نور، تخلیق آدم اور سبب تخلیق آدم بیان کیا گیا ھے۔ اس کے بعد حکم سجدہ اور انکار ابلیس کا واقعہ ھے۔ یہاں سے تصوف شروع ھوتا ھے۔ کہتے ھیں کہ عالم دو ھیں، جسمانی اور روحانی، ان دونوں سے پرے نور کا عالم ھے جس تك انسان کامل ھی رسائی حاصل کر سکتا ھے بشرطیکہ خدا اس کو توفیق اور عرفان عطا کرے۔ یہ اسی وقت ھو سکتا ھے جب کہ انسان میں اپنے نفس کو پہچاننے کی صلاحیت پیدا ھو۔ خدا اس کے دل میں رہ کر اس کو اپنا دیدار دکھاتا ھے۔ اس کا جلوہ ھر چیز میں موجود ھے۔ اس کا عرفان فرشتوں حتی کہ جبرئیل کو بھی نہیں ھوتا لیکن ان کی رسائی اس نور تك ھو جاتی ھے خواہ وہ کہیں ھو۔ انسان جب جلوہ دیکھ پاتا ھے تو وہ اپنی خودی کو بھول جاتا ھے۔ انسان کا انا عقل کی بنا پر ھے لیکن اس سے ماورٰی ھے اس

تک رسائی پانے کے لئے ہمیں رہنما کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیں اس کی تجلیاں دکھاتا اور اس تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر ہم اپنی زندگی میں عرفان حاصل نہ کریں تو پھر ہمارا وجود بیکار ہے۔ اگر ہم دنیاوی الجھنوں، عزیز اقارب اور دھن دولت کی فکر میں رہیں اور ساتھ ہی خدا سے بھی محبت کا اظہار کریں تو یہ ممکن نہیں۔ اگر ہم دنیوی بکھیڑوں میں رہیں تو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ جب تک یہ حرص باقی رہے گی اس وقت تک دل میں محبوب کی محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ جس کو عیش دوام حاصل کرنا منظور ہو، اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ ظاہری عیش و آرام اور رنج و آلام سے یکسر بے نیاز ہو جائے تاکہ محبوب حقیقی کی محبت دل میں بیدار ہو سکے۔

روح کا مرتبہ جسم کے مقابلہ میں بدرجہا زیادہ ہے۔ جسم فانی اور روح باقی ہے۔ روح ایک خوشبو ہے خوشبو کیوڑے میں ہوتی ہے، کانٹے میں بھی اور پتوں میں بھی۔ پتے سے کانٹا علحدہ کر دیا جائے تب بھی خوشبو کسی سے علحدہ نہ ہو گی۔ جس طرح خوشبو کے اظہار کے لئے کیوڑا ضروری ہے اس طرح جسم کے بغیر روح کا عمل دخل بھی ممکن نہیں۔ ہم اپنے شعور کی بنا پر

حواس خمسہ سے کسی چیز کے بارے میں جان سکتے ہیں
جب شعور ہی نہ ہو تو حواس ظاہری کیا کام آئیں گے۔

روح بہت سبک اور رواں ہے۔ اس میں پھرتی اور
چالاکی بہت ہوتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں ایک سفلی
دوسری علوی۔ سفلی روح ہمیشہ عالم سیر میں رہتی ہے
اور علوی مقیم کی حیثیت سے زندگی بھر جسم میں موجود
ہوتی ہے۔ سفلی روح بو کی طرح ہے اور علوی پھول
کی طرح، جس میں بو موجود ہوتی ہے۔ سفلی روح
خواب میں مختلف اشیاء کو دیکھتی ہے لیکن اس سے حاصل
کچھ نہیں ہوتا۔ جب ایک شخص ان سفلی اور علوی کے
پردوں سے گزر جائیگا تو دونوں عالم اس کے پیش نظر
ہوں گے۔ اور جس چیز کی محبت دل میں پیدا ہوگی اسی
کی شکل نظر آتی رہے گی۔

اگر ہم کسی غیر شخص یا شے سے محبت کریں تو
ہمیں نقصان اٹھانا ہوگا۔ یہ ایک بدیہی اظہار ہوگا۔ اس
سے باطن کو صدمہ پہنچے گا اور روح کا دیدار نہ
ہو سکے گا۔ ہم جیسے ایک بیج سے پودا نکلتا دیکھتے ہیں
تو وہ باہر آنے پر ہی نظر آسکتا ہے لیکن اندر بیج میں
جو تغیرات ہوتے ہیں اس سے ہم لاعلم ہیں۔ ہم اس کو
محض اپنی عقل ہی سے سمجھ سکتے ہیں۔ گویا بیج ظلمات

اور تاریك مقام ھے یا بالفاظ دیگر یہ مقام نیستی ھے اور وہ وجود میں آنے کے بعد مقام ھستی میں آجاتا ھے۔ اس طرح اندھیرے ھی سے روشنی نمودار ھوتی ھے۔ اگر کسی نے عرفان کا درجہ حاصل کر لیا ھے تو اس تاریکی میں نور کو دیکھ سکے گا مگر اس کے لیے عقل کی ضرورت ھے۔ عقل و عرفان کا فقدان تجلیوں کی دید سے محروم کر دے گا۔ عرفان آئینہ کی طرح ھے جس میں نور کا انعکاس ھوتا ھے۔ یہ روح علوی ھے حس کو خودی کا عرفان ھوتا ھے۔ یہ روح پاك اور منزہ ھے اس کا دیکھنے والا عارف ھے۔ وہ خودی، نور اور تجلی، ھر چیز کو اپنی عقل سے تمیز کر سکتا ھے اور ھر چیز میں وہ اپنے آپ کو پاتا ھے۔ گویا وہ ان چیزوں کو نہیں بلکہ آئینہ کو دیکھ رھا ھے۔ اب اگر آئینہ کی تمثیل کو کچھ دیر کے لیے نظر انداز کر دیں تو نظر آنے والی چیز ذات کا پرتو ھوگی اور ھم اپنی انانیت یا "میں پن" کو چھوڑ دیں تو ذات باری کا جلوہ دیکھ سکیں گے اور یہ محسوس ھوگا کہ ھم اسی کی آنکھ سے اسی کا جلوہ دیکھ رھے ھیں۔

اس طرح ھم خودی کا درجہ اپنی انانیت کی نفی

کے بعد ھی حاصل کر سکیں گے ورنہ انانیت کے ہوتے
نور تک رسائی حاصل کرنا تاریکی میں گھورنے سے کم نہیں۔
یا یوں کہیے کہ پانی میں غوطہ لگانے کے بعد بات کرنے
کی مجال نہیں ھوسکتی حالانکہ زبان تو موجود ھوتی ھے۔
پانی سے باھر آکر ھی ھم کچھ کہنے کے قابل ھوسکتے ھیں
ھمیں جب دیدار ھوجاتا ھے تو ان تمام کیفیات کو ذھن
نشین رکھنا مشکل ھے۔ جیسے ایک بچہ تمام واقعات کو
جو اس کی آنکھوں کے سامنے گذر چکے ھیں یاد نہیں رکھ
سکتا۔ اس کا شعور اتنا پختہ نہیں کہ ھر بات کو سمجھے
اور یاد رکھے حالانکہ دودھ کی طلب کا اظہار کر سکتا ھے۔
غرض کہ ایسی بے شعوری کی کیفیت مفید نہیں ھوسکتی۔
جیسے پھل میں بیج اور بیج میں مولکا اس وقت تک
نظر نہیں آتا جب تک کہ وہ اپنے مقام سے باھر نہ آجائے۔
اس لئے جو اپنا نفع نہ جان سکے وہ مقصود بھی حاصل
نہیں کر سکتا اور جو خود کو نہ پہچانے وہ خدا کو
کیسے پہچان سکے گا۔ جو لوگ غور و فکر کرتے ھیں
اور جن پر مرشد اور رھنما کی مہربانی ھے وھی
اس فطری نور کو مختلف شکلوں میں دیکھنے کے قابل
ھو سکیں گے۔

کتاب کشف الوجود

[1] گفتار شیخ داول رحمه

اللہ واحد سر جن ہار — جوں[2] جگ عالم جس تھیں بار
ظاہر باطن اپنا روپ — ذات منزہ سہج سروپ
دایم قایم آپیں آپ — جونا پکڑی ناما باپ
تن بن نان حو انگ[3] لیت — نا اس پیت[4] ہے نا اس میت[5]
کہیں[6] نا آوے کچھ مثال — جائے طرف نا وہم خیال
فہم نظر[7] سو وہم گمان — کیسا[8] اس کا نادر گیان
ذات منزہ سب تھے پاک — کوی نا کرے اس ادراک
[9]عشق کہوں نا محبت شوق — لذت کہوں نا صحبت ذوق
[9]آب ہور آتش باد ہور خاک — سب تھے نرمل ہے او پاک
نین بن وہ دیکھے سب — کان بن وہ سنتا رب
ناسك بن وہ لیوے باس — [10]وجود نہیں بن بھوگ بلاس
[11]جیوا بن وہ بولن ہار — [12]حاضر ناظر ہے کرتار
جان بسا دے اپنا نور — راکھیا اپنی نظر حضور

---

(۱) من کلام عاشق داول

ہست سری جملہ کلام کریم — بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۲) سب (۳) انك لیت (٤) پیٹھ (٥) پیٹ (٦) کہنے (٧) تصور عقل گمان (٨) قیاس آکہی (٩) صرف نسخہ آغا صاحب میں ۔
(۱۰) وجود بن وہ ھو کے حاص (۱۱) جیبہ (۱۲) طاہر باطن ناظر ہے کرتار ۔

شاهد کر اس کیا جدا   تو ان لذت[1] لیا خدا
جان پنا نا دیتا اس   معبود کر کیوں[2] کہتا تس
توان طواف آپس آپیں نور[3]   نور کوں میں[4] پڑ کر کمجور
سرتے پرتے کوں سکت   جان پنا دے کیا بھگت
.....[5] اپنے عشقوں بھول   طاعت بندگی سوں مشغول
رحمت بخشا اس کی ٹھار   اپنا دکھلا یا دیدار
[6]جاؤں راکھیا اپنے پاس   اس کوں دکھلایا رہ راس
[6]جے پکھ رب کا ھے فرمان   نبی دل جان با احسان
لے کیچھ نبی کا فرمان   نبی دل جان با احسان
تسلیم ہو کر لیتا سیر   تو اس کمتا جگ میں میر
اونچا درجا دیتا مان   پنہاں راکھیا با ایمان
جیتا جے پکھ مخلوقات   کل شے عالم هرهر دهات
سب جگ پیدا جس کے[7] نور   عرش هور کرسی چندرسور
بهشت هور دوزخ بهی اسمان   لوح، قلم، جن هور حیوان
سات سمندر ڈونگر پہاڑ   بن کھنڈ باجے جناں[8] جھاڑ
حوراں، طیراں، بجلیاں مور   اپسے بھی کی لاك کرور
ظاهر باطن دیك بچار   نور نبی تھے سب اظهار

---

(۱) ثابت (۲) کون (۳) (کذا) (٤) پن کی جوڑ (٥) عابد بن جن کیا قبول (٦) صرف نسخه آغا صاحب میں (۷) کا ـ (۸) جیسے ـ

پرگٹ نور کوں دیا فضل   حوں جگ عالم اس کے تل
آب ہور آتش خاک ہور باؤ   سرجا نور نبی کے چاؤ
۱ نور کوں کیا ایسا بول   جے تجھ بھاوے کہہ مجھ کھول
جس کوں کرتا توں اختیار   اس میں کر ۲ سوں تجھ اظہار
ایسا حق تھیں ہوا امر   نور نبی لے ، سر، بھیں ۳ دھر
چاروں کا دھیان ہوا مہان   مانی نور قبولیا ٤ جان
چار عناصر کیتا ٥ تن   نور نبی تھے کر روشن
خاکی آدم کیا صفی   پایا قطرہ نور نبی
٦ ہوا فرشتوں پر یوں فرمان   سجدا کرنا بادل جان
پر تو دیکھے حق کا نور   سکلے سجدے گئے حضور
ابلیس کافر رکھیا گمان   راندیا گیا ، ہوا شیطان
۷ حق تھے ہوا لعنت بار   ساتوں دوزخ بھیتر بار
ابلیس لایا دھندے دھند   حق تھے آدم پایا پند
دایم در یہ ہے شیطان   ہے کمہ دریا انسان
دل میں بٹھاکے وسواس   عملت پایا از رہ راس
ابلیس تھے سب عالم وار   حق کے در تھے پھراتا باز

---

(۱) نور کیوں کہیا ایسا بول (۲) کر سے (۳) پر (٤) قبولی ۔
(٥) بوجہ خاکی تن (٦) صرف نسخہ آغا صاحب میں (۷) یہاں سے
(۲۲) اشعار نسخہ آغا صاحب میں ہیں نسخہ روضتیں میں یہ ورق
غائب ہے ۔

محکم دندی ہے شہ زور　　کیسا پاپ ہے شر شور

تو لگ مخفی تھا وو نور　　پر گھٹ کیتا آخر دور

ات کل آیا نبی رسول　　ابلیس ہوا دیک مخمول

حق تھے نازل ہوا کلام　　روشن کیتا دین اسلام

عالم کیرا ہے سرتاج　　جس کوں ہوا شب معراج

جنے لکھ حق تھے ہووے مقصود　　جبریل آوے بھیجے درود

جیتا مشکل ہو وے کار　　جبریل کرتے ہیں اظہار

جسے کوی جیتا پوچھے سوال　　حل کر دیتے ہیں در حال

ایسا سرور جگ کل میر　　روز قیامت ہووے دستگیر

اس کا کہنا جس دل بار　　خاصاں مومن ہیں دیدار

مومن کا دل عرش پچھان　　نور نبی کا دیک عیاں

جے کوئی دیکھے نور نبی　　بیشک دیکھیا جان ربی

یوں ہے دیک نبی کا قول　　کیا فرمان سب رب کے بول

دیکھیا اپناچ دیدار　　ان جوں دیکھیا ہووے کرتار

آپیں دیک خدا کا نور　　اس نور تھے کل کیا ظہور

توں ان نور نبی کا پچھان　　عالم جس تے کیتا جان

الله کیرا یوں ہے قول　　معشوق اپنے بنے رسول

۲ جیتا کرتا تج کوں سار　　آپس کرتا نا اظہار

کل شئ جیتا مخلوقات　　نور تھے پرگھٹ کل صفات

---

(۱) نسخہ آغا صاحب سے (۲) یہاں سے مشترک۔

ابنی تو ھے مخنی ٹھار پرگھٹ قدرت کیتا بار
قدرت صورت[1] روپ دکھاے [2]کرتا کوں نا دیکھیا جائے
یک یہ عالم جسمانی دوجا عالم روحانی
یہ دو عالم ھیں ایلار نور ھے دونوں کے پیلار[3]
وھاں کا عالم ھے کچھ ہور وھاں کوئی قادر ھے ور زور
جے کچھ نازل وھاں تھے بار دونوں عالم کیرا ٹھار
قدرت سن کوں ملیا خدا قدرت ی[4] ھے ذات جدا
[5]جیتا قدرت کیتا سار نا اس بھیتر نا ھے بہار
جے کچھ تصرف[6] کیتا رّب دس[7] دس آیا عالم سب
سب تھے کامل ھے انسان گیان ھدایت دے[8] عرفان
انسان بھیتر ھوا ظھور پردا تھا سو کیتا دور
که الانسان سری انا سره من عرف روح فقد عرف ربه
[9]کیسا اس کا گیان کمال دیکھیا اس کا نور جمال
[10]اس کوں انکھیاں دیتا چار تو ان دیکھیا وہ دیدار
کیسا اس کا دیک قلوب [11]بیٹھا دل میں ھو محبوب
مانس کیرا دل کے ٹھار اپنا دکھلایا دیدار

---

(۱) سوں ان (۲) کرتے (۳) نورانی دونوں کے پیلار (٤) بن۔
(٥) جس تے (٦) تصور (۷) وسواس (۸) دیا (۹ و ۱۰) صرف
نسخه آغا صاحب میں (۱۱) روشن ۔

۱اے جسے پکھ عالم سار	اس کے دل میں ہے اظہار
۱حق کا او تو ہے انسان	اس میں اس کا سب نشان
عرش ہور کرسی، حور ملک	بہشت ہور دوزخ، ارض، فلک
جیتا عالم ہے کل شئے	اس کے دل میں پرتو ہے
اس کے جان پنے کی چھانوں	مانس کیری دل کے ٹھانوں
تو یہ آپس میں اس حوے	بوجھا اپنا معبود ہوئے
سب سوں ہے۲ سب بوجھا رب	عشقوں آپس کھویا سب
کون مراتب کون فضل	جبرائیل کا نہیں دخل
جہاں دیک جبرئیل کا نئیں بھیر۳	وہاں دیک انساں کیرا سیر
انساں مقصود حاصل کر	حق میں آپس واصل کر
درجا پایا قرب مقام	اپس کھویا دیک تمام
طالب ہونا حق کی باٹ	''میں پن'' اپنا ۴سکلا بات
۵کرنا سالک دل میں سیر	''میں پن'' اپنا دور کر غیر
میں پن دور کر نور اصل	نوری ان کوں سہج وصل
تیرا ''میں پن'' گیان بھیتر	اس کا ''میں پن'' گیان اپر
۶گیان دھیان کچ ناد ہے اوپر	وہاں کاد ہے سب زیر و زبر
بندا فاعل ہے مختار	فرصت دیتا ہے اختیار
دیکھنا، سننا، بولنا بات	بعضی تن کی ہے ۶ حرکات

(۱، ۵ و ۶) صرف نسخہ آغا صاحب میں (۲) بن (۳) هنر۔
(۴) سکلاٹ (۶) سب۔

اس کوں ناھیں کوئی طرف   فہم ، ھدایت ، کون شرف
بات دیکھیا دل کے ذھیر   کوشش کرنا رے تدبیر
بھیجیا الله[1] نبی قرآن   سمجیں[2] سن کر بول بیان
دل میں کرنا اس کا نام   بر حق چلنا کرنا کام
مشغول ہونا دل کے ٹھار   حق تھے پاوے گا دیدار
حق کا مرشد ھوے خاص   تج کر دیوے حق شناس
نئیں تو جھوٹی کھٹ[3] بتلاؤ   عمل میں سب عمر گنواؤ[4]
اس میں مر کر جاوے تن   ماٹی میں ھا کرے[5] دفن
نزاں ھوئے[6] پچتاوا ھم   کرنا جاوے دل کا غم
جیتا ھے لگ مرنا جان   مر کر جیما دیک پچھان
نزاں[7] ناھیں موت حیات   سمجیں عارف کیا ھے بات
نبی[8] کیرا ھے یو قول   بوج لے معنی کیا[9] ھے بول
سیدھا مارگ دھرنا پاؤ[10]   حق کوں پاوے نے دیکھو[11] جاؤ
صدق یقیں صابر[12] ھوے   بوجھے قادر ھے گر کوئے
عارف ھو کر لیا ایمان   جیسے پکڑ کرتا سو ھے جان
امر خدا کا لیاؤ بجا   رھنا بین الخوف رجا

---

(۱) الله نے نبی ھور قرآن (۲) سمجھنا (۳) کھٹ پٹ لا (٤) گنوا ۔
(٥) کر تن دفن (٦) بعد ار ھووے پچھاںا جم (٧) بعد از (٨) الله محمد (٩) دیك ڈھنڈول (١٠) پانوں (١١) ماوے چھانوں (١٢) صادق ۔

دنیا فانی نا تج ہوے　دایم حال۱ نا حئے کوے
تن کی خلعت دیتا توج　صورت آدم کیتا بوج
لوڑے تج کوں آدم کوں　آدم برلا لا کھوں چں۲
آدم نور نبی کا پاک　نہ کی صورت بر حا خاک
آدم کی نا ہوے صفات　اس تھے بہتر حیوانات
صورت سیتی نئیں کچھ کام　لوڑے آدم کیرا فام
تن کے سنگوں ہوے نفس　برتے پانچو ہوا ہوس
فہم دلالی پکڑیا بار　ہر ہر اعضا کیرے۳ ٹھار
نینو ما ہیں۴ بھید نظر　کانو ما ہیں سنتا بھر
ناسك انگوں لیوے باس　ایسے پانچوں۵ بھوگ بلاس
تن کے سن۶ کوں سد بد فہام　طاہر باطن دیك تمام
نفس قوی ہو تن میں بھر　پھرتا تن کا گھوڑا کر
پانچوں داراں میں ھلکاؤ　اپنے "میں پن" کوں سلکاؤ
میں ہور میرا پکڑیا ماؤ۷　جھوٹا دھندا پکڑیا چاؤ
حرص بدھارا پکڑیا بھوت　دنیا کے۸ سب جھوٹے روت
اس۹ تن سنگوں طاہر ناند　آپس آپیں لیتا باند
جو ہو ینگڑی مال۱۰ ملوك　بھولیا ان کوں چھوڑ سلوك
خویش، قرابت، مال ہور بھان　ان سوں لاگا جیو پران

---

(۱) یہاں (۲) چون (۳) کیرا (۴) میں (۵) پانچوں (۶) سنگوں۔
(۷) پاو (۸) دنیا کیرے (۹) اپنے تن کوں (۱۰) مال ہور ملك۔

هے لگ بیری لگتا سوك	مرتے۱ بیلا پڑتا دوك
"توکا" اس کا هوا کم	جے ان دل میں لیتا غم
میٹھے لاگے ان کے چھند	اپنے دل کوں کیتا بند
جھوٹی کثرت دل میں بھید	جھوٹا آخر هوے نپید
جیسا هے یه ویسا نئیں	دل تو الجھا۲ نئیں هے کئیں
محبت پکڑیا جھوٹا یاد	جایا نئیں لگ تھا بھو شاد
محبت جان پنے کی انگ	میں یوں باندیا نسبت سنگ
جھوٹی محبت نا هوے۳ ہاٹ	آخر بازی مشکل٤ کھاٹ
مال هور پنگڑی ہانا جوے۵	کھانے پینے تھیں دل کھوئے
جوں٦ یه آویں تیرے پاس	ان کو دیکھ تو بیری۷ نہاس
ان کے سکوں توں هو خوار	کوچے کوچے، داریں دار
جینا۸ جوڑ ملاویں مال	تیتا جاکے تری خیال
یہو کا هے ایسا کار	جے کچ دیکھے خش دیدار
عمر گھٹے لگ دیکھے جم	حرص بدھارا ناهوے کم
جیتا جبھوا چاکے رس	جنم گنواوے نا هوے۹ بس
دل کی طمع جولك توج	تو لگ حاصل نیں کچھ بوج۱۰
پیو کی محبت کرے اثر	جھوٹے تن کوں جاے بسر

(۱) موے پیلار (۲) تیرا (۳) نه آوے هات (٤) مشکل هے کھاٹ۔
(٥) هور جو + کھانے پینے تھے دل دھو (٦) جوں جوں (۷) تیز۔
(۸) جیناجوڑے ملك و مال (۹) هوس (۱۰) توج۔

یہ جیتی محبت اتنا دوک — کیوں رہے دایم ایك هی[1] سوس
جیے کوئی مانگے دایم سوك — چھوڑے طاهر کا سوك دوك
باطن حاصل هوے ذوق — [2] پیوتے پیو کا پاوے شوق
من کا گھوڑا خاکی تن — روح کا گھوڑا ممکن من
روح کے انگوں قایم نور — سب سوں بن سیدھی[3] مور
جھوٹے تن کی کس کوں آس — ماٹی میں گل جاوے ناس
جھوٹی نسبت کیرا فہام — باطن بھیدیا [4] دیك تمام
جیتا هے لگ خاکی تن — باطن بھیدیا رك اپنا من
خاکی تن تھے هووے موت — من تھے آخر نا هوئے فوت
جیوں که کیوڑے سوں مل کات — خشبوئی بھیدی کات سنگات
کیوڑے تھے هوئے کات جدا — خشبوئی مکتی رهے سدا
یوں اس خاکی تن کی باس — باطن رهے ممکن[5] پاس
من بھی اندھلا هے تن باج — تن بن چلتا نئیں کچ کاج
آنکھیاں هے لگ دیکھے روپ — انکھیاں نئیں تو مخفی چوپ
جبھوا هے لگ چاك سواد — کان اچھے لگ سننا ناد
ناسك هے لگ خشبوئی باس — گیان اچھے لگ بھوگ بلاس
[6] اس پانچوں اپر سیکھے فام — نسبت سگون بھوگ تمام
نینوں میں جب آوے فہام — دستا جو کچھ کہے تمام

---

(۱) ان کوں (۲) بھوٹے مارے پیو کا شوق (۳) سب هوئے معمور (٤) ڈھنڈنا (٥) من کے (٦) پانچوں بن ایك هی فہام ـ

کانوں بھیتر آوے گیان سن کر بوجھے[1] بول بیان

[2]ناسك انگوں خشبوی سُنگ جھوا پرتے لذت چُنگ

[2]اعضا پرتے دك سك بھوگ گیا بوسب تن دیك سنجوگ

[3]طہر باطن میں یو مہام مہم نہیں وھاں کیا ھے کام

دشٹی کوں دیك سوجھے کس کا[4] آپس آپیں بوجھے کس[4] کا

تن تھے خارج دستا من من تھے حرکت خاکی تن

جھاں حوش لگتا تھے آرام وھاں سب بستا[5] تیرا فہام

ریسا صورت دیك جمال بھولے عاشق ھوئے جمال

[6]نیسوں ماہ سوں . . . . . .

[7]وقتی سما بھاوے راگ نعضی تن تے جاوے بھاگ

حس نسبت [8]یوستا گیاں واں سب اعضا ھیں مہمان

جھاں اگ مجلس دل میں دار سب[9] آئے ھیں حاضر اس ٹھار

اعضا کی سد ھوے گت مسکا[10] حوں کے کاڑے مت

سد، مہم سب مکی سات طاھر باطن کے حرکات

---

(۱) سانچے بول بیان (۲) نسخہ آغا صاحب میں دونوں شعر نہیں ھیں (۳) طاھر باطی میں کیا (٤) کیا (٥) نشان ۔

(٦) نینوں ماھی بستا روپ چاروں دار مخفی چوپ

(۷) یك وقت (۸) سوں سما (۹) سکلے (۱۰) تن من جیو سب سارے ست ۔

باطن کیرا پر[1] تو بوج ظاھر [2] پانچوں یہ ھے توج
ظاھر تن تھے حاوے فہام من سوں بھرنے منگے کام
جوں کی سو کر دیکھے خواب پانچوں داراں پڑے خراب
باطن بستا جا کس ٹھار کون چتر وہ نقش[3] و نگار
اس تن کورے کیسی بودھ دیکھے سو نا لیاوے سودھ
ظاھر توں اس تن تھے دور باطن دے کے حال حضور
[4] پر گھٹ دسیں پانچوں دار تن کے بھیتر دل کے ٹھار
باطن ھوتا دل کے بھار ظاھر خاکی تن کے ٹھار
وھاں بی دیکھن ھارا ھو ممکن تن کا ٹھارا او
دل تھے تیرے جو وسواس پر گھٹ ھوھو دستا پاس
سفلی روح ھے ممکن سات روپ دیکتا ھے خطرات
سفلی ارواح کرتی سیر اسفل ھے دستا زیر
وھاں کا بی ھو دیکھن ھار جھوٹے خطرے من کے مار
جھوٹا دستا تیرا روپ دیکھن ھار مخفی چوپ
سوتا ماس ھو ھوشیار فہم جپایا[5] تھارین تار
کون کیا تھا کرنا فہام جب سدھ وھاں کی لیاے تمام
بھی کچھ بولوں کہوں مثال کہ اك بیٹھا لیہ[6] کچھ حال

---

(۱) سیر توں بوج (۲) مانجھ ھوا یوں توج (۳) نفس بکار (٤) یہاں سے آٹھ اشعار صرف نسخہ آغا صاحب میں ھیں (٥) جنایا (٦) ھے۔

فکر اندیشه کرے بہت نسبت سکوں پڑیا کونت

محبت پکڑیا دل میں یاد تن تھے[1] بیٹھا ھو برباد

باطن بھیدیا[2] تیرا من دل میں پکڑیا کون وطن

پرچت سوجھے کون خرد دوکہ سوکہ مسکا کون درد

روح کون خاکی تن میں بھاؤ ھوا خمس کا دیکھنا چاؤ

پہلے تن کا سن افعال جو جو دستے ھیں اشکال

جہاں لگ دستا نیوں تل دیکھن ھارا توں نرمل

ایسا انتر کیری سود دیکھن ھارا ھے او سود

تو اس خاکی تن کے ٹھار نیوں میں ھے وودیکھن ھار

نیوں بھیتر ھے کونی حان سو وہ حرکت کرے پچھان

دیکھن ھارا دیکھے چوپ جیسا نینوں دستا روپ

جے کچھ پرکھٹ بجتا ناد کاسو بھیتر سنتا شاد

ماسک بھیتر لیوے باس جھوا بھیتر لذت چاک

لمس لگن کا لیوے سوک پانچو آپن ایکس دوک

بیٹھا بیٹی یا عورات کدریا[3] جگ تھے ہو نہاٹ

ظاہر تن کی لئی[4] کثرت باطن باندا کیوں محبت

باطن دل میں لیتا دوک ظاہر تن کا بسریا سُوک

---

(۱) تھیں میٹیا (۲) بھرتا (۳) جگ تر ہو مات (۴) بھوت۔

وہ دلك باطن كس پر بـار	سیج بچھائی [1] بھو انگار
من میں محبت پکڑے سوك	ظاهر تن کا بسریا سوك
[2] وہ مکہ بستا ھے جس ٹھار	پانچوں حاضر ھیں اس ٹھار
[2] پانچوں کیرا او سیر	سمجے ما اس کو پانچوں سیر
ماطن جس پر دوك سوك بار	کون گیانی بوج [3] قرار
باطن ھونا من کا جـان	تووہ حرکت کیری پہچان
ممکن کیرے کون صمات	بولوں کچھ وہ ھے کس دھات
[4] جو تجھ باطن کے ھے چار	خاکی تن تھے آپس کاڑ
کیتا انتر کرے بودھ	چاروں تن کی پاوے سودھ
چاروں تن تھے تو کر بنـد	تو سکھ پاوے بھوگ انند
کون کون تیرے چار وجود	عاشق واصل کیتا رے معبود
پہلا تو یہ خاکی تن	دوجا باطن ممکن من
تیجا غیبی چوتھا جان	نور نرنجن کریں پچھان
دوئی وجوداں روپ اکار	دوئی نروپ دیك بچار
پہلا خاکی دیك وجود	اسکا بارے لیہ مقصود
آب هور آتش خاك هور باد	خاکی تن پہلا کیتا شاد
چاروں بستاں کر اك ٹھار	صورت آدم روپ سنوار

---

(۱) پھول انگار (۲) صرف نسخہ آغا صاحب میں ھے (۳) گیان بھوگ بچار (٤) یہاں سے دس شعر صرف نسخہ آغاصاحب میں ھیں۔

ممکن عالم ہے ملکوت خاکی عالم ہے ناسوت
ارواح سفلی ملاں سات ارواح علوی ہے باذات
[1] ذات اپر میں مس لاؤ ممکن سیتی [2] بھوکو جاؤ
جے کچھ میں پن کیرے امر صورت آوے روپ نظر
میں پن مخفی دل کے ٹھار دل کے انگوں کرتا بار
ممکن کیرے کیسے کام فعلوں پرتھے کرتا فہام
ممکن تن ہے روحانی پاٹ نہ کی صورت ماٹی خاک
موئے بعد رو ہے خاص سد بد سکلی اس کے پاس
خصلت گھوڑے کی اظہار روح لے پھرتا ٹھارین ٹھار
بجلی تھے بھی بھوت چپل نندے پھیرے جاے نکل
جیسا ممکن [3] روح توج خاکی پوشش کیتا بوج
روحی مرکب ہے وو صاف خاکی تن کا کیا غلاف
روح سفلی اس کے سات علوی کی وہ دیکھے صفات
سفلی علوی روحاں دوئی جاری [4] مقیم کہتے کوئی
سفلی روح کوں ہے سیر علوی کو نئیں پھیرا پھیر
سفلی جاتی اندر حساب جھوٹا [5] پرتو دسے شتاب
سفلی پیدا روز [6] میثاق ممکن تن دے گیان [7] نفاق
جس کوں رب سوں ہوا کلام روحاں سجدہ کئے تمام

---

(۱) ذات پر تو میں آؤ سماؤ (۲) بیٹھے (۳) روح ممکن توج ۔
(٤) چار (٥) چوتھا پر توں دستا شتاب (٦) وقت (۷) کیا ۔

علوی اچھے تن کے سات　　قایم جو اگک حال حیات

اخاکی تن کوں ھے ممات　　ممکن سوں اس ھے حیات

عقل مقیمی علوی ناؤں　　عقل دلالی اس کی چھاؤں

عقل مقیمی دیک ۲ بچار　　عقل دلالی اس کا بار

عقل مقیمیں دیک ھلال　　پرتو چندنا عقل دلال

جو نکے سونے کیرے ٹھار　　سفلی تن تھے ھوتا بار

علوی قایم تن کے ٹھار　　سفلی کھٹ پٹ کرتی بار

تن کی نسبت کیرا فہام　　نکل جاوے دیک تمام

سفلی پرتو جوں ھے باس　　علوی گل جوں رکے باس

جوں کی سوتا ھے بے غم　　۳ناب ان دھر کے کھیلے دم

گیان تیرا کیوں ھو دو ٹھار　　باٹاں کیا دیک بچار

۴سپنے میں کا کیسا گیان　　مردے سیتے دیک عیان

مردیاں کیرا نئیں کچھ ڈر　　۵ ملتا ان سوں خوشیاں کر

جاگتا مانس اچھے ھشیار　　مردے دیکھے نظر تلہار

چھل کر مرتے نئیں کچھ بار　　عقل مقیم ھے اس ٹھار

سونے سپن۶ کا جھوٹا خیال　　جاگتا اچھکر ھونا حال

ظاھر ملنا مردیاں سات　　ان کوں ڈر کی نئیں کچھ بات

جوں کی آرس دکتا مکھ　　عین نظر میں دستا سوک

---

(۱) آغا صاحب کے نسخہ میں یہ شعر نہیں ھے (۲) روح (۳) ناراں دھرکے (٤) سونے میں (٥) ملتے (٦) میں ۔

جس کے دل بے پردا جائے دونوں عالم دل میں پائے
۱سفلی تیری دیکھ سکت ممکن خطرے میں جگت
باطن تیرے دل کے ٹھار کون کون عالم ھے اظہار
قطرا پکڑیں صورت روپ شاھد ھوں تو دیکھے چوپ
سفلی ان کو اپنا سار دیکھیں آپیں دل کے ٹھار
سفلی پر تو تیرا گیان ۲او کوئی ھے باحق باعرفان
حے پکھ تج نہیں ھوئیں اوءال تیرے پرتو تیرا خیال
سفلی پرتیں ممکی سات ۳ممکن پر اس نئیں برکات
ممکن تن کا ایسا حال خاکی تن کے سب افعال
جوں کہ سوئے اندر حاب ٤ اس کا ہارے منجہ دے حاب٥
خاکی تن کا فعل تمام کی٦ وہ دکھیا کرتا فہام
۷دیکھنا، چکھنا، سننا بات سونگھنا، بھوگنا، سب حرکات
کیتا خاکی تن کا سنگ ممکن اوپر دستا رنگ
تن سوں برتیا جس حس دھات سب وھاں دستا ۸ ھے حرکات
بولوں تج کوں ایك مثال کیا خش تمثیل ھے خش حال
کات ھور کیوڑے کیرا سنگ باس چڑیا دیك اس کے انگ
خوشبوئی تو ھے کیوڑے باس کات میں سب دستا باس

(۱ اور ۷) صرف نسخہ آغا صاحب میں ھے (۲) علوی با حق ھے فرمان (۳) ممکن پن اسے ہیں حرکات (٤) خواب (٥) جواب۔ (٦) کیوں (۸) دستے ھیں۔

خاکی تن سوں برتے فہام	باطن ۱ فعل دسے تمام
بوڈہ۲ ترنا جیسا ہو سنگ	وہاں بی دستا ویساچ رنگ
ممکن کو تو نیں کچ نقصان	جھوٹی کثرت کا ہے۳ گیان
۴.............	اس میں ناھیں ھوتا سنگ ۵
جیسا محبت پکڑیا یاد	پرتو دستا دل میں شاد
جس پر محبت باندیا سبیچ	ویسا دل میں دیکھیں ویچ
۶جھوٹے تن کی پکڑیا بھول	باطن دستا وھی مشغول
۷پکڑیا جھوٹے تن کی کھوڑ	جیتاچ۸ اس کو دیتا چھوڑ
دنیا فانی ہوے نہاٹ	آخر ھئی سوں یوں کیر دھات
جیسی ظاہر کی کھٹ پٹ	ویساچ باطن ہوے لٹ پٹ
جن یہ کھٹ پٹ کیتا دور	تو وو دیکھیں دل کا نور
جس۹ میں من کے خطرے مار	روح کا دیکھے گا دیدار
جہاں تیں خطرہ نپجے۱۰ موڑ	۱۱کھرک گیان سوں کرتوں۱۲ توڑ
۱۳جس تھے خطرہ ہوتا بار	اس کا توں ہو دیکھن ہار
کون تخم ہے بیچ قرار	جس تھے ہوتا خطرہ بار

(۱) باطن سیتے (۲) بودھ ترنا جیسا ہوے + وہاں بی دستا ویساچ کوئے (۳) سب (۴) خاکی تن کے بھرتے رنگ (نسخہ آغا صاحب میں) (۵) بھنگ (۶) نسخہ آغا صاحب میں یہ شعر دوسرا اور (۷) پہلا ہے (۸) جیے توں (۹) جیتے (۱۰) اپجیں (۱۱) گیان کھرک (۱۲) دل (۱۳) صرف نسخہ آغا صاحب میں ہے ۔

باطن دیکھے فہمو چپ[1] من کا خطرہ حاوے چھپ
خطرہ دے کر[2] ہووے غیب کون فہم ہے دیکھ عجیب
جوں کی دستا ہے اندکار جہاں تے خطرہ پرگٹ بار
جیدھر تھیں وہ حطرہ آئے تیدھر توں ٹك دیکھ بجھائے
جہاں تھیں خطرہ ہووے بار وھاں حوں دستا ہے اندکار
[3]خطرے پر تھے کرنا فہام کس کی حرکت کس کا کام
کیسا جاگا ہے ظلمات جیسی کالی اندھاری رات
دیك اندارا عفلت لیائے [4]عقل گنوا وھاں وھی ...
یہ ہے غیبی تسرا تن جس تھیں تج کو بسرتا ....[5]
عفلت تسریا بھرم گمان تسرے تن کا دیك نشان
تس اندھارا جینا ہووے دین اجالے کیوں نا جوے
نیستی ظلمات ھستی نور ظلمات چھوڑ کنارے دور
ھستی کیری نیست صفات دن کا پرتو حوں کی رات
دیکھتا شاھد تو ہے خاص [6]کالا اندھارا تج تھیں بھاس
تجہ بن مسالك[7] نئیں بھی کوئے دستا دور کر دیکھتا ہوے[8]
کالا اندھارا دستا نئیچ لے ٹك انتر[9] آپس کھینچ
عارف عاقل تیرا نام دستے پر تھیں کرنا فہام

---

(۱) فہموں چھٹ (۲) روپ کر (۳) خطرہ ہر جگہ کاتب نے ق سے لکھا ہے (٤) حود عقل میں سب عمر گنوائے (٥) پن۔ (٦) کالا اندھارا تجہ میں پاس (۷) سالك (۸) حوے (۹) آپس انتر۔

یہاں بھی راکھے الٹی دیٹ سیدا مارك پکڑیں نیٹ
جیدھر تہیں تجھ آوے بودھ لے پیاسے وھاں کی سودھ
گیان اجالا تیرے پاس چھوڑ اندھارا جھوٹا [۱] بھاس
گیان اجالا میں ھے توں عارف عاقل کھیا کیوں
گیان اجالا نئیں جس ٹھار تو کیوں دیکھے او اندکار
عرفان[۲] تیرا چوتھا من جس تہیں دستا ھے روشن
عرفان آرس کیرے ٹھانوں نور کا پربھا روح ھے چھانوں
حان پنا ھے روح کی سیر تو یہ دیکھے آپس پھیر
علوی آھے اس کا نانوں نور نرنجن کیری چھانوں
میں پن لاگا اس کے سیر آپس آپیں دیکھے پھیر
اس کا شاھد نور قرار [۳]توں ھے پربھا نور کا بار
[۴] شاھد نبی کی کھیتا سد اس کے سیر یو "میں پن" بد
[۵] نور شاھد گیان اپر توں ھے پربھا گیان بھیتر
[۵] نور ھور میں پن دستے دوئی خارج کرتا دونا ھوئی
میں پن دیوں نور کے سر آپس آپیں دیکھیا پھیر
جوں کی آرس کہرا ٹھار [۶]پر تو دستا دیك بچار
[۵]دوك دستے آرس ٹھار آرس دور کر ایك قرار

---

(۱) بیگ (۲) عارف (۳) پر تو یہاں نور کا بار (٤) شہدت لے جن کیتا سود (٥) نسخہ آغا صاحب میں موجود نہیں (٦) آرس دور کر ایك قرار ۔

چیتن ھارا دیک اتیت ۱دونوں میں ھے نیک محیط
نور کا آرس علوی جان ذات کا پرتو نور عیان
دایم قایم واحد ذات جس تے پیدا کل صفات
ذات خدا کی دیکھے کون پرتو پرتھے بوجھے کون
ذات کا پرتو نور صفات پرتو پرتھیں واحد۲ ذات
فانی میں پن دیک صفات دایم قایم واحد ذات
حون کے آرس میں دیک سک پرتو پرتھیں لیوے۳ سک
اپنا آپیں دیک دیدار اپنا آپیں ھے گواہ دار
جھوٹا میں پن کر توں دور پرگٹ دیک لے اپنا نور
میں پن لے کر دیکھے دھائے دوپن ہیں وہ کیوں کر پائے
جھاں لگ دے کر فعل پچھان تھاں لگ دستا ھے نقصان
ذات خدا کی واحد ٹیک پیو کے بیوں پیو کوں دیک
۴ان توں اپنا آپیں ساک جھوٹا میں پن سکلا ھاک
یو ہی ''میں پن'' اس کا بوج اپنا ''میں پن'' دیتا توج
''میں پن'' سکلا حس تے بار کون ''میں پن'' وو یک قرار
جن سب جگ کا چیتن ھار۵ وہ سب کرتا ھے کرتار
جگ کی کری جس کے ھات پرگٹ کیتا ھے ھر دھات
اپنے جان بسے کے انگ روپ دیکھیا اپنے رنگ

---

(۱) دو کے میانے (۲) ثابت (۳) دیکھے مکہ (۴) ھونا اپنا۔
(۵) جتنا لکار۔

۱ میں پن تیرا سکلا جھوٹ — اس کے میں پن میں یو ٹوٹ
'میں پن یکیچھ "توں پن" دور — نور سماویں نور ربے نور
میں پن چیتے اس کے خیال — میں پن دے دے لیا وصال
آپس اپن دیکھیں کہاں — میں پن تج کوں دیتا جاں
اس کا میں پن پکڑیا بار — تیرا میں پن گواہ دار
تیرا میں پن ھوتا نا — توں اس کو سواتا۲ نا
میں پن، توں پن دونوں۳ ایک — یکس ماھی یکھی نور
۴دیکنا، دسنا۵ دونوں دور — باقی قایم ایکھی نور
دیکنا، سننا جس تے ھوے — وو میں پن تیرا وو ھے کوئے
کوں کر سمجیں وھاں کی بود — تمثیل پہ تھیں لینا سود
جوں کی دیکھے اندارے ٹھار — دکتا جاوے نظر قرار
جوت نظر کی جائے تمام — باج اوجالے نئیں کچھ کام
یا جوں نیر میں عوطہ کھائے — بولنا جیب کا سکلا جائے
جیب تو باقی رھے قرار — پن واں بولن کا نئیں ٹھار
پانی میں تھے نکلا بھار — تو کچھ بولے بول بسکار
بول نا جاوے اچکر جیب — ۶یوں دے کر میں پن ھو غیب
یوں دیک تیرا سدبد فہام — نور۷ میں فانی ھوا تمام
جوں کی پرگٹ نکلے سور — تاریاں کا چھپ جاوے نور

---

(۱) دونوں شعر نسخہ آغا صاحب میں نہیں ھیں (۲) سہاتا۔ (۳) جونہوں (۴) اور سننا دونوں نور (۵) صرف نسخہ آغا صاحب میں ھے (۶) یوں دیکھ سن ھوے طبیب (۷) تو میں پن۔

۱اچکر تارے ہوئے گت   تاریوں کیرا نہیں حرکت
ادسنے میں، نادس کر آئے   فانی ہونا مل کر جائے
۲چھائے روشن حق کا نور   اچکر میں پن جاوے دور
میں پن جاوے دیک بچار   ۳باقی ابری میں کہن ہار
٤گاؤں آئیں جو ہودے دار   کھٹ پٹ کرتا بوان ہار
٥عہدا اس کا ہوے دور   ٦کھٹ پٹ نئیں ہوے مصور
کھٹ پٹ گدریا دیک بچار   چپ کے رہیا ہودے دار
جیوں کہ بالک ہے نہوناد   دیکھتے دستے کا نئیں یاد
۷پورا اس کو ناہیں بود   تو کیوں بالک منگتا دود
کون فہم ہے میں پن باج   بھوگ نتا لک تہا دیک ساج
نسبت سنگوں میں پن آئے   نسبت نئیں وہاں ہی میں پن جائے
عقل دلالی جانتے۸ بار   فائز ہوے اوسے۹ ہے ٹہار
بالک پن کی سدبد خام۱۰   خام پن وو کیا آوے کام
کیچے پھل میں دیکھے ریج   پرگٹ دستا ہیں وو بیچ
جب وہ نپچتا ہووے پھل   دس کر آوے بیچ نکل

---

(۱) نسخہ آغا صاحب میں موجود نہیں (۲) جہاں ہے (۳) کذا امر حق کا رہے یک ٹہار (٤) جوں گاوں کے اپر ہوے دار (عہدہ دار) (٥) ہدا (٦) سب سوں کھٹ پٹ کرتا ہے کار۔ (۷) یوں جان جو بالک میں ناہیں سود (۸) جہاں تے (۹) فانی ہوتی ہے دو ٹہار (۱۰) فام۔

جس کو ناهیں اپنی سود کیوں کر پاوے گا مقصود
۱حولگ ناهیں اپنی ٹھار کیوں کر بوجھے گا کرتار
بجنا ان دیتا فام اپنا آپیں راکھیا نام
حس کو گرکا هو پرساد تو هووے نور پرشاد
۲نور نرنجن سہج سروپ روپ کہوں تو دیک سروپ
۳روپ تھے تو دیکھے کیا دیکھیا ہیں اس ایکھے کیا
نیرے کہوں تو دستا دور دور کہوں تو نظر حضور
خارج کہوں تو ملیا هم ملیا کہوں تو خارج هم
ٹھانوں کہوں تو کہاں هے ٹھار ٹھار نہیں تو کہاں تھے بار
نور اوپر سب هے سرپوش باطن اندر پکڑیا هوش
چاروں تن کے کسوت بار نور نرنجن کیرے ٹھار
نور نرگھٹ اس کی ذات کیتا پرگٹ قدرت سات
نور کے انگوں قدرت بار آپیں تو هے مخفی ٹھار
آپس آپیں کیا طہور آپیں قدرت آپیں نور
آپس ماں میں اپنی ٹھار آپیں دیکھیا اپنا بار
قدرت کر کرنا کھیا ناؤں اپنے میں پن کیرا چھاؤں
ظاهر باطن آپیں آپ سب سوں بن سب وهی آپ
نور هور قدرت کیرا میل جونکہ تیرا تجھ میں ٹھیل

---

(۱) جس کو (۲) کتب خانہ روضتین کا یہ آخری شعر هے اس کے بعد (۳) سے آغا صاحب کے نسخے کی نقل هے۔

چاروں تن میں دیك محیط   پھر چاروں میں تھے دیك اتیت
جیوں کہ تیرا تن میں جیو   یوں وو حتتا سب سوں پیو
سب اعضا تیرے سر تا پائے   جیوں کہ تن میں جیو کوں پائے
تجھ گھٹ بھیتر تیرا نور   ناھیں تیرے ناھیں دور
یوں سب عالم سوں کرتار   سب سوں بن سب ھے اظہار
جینا مرنا تجھ پر حال   اسکا جینا سدا کال
نور اس کا اس تھے جان   اس کی آنکھوں سب پچھان
نور سنواریا قدرت اسگ   سب سوں ملیا قدرت سنگ
بوجھ مقیم کوں ھے وجود   جس میں پر گھٹ سب وجود
کیوں وہ پر گھٹ سب سوں دیك   جو وو بن سر آئیں ایك
سب سوں بن سب آپ اتیت   سب سوں بن سب آپ محیط
آرس کیتا تج عرفان   صیقل کیتا بسا عرفان
تجھ میں ایسا دیکھیا مکھ   بھولوں چاؤں کیتا سك
یوں تجھ میں ھے آپ ظہور   تیرے بینوں دیکھیا نور
تجھ میں جو کوئی ملن ھار   وہ کوں گیان دیك بچار
دیکھا تیرا جس تھے ہوے   اس کے انگوں اس کوں جوئے
کر تجھ ظاھر کھلایا بھید   توں سوں غائب ھو رھا نپید
کر تجھ نور کا وو ھے دیدار   کہ بہ فانی نیں کچھ ٹھار
گر تجھ کو کچھ ناھیں سودھ   کر تج روشن کیسے بودھ
یوں دیکھیا باطن کس کا مام   کرتے پر تے کرنا فہام

مرنا جینا اس کے ھات سن اس بوجھے مشکل بات
غالب قدرت بوجہ کمال جس تھے تجہ پر دو حال
جس تھے کرنی ھے حرکت دوجے کیری نئیں نسبت
جے کچھ کرتا سو اپنے بل دوجے کیرا نہیں دخل
نور پرتو ذات کا ایک ذات خدا کی واحد ایك
چوتھا عالم کیتا ماؤ سانچا ھو کر لینا چاؤ
تجہ نینوں میں اس کے بین تجہ مکہ بولیں آپیں بین
تجہ کان بھیتر اس کے کان تجہ دل بھیتر اس کا گیان
ناسك بھیتر اس کی ناك جبھوا بھیتر لدت چاك
تجہ تن بھیتر وو تن خاص کرتا ھے وو بھوگ بلاس
یوں سب جگ سوں دیك محیط ان سب جگ سوں آپ اتیت
مجمل تھا با ذات قدیم دایم قایم دیك مقیم
عشقوں پر گھٹ کیتا کھیل دوجگ مانڈیا کیسا میل
میں پن دے کر عاشق سیر آپیں آپس دیکھیا پھیر
جن کے نیرے دیکھیا بھائے اس کوں اپنا مکہ دکھائے
معشوق کا نا ھوے حیال عاشق کیرا کچھ ناھیں مجال
عاشق کوں نہیں اختیار دیکھے معشوق کا دیدار
معشوق تیرا عشق تمام عاشق میں مل کر کرتا کام
عشق کہاں میں بولوں توج معشوق نیرے ھے کر بوج
جب لگ نئیں دیك تیرا مك تب لگ عاشق کوں نہ تہا سك

معشوق اپنا دیکھیا ہووے — عاشق بیٹھیا آپس کھووے
دیکھیا عاشق نور جمال — بھولا عشقوں ہو بے حال
محبت کھیچا معشوق تیر — کھویا عاشق اپنا سیر
دل میں کھیچا عشق کا بھید — عشق منیں ہو آپ نپید
عاشق ہو کر بھولیا تجھ — معشوق ہو کر کھولیا بوجھ
دونوں بھیتر عشق محیط — اپنے پر گھٹ آپ سمیت
اپنا عاشق آپیں ہووے — دوجا دستا ناھیں کوئے
عاشق درپن دیکھ بچار — معشوق دیکھے اپنا یار
درپن سنگوں دیکھے مکھ — اپنا آپیں لیوے سکھ
عاشق میانے الف حجاب — معشوق اپنا دیا خطاب
الف حرف کر عشق اصل — معشوق اپنا دیا وصل
الف حرف عشق حطاب — دایم قایم ھے بالذات
میں پن اس کا ہووے دور — نور سماوے نوریں نور
عاشق میں پن اپنا کھوئے — عاشق وو رھے معشوق ہووے
جھیں عاشق ہو کر یار — معشوق ہو کر کرتا بار
عاشق پن کا بھایا بھاؤ — معشوق ہو کر لینا چاؤ
آپیں عاشق ھے معشوق — آپیں خالق ھے مخلوق
آپیں قدرت آپیں نور — آپیں نیرے آپیں دور
آپیں عابد ھے معبود — آپیں شاھد ھے مشہود
آپیں طالب ھے مطلوب — آپیں غالب ھے مغلوب

آپیں عاقل ہے معقول   آپیں قابل ہے مقبول
ماٹی پانی آپیں باد   آپیں ھوا آپیں ناد
آپیں ممکن آپیں نور   آپیں چندر آپیں سور
آپیں اوپر آپ تلار   آپیں بہیتر آپ بہار
آپیں دشمن آپیں پیار   آپیں امرت آپیں زھار

ترقیمه

مخطوطه پروفیسر آغا حیدر حسن
رساله من تصنیف حضرت عاشق داول قدس الله سره
بتاریخ ۱۴ / ذیقعده سنه ۱۱۱۳ ھ همراه بادشاه عالمگیر
زیر قلعه کهیلنه تحریر یافت
نصرت کاتب لکھیا کلام   جو پڑھے بھیجے درود وسلام

فرهنگ

لغت کشف الوجود (سید شاه داول خلیفه حضرت برهان الدین جانم)

الف

اپسے : خود بخود

اپناچ : اپناهی

اتیت : اوجهل هونا، غایب هونا

اچکر : رهتے هوے

آرس : آرسی ، آئینه

. کار : بے کار

ان : اندر

انتر : اندرونی

اندکار : اندهیرا

اندهلا : اندها

انگ : جسم

انگ لپت : مجسم

انگون : سامنے

ایلار : اس طرف

ب

باج : بغیر

بجنا : بوجهنا

بد : بدھ (عقل)

بدهارا : زیاده هونا

برتنا : موجود هونا

برحا : برقع

برلا : نادر، انوکها

بزان (بعد ازاں) : اس کے بعد

بن : بغیر

بوج : عقل

بول بکار : بول سکے

بهار : باهر

بهاسنا : ظاهر هونا

بهان : بهن

بھانا : ڈالنا

بھوگ بلاس : عیش و آرام

بھیتر : اندر، میں

بھیدیا : توڑا

بھیو : اثر

بھیں : زمیں

بیری : دشمن

بیلا : وقت

پ

پانچوں داراں: (مراد) حواس خمسہ

پران : روح

پربھا : روشنی

پرگھٹ : طاہر

پنگڑی : بچہ

پھیرا پھیر : بے مقصد گھومنا آوارہ گردی

پیلار : ورے، اودھر

پیو : پیا، معشوق

ت

ترنا : جوان

تلار : نیچے

تو : تب

توج : تجھ کو، تجھے

تو لگ : جب تک

تھے، تے : سے

تیتا : اتنا

تیجا : تیسرا

ٹ

ٹھار، ٹھانوں : مقام

ٹوٹ : نقص، خرابی

ٹھیل : دوسرے پر ڈالدینا، ڈھکیل دینا

ج

جبھوا (جبوا) : زبان

جپایا تھا : ورد کرایا تھا، ذہن نشین کرایا تھا

جولک : جب تک

جونا : دیکھنا

حوے : دیکھے

جیے : جو

جیتا : جتنا

جیو : جان

جیوں کر : جیسے کہ

ج

چاؤ : خوشی

چپل : چالاک

چندنا : چاندنی

چنگ : چونگ ، دایقہ لے

چوپ : چپ

چھند : مکرو فریب

چیتن ھارا : دیکھنے والا

د

داریں دار : در بدر

در حال : فوراً

دسا : نظر آنا

دشٹی : نظر

دندی : دشمن

دوجا : دوسرا

دوجی کیرا : دوسرے کا

دوجی کیری : دوسرے

دھانا : دوڑنا

دھمدے دھند : دشمنی

دھیر : طرف

دیٹ : نظر

دیك سك : دیکھ سکنا

ر

رانیا گیا : نکال دیا گیا

روت : تبدیلیاں

س

ساج : سجاوٹ

ساك : گواہ

سرجا : پیدا کیا

سروپ : شکل

سکاے : سب

سلکانا : چھوڑنا ، آھستہ آھستہ
ترك کرنا

سنجوگ : میل

سنگ (سنگوں) : ساتھ

سواتانا : سزاوار نہیں ہوتا
سوسنا : برداشت کرنا
سوك : سکھ
سوں : سے
سہج : فطری
سیتی : سے

ف ۔ ق

فام : فہام ، سمجھ
قبولیا : قبول کیا
کات : کانٹا
کاڑنا : نکالنا
کرسوں : کروں گا
کس دھات : کس طرح
کونت پڑیا : کمی ہوئی
کونچے کونچے : گلی گلی
کھٹ پٹ کرنا : کوشش کرنا
جدو جہد کرنا
کھرك گیان : عقل کی تلوار
کھنڈ : زمین کا حصہ
بن کھنڈ : جنگل کا قط
کھوڑ : برائی ، نقصان
کی : کیوں

گ

گت ہونا : معلوم ہونا
گھاٹ : طریقہ
گھٹ : دل ، جسم

ل

لاگا : لگا
لپٹ : لپٹا ہوا
لٹ پٹ : الجھا ہوا ، الجھ
لوڑنا : چاہنا ، پسند کر
لیوے سك : لے سکتا
لیہ (لھے) : لے
لئی : بہت

م

مارگ : راستہ
مانڈنا : سجانا ، ملانا
ماؤ : خوشی

ماھیں : میں

مسکا جونکہ کارے مت : جیسے متھے سے مسکا نکل آتا ھے

منیں : میں

موڑ : مولکا

موئے بعدز : مرنے کے بعد

ن

ناب : ناف

ناد : طرح ، آواز ، گیت

ناس حائے : برباد ھو

ناسك : ناك

ناند : رھو

نپچنا : نکلنا ، پیدا ھونا

نپید : ناپید

نتا : نه تھا

نجھانا : دیکھنا

نرنجن : پاك ، منزه

نروپ : بے شکل

نرگھٹ : غیر مجسم ، غیر مادی ،

نس : رات

نھاٹنا / نھاسنا : بھاگنا

نھنواد : بچپن

نیٹ : درست

نیٹھیچ : ھرگز نہیں

نیری : نزدیکی

نیرے : نزدیك

و

ور : برتر ، زیادہ طاقتور

ویچ : وھی

ه

ھاك : بیکار

ھار : زھر

ھلکاؤ : زیادہ کام نه لو

ھودے دار : عہدہ دار ، افسر

ی

یکس ماھی : ایك ھی میں
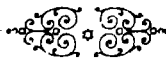
پِرَت نامہ

از

اُستادِ دبستانِ گولکنڈہ

قطب الدین قادری "فیروز" بیدری

مرتبہ

ڈاکٹر مسعود حسین خان
صدر شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

١٩٦٥

مقدمه

قطب الدین (" قطب دین ") قادری المتخلص به " فیر
بیدر کا نامور شاعر اور دبستان گولکنڈہ کا مسلم الث
استاد تھا - وجہی اور ابن نشاطی جیسے اساتذہ سخن
فیروز کو استاد تسلیم کیا ہے اور اپنی شاعری کی اسر
داد چاہی ہے - وجہی اپنی ابتدائی تصنیف " قطب مش
(سنہ ۱٦۰۹ ء) میں دو جگہ فیروز کا ذکر ان الفاظ
کرتا ہے:

که فیروز محمود اَچتے جو آج
تو اس شعر کُوں بہوت ہوتا ر

که نادر تھے دونوں ہی اس کام میں
رکھیا نیں کسے بول اَچھوں نام

آگے چل کر اسی مثنوی میں اس کی شان نزول کا
کرتے ہوے فیروز کی زبانی اپنے شعر کی فضیلت
بیان کرتا ہے:

که فیروز آ خواب میں رات کوں
دعا دے کے چومے مرے ہات

کہیا ہے توں یو شعر ایسا سَرس
کہ پڑنے کوں عالم کرے سب

توں یوں کر کہ خصلت یو تُج آئے نا
کہ توں خوش اچھے ہور کسے بھائے نا

توں ایسی طَرز دل تے پچھا نوِی
کہ دُسرے کریں سب تری پیروی

وجیہی ترا ذہن جیوں برق ہے
تجے ہور بعضیاں میں لئی فرق ہے

قطب مشتری کے تقریبا چھیالیس برس کے بعد ایک دوسری اہم تصنیف ”پھول بن“ (سنہ ۱۶۵۵ ء) میں گولکنڈہ کے دوسرے نامور شاعر ابن نشاطی نے وجہی سے زیادہ فراخ دلی کے ساتھ فیرور کی استادی کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے:

نہیں وہ کیا کروں فیروز استاد
جو دیتے شاعری کا کُچ مری داد

استاد فیرور کی اس ہمہ گیر شہرت اور مقبولیت کے باوجود کچھ عرصے قبل تک اس کا کوئی ادبی نقش دستیاب نہیں تھا۔ سب سے پہلے ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ادارۂ ادبیات اردو کے ”تذکرۂ اردو مخطوطات“ میں اسکی ایک مختصر مدحیہ مثنوی موسوم بہ ”توصیف نامہ میران محی الدین“ کی نشان دہی کی۔ ادارہ ادبیات اردو کا یہ نسخہ ناقص الآخر ہے اور اس میں اشعار کی تعداد ۱۰۲ ہے

جن میں دو شعر نا مکمل ھیں، خود فیروز نے اپنی مثنوی کے آخری شعر میں ابیات کی کل تعداد ۱۲۱ بتائی ھے:

صدو بیست ویك جب کیا بیت میں

اس کے بعد انجمن ترقی اردو (هند) کے سه ماهی رساله "اردو ادب"[1] میں ڈاکٹر نذیر احمد نے انجمن کے ذخیرہ مخطوطات سے تلاش کرکے فیروز کی مکمل مثنوی کا وہ نایاب نسخه شائع کیا جسے "پرت نامه" کے نام سے موسوم کیا گیا ھے۔ انجمن کے نسخے میں کل ۱۲۰ ابیات ھیں۔ ڈاکٹر نذیر احمد کو ادارہ کے ناقص الآخر نسخه کا علم تھا لیکن جیسا که انھوں نے اپنے مضمون کے اختتام پر اعتذار کیا ھے که: "فی الحال وہ میری دسترس سے باھر ھے۔ اس لئے ذیل میں جو متن پیش کیا گیا ھے وہ بلا مقابله ھے لیکن حتی الامکان کوشش اس بات کی کی گئی ھے که جہاں تك ممکن ھو لفظ درست لکھا جائے۔ بہر حال اس متن میں بڑی خامیاں ھیں، لیکن اس کے چھپنے میں فائدہ یہ ھے که کسی کو دوسرے نسخے سے مقابلے کی صورت نکل آئے"۔

ایك طرح سے "پرت نامه" کی موجودہ ترتیب و تہذیب ڈاکٹر نذیر احمد کے اسی ادھورے کام کا تکمله ھے۔

---

(۱) شمارہ جون ۱۹۵۷ ء۔

توں یوں کر کہ خصلت یو تُج آئے نا
کہ توں خوش اچھے ہور کسے بھائے نا

توں ایسی طَرَز دل تے بچھا نوِی
کہ دُسرے کریں سب تری پیروی

وجیہی ترا دھن جیوں برق ہے
تجے ہور بعضیاں میں لئی فرق ہے

قطب مشتری کے تقریبا چھیالیس برس کے بعد ایك دوسری اہم تصنیف ''پھول بن'' (سنہ ۱٦٥٥ ء) میں گولکنڈہ کے دوسرے نامور شاعر ابن نشاطی نے وجہی سے زیادہ فراخ دلی کے ساتھ فیروز کی استادی کو ان الفاظ میں تسلیم کیا ہے :

نہیں، وہ کیا کروں فیروز استاد
جو دیتے شاعری کا کُچ مری داد

استاد فیروز کی اس ہمہ گیر شہرت اور مقبولیت کے باوجود کچھ عرصے قبل تك اس کا کوئی ادبی نقش دستیاب نہیں تھا۔ سب سے پہلے ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے ادارۂ ادبیات اردو کے ''تذکرۂ اردو مخطوطات'' میں اسکی ایك مختصر مدحیہ مثنوی موسوم بہ ''توصیف نامہ میران محی الدین'' کی نشان دہی کی۔ ادارہ ادبیات اردو کا یہ نسخہ ناقص الآخر ہے اور اس میں اشعار کی تعداد ۱۰۲ ہے

جن میں دو شعر نا مکمل ھیں، خود فیروز نے اپنی مثنوی کے آخری شعر میں ابیات کی کل تعداد ۱۲۱ بتائی ھے:

صدو بیست ویك جب کیا بیت میں

اس کے بعد انجمن ترقی اردو (ھند) کے سہ ماھی رسالہ ''اردو ادب''[۱] میں ڈاکٹر نذیر احمد نے انجمن کے ذخیرہ مخطوطات سے تلاش کر کے فیروز کی مکمل مثنوی کا وہ نایاب نسخہ شائع کیا جسے ''پرت نامہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا ھے۔ انجمن کے نسخے میں کل ۱۲۰ ابیات ھیں۔ ڈاکٹر نذیر احمد کو ادارہ کے ناقص الآخر نسخہ کا علم تھا لیکن جیسا کہ انھوں نے اپنے مضمون کے اختتام پر اعتذار کیا ھے کہ: ''فی الحال وہ میری دسترس سے باھر ھے۔ اس لئے ذیل میں جو متن پیش کیا گیا ھے وہ بلا مقابلہ ھے لیکن حتی الامکان کوشش اس بات کی کی گئی ھے کہ جہاں تك ممکن ھو لفظ درست لکھا جائے۔ بہر حال اس متن میں بڑی خامیاں ھیں، لیکن اس کے چھپنے میں فائدہ یہ ھے کہ کسی کو دوسرے نسخے سے مقابلے کی صورت نکل آئے''۔

ایك طرح سے ''پرت نامہ'' کی موجودہ ترتیب و تہذیب ڈاکٹر نذیر احمد کے اسی ادھورے کام کا تکملہ ھے۔

---

(۱) شمارہ جون ۱۹۵۷ء۔

ڈاکٹر نذیر احمد نے اکثر جگہ متن کو حل کیے بغیر
حوں کا توں نقل کر دیا ہے ۔ ادارہ کا نسخہ نہ صرف
ناقص الآخر ہے بلکہ کسی کم سواد کاتب کا لکھا ہوا
ہونے کے سبب سے اسکے اکثر اشعار خارج از وزن ہیں۔
متن میں بے شمار کھانچے ہیں اور جابجا الفاظ غلط لکھے
گئے ہیں ۔ انجمن اور ادارہ دونوں کے نسخوں کا مقابلہ
کرنے سے متن کی ان خامیوں کا ازالہ ہو گیا ہے اور
اکثر اشکال دور ہو گئے ہیں ۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ
وہ ایک شعر (نمبر ٤٤) جو انجمن کے نسخہ میں غائب تھا
ادارہ کے نسخے میں مل گیا ہے اس طرح پرت نامہ کا ۱۲۱
ابیات پر مشتمل مکمل متن تیار ہو گیا ہے ۔ دونوں نسخوں
کا مقابلہ کرتے وقت انجمن کے نسخے کو بنیادی نسخہ تسلیم
کیا گیا ہے اور ادارہ کے نسخہ کے اختلافات فٹ نوٹ
میں درج کر دے گئے ہیں ۔ جہاں یہ اختلافات صریحی
طور پر غلط ہیں ان پر ایک سوالیہ نشان قائم کر دیا گیا
ہے ۔ چوں کہ مرتب ترتیب و تہذیب کے اس طریق کار
کو بہتر سمجھتا ہے ، جسمیں صحیح متن کی تشکیل کی جائے،
اس لیے جہاں واضح طور پر ادارہ کے نسخے کا متن
صحیح معلوم ہوا ہے اس کو اصل متن میں شامل کر دیا
گیا ہے اور انجمن کے نسخے کے اختلافات حوالہ کے ساتھ

فٹ نوٹ میں درج کردیے گئے ہیں۔

قطب الدین فیروز بیدر کا باشندہ تھا اور سلسلۂ قادریہ سے نسبت رکھتا تھا ۔ ادارہ کا نسخہ چونکہ ناقص الآخر ہے اس لیے ڈاکٹر زور نے فیروز کے وطن کے بارے میں قیاس آرائی سے کام لے کر اس کو گولکنڈہ بتایا ہے ۔ اب انجمن کے نسخے کے اس شعر کی روشنی میں فیروز کے نام، سلسلہ اور توطن کے بارے میں تیقن ہو گیا ہے:

مُجے ناؤں ہے قطب دین قادری
تخلص سو فیروز ہے بیدری

وجہی اور ابن نشاطی کی شہادت کے علاوہ کوئی دوسری شہادت ایسی نہیں ملتی کہ فیروز کو گولکنڈہ سے وابستہ کیا جاسکے ۔ ان شہادتوں کی روشنی میں یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ فیروز سلطنت بہمنیہ کا چراغ ٹمٹاتے دیکھ کر سولھویں صدی کے وسط میں بیدر کی سکونت ترک کر کے گولکنڈہ کے نئے علمی وادبی مرکز میں آگیا ہو گا اور ابراهیم قطب شاہ کی سخن نوازی سے مستفید ہو کر بہت جلد دبستان گولکنڈہ کا استاد تسلیم کیا جانے لگا ہو گا ۔ اس کا اصل وطن بیدر تھا لیکن آخری زمانے میں اس کا گولکنڈہ میں مقیم ہو جانا اور وہاں کے شعرا میں اہم مقام حاصل کر لینا یقینی امر ہے ۔

فیروز کے پیر ''مخدوم جی'' جن کا اصل نام شیخ محمد ابراھیم تھا شیخ محمد ملتانی بیدر کے مشہور بزرگ کے صاحبزادے تھے۔ سلاطین گولکنڈہ کو اس خاندان سے بڑی عقیدت تھی۔ ان کا انتقال بیدر ھی میں سنہ ۹۷۳ ھ (سنہ ۱۵٦٤ ء) میں ھوا۔ چوں کہ ''پرت نامہ'' میں ایسے داخلی شواھد موجود ھیں جن سے شیخ کا مثنوی لکھتے وقت حیات ھونا ثابت ھے اس لئیے یہ یقین سے کہا جاسکتا ھے کہ اس مثنوی کا سنہ تصنیف سنہ ۱۵٦٤ ء سے قبل ھوگا۔

محی الدین تیرا تو میرا میاں
تو میرے محی الدین کے درمیاں

کہیا توں کہ فیروز میرا مرید
بڑے بخت میرے جو تیرا مرید

''پرت نامہ'' کے بارے میں ھم ڈاکٹر نذیر احمد کے اس خیال سے متفق ھیں کہ یہ کوئی ایسا بڑا ادبی نقش نہیں جو استاد فیروز کی شہرت کے شایان شان ھو۔ یہ در اصل ایك مرید کا نذرانۂ عقیدت ھے جس میں اصل مدح حضرت عبد القادر جیلانی کی ھے ضمناً اپنے پیر شیخ ابراھیم مخدوم جی (جنھیں وہ ''محی الدین دوجے'' کہتا ھے) کی توصیف بھی شامل کر دی ھے۔ کہیں کہیں عقیدت مندانہ اشعار میں

شاعرانہ لپک اور گداز آ گیا ھے۔ عقیدت اور "پرت" کی یہ لپک ان اشعار میں زیادہ ملتی ھے جن میں اپنے پیر "مخدوم جی" سے خطاب کیا گیا ھے۔

لسانیاتی نقطۂ نظر سے دکن میں اردوئے قدیم کے ارتقاء کے حسب ذیل مدارج متعین کیے جا سکتے ھیں۔

(۱) دور اول (سنہ ۱۳۰۰ ء تا سنہ ۱۳۵۰): فتوحات علاء الدین خلجی و محمد تغلق اور خسرو کی "زبان دھلوی" کی "ھندی" اور "ھندوی" کے نام سے دکن میں آمد اور انتشار: مرھٹی کے اثرات اردوے قدیم پر:

(۲) دور گلبرگہ (سنہ ۱۳۵۰ ء تا سنہ ۱۴۳۰ ء): پایہ تخت کا دولت آباد (علاقہ مرھٹی) سے گلبرگہ (علاقہ کنڑ) میں منتقل ھونا۔ نیا لسانیاتی ماحول۔ سنہ ۱۳۹۸ ء میں فیروز شاہ بہمنی کے زرین عہد میں خواجہ بندہ نواز ۸۰ برس کی عمر میں گلبرگہ تشریف لاتے ھیں۔ خواجہ بندہ نواز کی "معراج العاشقین" کے بارے میں ھم اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یقیناً سنہ ۱۵۰۰ ء سے قبل کی تصنیف ھے[1]۔ خواجہ بندہ نواز کی زبان کو گلبرگہ کی زبان ماننے میں

---

(۱) ڈاکٹر محمد قاسم کا مملوکہ نسخہ، جسے مولوی عبدالحق نے اپنے مرتب کردہ نسخہ کی بنیاد مانا ھے ایک ایسے نسخے کی نقل تھا جو سنہ ۱۵۰۰ ء میں کتابت کیا گیا تھا۔

یوں تامل ہو سکتا ہے کہ ۸۰ و ۹۰ برس کی عمر میں ہجرت کر کے دہلی سے گلبرگہ پہونچتے ہیں ۔ در اصل پندرھویں صدی کی "زبان دہلوی" اور دکنی میں مابہ الامتیاز فرق پیدا نہیں ہوا تھا ۔ اس لئے خواجہ بندہ نواز کی زبان بیك وقت دہلوی اردو بھی کہی جا سکتی ہے اور دکنی اردو بھی ۔ معراج العاشقین میں "چ" تاکیدی ، جسے میں دکنی اردو کی کلید سمجھتا ہوں حیرت انگیز طریقے پر غائب ہے ۔ البتہ مرہٹی کا لفظ "نکو" جو دکنی کی دوسری کلید ہے صرف ایك جگہ استعمال ہوا ہے ۔

(۳) دور بیدر : (سنہ ۱۴۳۰ تا سنہ ۱۵۲۷ ء) : احمد شاہ ولی بہمنی نے سنہ ۱۴۳۰ ء میں گلبرگہ کی سکونت ترك کر کے سر زمین "شسجرف" یعنی بیدر کو سلطنت بہمنیہ کا پائے تخت قرار دیا ۔ یہیں احمد شاہ کے نو جانشینوں نے سنہ ۱۵۲۷ ء تك قیام کیا ، گو اس خاندان کے آخری پانچ سلاطین نام کے بادشاہ تھے اور بریدوں کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی تھے ۔ بیدر ، گلبرگہ کی طرح کنٹر زبان کے علاقے میں واقع ہے لیکن ایك سرحدی شہر ہونے کی وجہ سے مرہٹی کے لسانی اثرات کو قبول کرتا رہا ہے ۔

دبستان بیدر کے ادبی و لسانی کارنامے ابھی تك مکمل طور پر تحقیق کی روشنی میں نہیں آئے ہیں ۔ دبستان بیدر

کا پہلا شاعر " نظامی بیدری " ھے جس نے سلطان احمد شاہ ثالث المعروف بہ نظام شاہ بہمنی کے عہد (۱٤٦۰ تا ۱٤٦۲ ء) میں اپنی مثنوی «کدم راؤ اور پدم» تصنیف کی - نظامی کی اس مثنوی کا مکمل مـتن (جو ۸٦۵ اشعار پر مشتمل ھے[1]) پیش نظر نـہ ہونے کی صورت میں لسانیاتی تجزیہ بہت مشکل ھے - لیکن اس مثنوی کی جو بھی ابیات نمونوں کی شکل میں ہم تك پہونچی ھیں ان سے صاف ظاہر ھے کہ ۱٤٦۰ء تك دکن میں اردو کے ڈیڑھ سو سالہ قیام کے باوجود معیـاری زبان کا ڈول ابھی تك متعین نہیں ہوسکا تھـا - سرزمین دکن میں نواح دہلی کی ایك سے زائد بولیاں آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں - فرھنگ کے اعتبـار سے ھند آریائی زبـان کے تیسرے دور کے اثرات اب تك قائم تھے - اس کی تصدیق اشرف بیابانی کی " نوسرھار " سے بھی ہوتی ھے جسکا سنہ تصنیف ۱۵۰۳ء ھے - زبان کا نام اب تك ھندی تھا اور نواح دہلی کی تین بولیوں (کھڑی ، ھریانی اور پنجابی) کی لسانی شکلیں بیك وقت استعمال کی جاتی تھیں - مثلا «وں» کی جمع «اں» کے ساتھ رائج تھی -

دبستان بیدر کا ایك اور مصنف قریشی بیدری ھے جس نے محمود شاہ بہمنی کے عہد (۱٤۸۲ء تا ۱۵۲۰ء) میں دکھنی اردو

---

(۱) ڈاکٹر زور : دکنی ادب کی تاریخ ص ۱٤ - کراچی .

کا پہلا منظوم ترجمہ "بھوگ بل"[۱] کے نام سے پیش کیا جو "کوک شاستر" پر مبنی ہے۔ قریشی، فیروز کا ہم عصر ہو گا گو اس سے عمر میں یقیناً بڑا ہو گا۔ دبستان بیدر کی زبان کے جس قدر تفصیلی نمونے اس کتاب میں ملتے ہیں اور کہیں دستیاب نہیں۔ مورخین دکنی ادب نے اس تصنیف کو غالباً اس وجہ سے اب تک نظر انداز کیا ہے کہ اس کی کوئی ادبی حیثیت نہیں۔ تاہم لسانی تحقیق، اور بیدر کے دبستان میں دکنی اردو کا جو ارتقا ہوا ہے؛ اسکی تفصیلات کے لئے اس تصنیف کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ قریشی غالباً پہلا مصنف ہے جس نے اردوئے قدیم کو اس کے مقامی نام "دکھنی" کے نام سے یاد کیا ہے:

سو اس شاہ کے دور میں بیدر مقام
یو شاعر کیا نظم دکھنی تمام

فیروز اور قریشی کی زبان میں حیرت انگیز مماثلت ملتی ہے۔ ان کی تصانیف کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ دکھنی اردو اپنے ارتقاء کے تمام مدارج بیدر میں طے کر چکی ہے، تا آنکہ فیروز ایک پختہ زبان اور

---

(۲) "بھوگ بل" کا ایک نسخہ سالار جنگ میوزیم لائبریری (حیدرآباد) اور دوسرا امپیریل لائبریری (کلکتہ) میں محفوظ ہے۔

اسلوب کے ساتھ گولکنڈہ پھونچتا ھے۔ میرا خیال ھے کہ
فیروز کی دبستانِ گولکنڈہ میں وھی اھمیت تھی جو استاد
ذوق کی دبستانِ دھلی یا شیخ ناسخ کی دبستانِ لکھنو
میں تھی، یعنی بنیادی طور پر وہ استاد تھا اور استاد کی
حیثیت سے زبان داں تھا۔ گولکنڈہ کی سلطنت چوں کہ
اس وقت نوزائیدہ تھی اسلیئے سنہ ۱۵۱۸ء کے بعد بیدر
سے علماء فصحا اور شعرا جوق درجوق اس نئے ادبی مرکز
کا رخ کر رھے تھے۔ گولکنڈہ کی نئی ریاست میں
ان کی حیثیت وھی تھی جو دھلی کے مہاجر شعرا کی
بعد کو لکھنؤ میں ھوئی۔ اسلیئے دبستان بیدر کی زبان کا
بہ نظر غائر مطالعہ ضروری ھے قبل اس کے ھم دبستان
گولکنڈہ کے محاورے کو سمجھ سکیں۔ بیدر کی دکھنی اردو
کی وہ خصوصیات جو قریشی اور فیروز کے یہاں مشترك طور
پر پائی جاتی ھیں ذیل میں درج کی جاتی ھیں:

(۱) وہ افعال جو دبستان گولکنڈہ میں بعد کو مسلسل استعمال
کییے گئے ھیں فیروز اور قریشی کے یہاں پائے جاتے ھیں
مثلاً دِسنا ۔ بِسیونا ۔ بِسلانا ۔ اَچھنا ۔ اچانا ۔ نِپجنا (پیدا ھونا)
اھے ۔ اتھے ۔ دِیتا ۔ رِکیتا ۔ کَیسنا ۔ پَیسنا (داخل ھونا) ۔ ھِنڈنا
(گھومنا) ۔ آکہنا (کہنا) ۔ گاجنا (بجنا) ۔

(۲) افعال مستقبل میں «سی» کے مرکبات کا استعمال۔

(۳) افعال کا صیغۂ ماضی «ا» کی بجائے «یا» سے مرکب ھے:
پائیا ۔ بسلائیا ۔

(٤) صوتی اعتبار سے مصمتوں کی تخفیف (بِھتر ۔ اواز) ۔
مصمتوں میں "ہ" کی تخفیف (کنا ۔ پیلا (پہلا) ۔
مصمتوں میں ھائے زائدہ (کھاندا ۔ اٹھا ۔ سَہُسنکرت (سسکرت) ۔
مسموع اور غیر مسموع کی تقلیب صوت (تٹا ۔ مَدَت (مدد) . اسماء حروف اور افعال کو انفیانے کا عمل کثرت سے ملتا ھے (دنیاں ۔ کوں ۔ توں ۔ تلں ۔ پچھیں) ۔

(٥) مرھٹی کا حرف "نکو" اور "چ" تاکیدی دونوں نے استعمال کی ھے۔

(٦) مخصوص حروف کا استعمال: ستی ۔ ے ۔ تھے ۔ منے ۔ سوں ۔ انگھے۔

(۷) حروف کی جمع «کیاں» کا استعمال ۔

(۸) اسماء ضمائر میں (یہ ۔ ایہ ۔ یو ۔ اے) ۔ (او ۔ وہ، اوہ، وے) ۔ توں ۔ تُہیں ۔ تُج ۔ کُوَن ۔ مُمیج ۔ مُج ۔ اُنے ۔ اُنن ۔

دبستان بیدر کے مذکورہ بالا لسانیاتی مواد کے پیش نظر

کہا جا سکتا ھے کہ معیاری دکھنی دستان بیدر میں جنم لے چکی تھی قبل اس کے کہ دبستان گولکنڈہ وجود میں آئے۔ دبستان بیجاپور کا ”گجری برج“ اسلوب جس کے نمونے ھیں شاہ میران جی، ابراھیم عادل شاہ اور شاہ برھان الدین جانم کی تصانیف میں مل جاتے ھیں؛ دبستان بیدر کی زبان سے ایک بالکل علاحدہ لسانی رجحان کو پیش کرتا ھے۔ بیجاپور کے دبستان پر مرھٹی کا اثر ھونے کی وجہ سے پراکرتی فرھنگ کا کثرت سے استعمال نصرتی اور بعد کے شعرا تک کے یہاں قایم رھا، جب کہ دبستان گولکنڈہ میں ابتدا سے بیدری زبان کے تتبع میں پراکرتی الفاظ کا تناسب، فارسی عربی الفاظ کے ساتھ قایم ھو جاتا ھے اور اس میں زوال سلطنت گولکنڈہ تک کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس لسانی میلان کے تعین اور بیدر سے گولکنڈہ منتقل کرنے میں اُستاد فیروز کا زبردست ھاتھ ھے اور اس لئے کوئی تعجب کی بات نہیں اگر اس کی استادی کا شہرہ گولکنڈہ میں اسکے انتقال کے ایک صدی بعد تک قایم رھا۔

آخر میں اس بات کا اظہار ضروری ھے کہ ”پرت نامہ“ کی ترتیب و تہذیب کرتے وقت مجھے اپنے

رفیق شعبہ ڈاکٹر غلام عمر خان صاحب سے بعض مشکل مقامات حل کرنے میں مدد ملی ھے جس کے لیے میں ان کا بے حد ممنون ھوں۔ میں اپنے شاگرد سید بدیع حسینی صاحب کا بھی شکر گذار ھوں جنھوں نے ادارۂ ادبیات اردو کے نسخہ کی اصل کے مطابق نقل میرے لیے فراھم کی۔

۱۳ ستمبر ۱۹٦۵ — مسعود حسین خان
حیدرآباد — شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی

پرت نامہ

۱ تُہیں قطبِ اقطاب، جگ پیر ہے
تُہیں غوثِ اعظم، جہاں گیر ہے
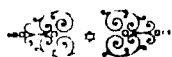
۲ تُہیں چاند، باقی ولی تارے ہے
توں سلطان، سردار ہیں سارے ہے

۳ ولایت سوں جب توں اُچایا عَلَم
عَلَم تُج ۱ تَلیں ہیں ولی سب حَشم

۴ محی الدین ۲ توں، دین تج تے ۳ جیا
توں اسلام کوں زور یسرتے دیا

۵ تُہیں نور دیدہ نبی کا یقیں
تُہیں عین دستا، علی کا یقیں

۶ کہ باغِ علی کوں، توں گلشن کیا
چراغِ حسَن کُوں، تُوں روشن کیا

---

(۱) تجہ تل (وزن کے لیے "تجّہ تل" پڑھا جائے گا) (۲) وزن کے لیے تلفظ "محی الدّین" یا "محی دین" پڑھنا ہو گا۔ یہی دکنی اردو کے تلفظات تھے (۳) "تے" نسخۂ ادارہ میں ہر جگہ "تھے" ہے۔

۷ دسیں تُج منے سب سیادت کی سیں
که دادا حسن تُج، نانا حُسین

۸ علی بعد بر حق امام ولی
نبی کا نواسا، حَسَن بن علی

۹ مناجات کیتا ۱ حسن شه سوار
که اے جگ رکھن ھار، پروردگار!

۱۰ حُسینیاں ۲ منے توں کیا نو امام
ھم اولاد میں فضل اکثر ۳ تمام

۱۱ ندا آئیا حضرتِ غیب نے
که اے شاہ! توں پاك ھے عیب نے

۱۲ تُج اولاد میں ایك ایسا رَتَن
نبی کا سو دو جگ کرے گا جَتَن

۱۳ بزرگی حُسینی اماماں منے
جو کچھ ٤ ھے سو سب جمع ھے اُس کَنے

۱٤ جگ ٥ اس نانو شاہ عبد القادر ٦ کہیں
اُسے سیوتے دوئی جگ جم رھیں

---

(۱) کیتی (۲) حسینیاں میں توں . . . (۳) کبہر؟ (٤) سو کچ جمع ھے سب آھے اس کنے (٥) ع جگ اس ناؤں عبد القادر کہے (٦) "عبد قادر" پڑھیے - نوٹ: ادارہ کے نسخے میں =

۱۵ سنے شاہ حسن غیب کی بات جب
کئے شکر حق کا بہت دھات تب[۱]

۱۶ کہ اپنا محی الدین فرزند ھے
حُسینی اِماماں میں نو چند ھے

۱۷ سو توں چند جوں ، سُور تج نور تل
نہ روشن دِسے چند جوں سور تَل

۱۸ حسن کے سو' دریا کا موتی تُہیں
حسینیاں منے جگ[۲] جوتی تُہیں

۱۹ نہ نِپتا جو توں ، کِس نِپاتا کریم
حسن[۳] کوں سو بھی کیوں مناتا کریم

۲۰ توں فرزند ھے کر[٤] حسن کی جوتی
سو دریا کوں تیرے رَتَن کی حوشی

۲۱ امولک رتن توں[٥] کہ جگ مانیا
خدا کے حزینے[٦] تے تج آنیا

یہاں سے ترتیب اشعار بدل جاتی ھے ۔ مثلاً یہ شعر اس نسخہ میں ۔ ۵ واں ھے ۔ ترتیب کے اعتبار سے ادارہ کا نسخہ بہت غلط ھے ۔ (۱) ن ۔ انجمن ، جب (۲) ندارد (۳) جگ جوتی (٤) حسن کوں بزاں کیوں بناتا رحیم (۵) ن ۔ انجمن ، کر (٦) دوبئی ۔ (۷) خزانے ۔

۲۲ سو "فیروز" سمجھنے میں پایا رتن
رکھیا[1] سو رتن ڈھانپ جیوں سوجتن

۲۳ سُنیے[2] سار دل گال کندن کیا
کَڑت صاف کندن جلا من[3] دیا

۲٤ کہ جب تج رتن حوت ہم دل پڑے
پَدك دل منے لال میانے جڑے

۲٥ ہمن دل پدك میں سو توں لال ہے
پدك لال جویتی سو اُحال ہے

۲٦ رتن خاص "فیروز" جب پائیا
پدك دل منے لال بسلائیا

۲۷ کہو[4] کون ایسا دنیا دار ہے
کہ جس کا[5] پدك لال تج سار ہے

۲۸ ہِڈن[6] نکلیا خضر یك دن جَنگل
جو سوتا اتھا مرد یك جھاڑ تل

۲۹ کہیا خضر من میں کہ اس مرد کوں
جگاؤں، جو سیوڑھو اس فرد[7] کوں

(۱) رکھیا سو رتن ڈھانك جو سوں جتن (۲) سُنیا (۳) مت ۔
(٤) ن ۔ انجمن ۔ کہوں (٥) کے (٦) ن ۔ انجمن، ہند (۷) ن ۔
ادارہ ۔ سیئوں ہو اِسفرد کوں؟ ن ۔ انجمن، سیو ہو اس فرد کوں ۔

۳۰ اٹھیا ناد از ھاتفِ غیب تب
که اے خضر! ھو دور! ۱را کھیں ادب

۳۱ اچنبا ھوا خضر سن کر ندا
که ایسا کَوَن مرد ھے، اے خدا!

۳۲ جو۲ اس کا پتا میں ادب راکھنا
چھپایا سو کی، منج تھے۳ آ کھنا

۳۳ کَوَن ھے ولی جو نہ مَیں جانتا
کَوَن مرد ھے جو نہ مُنج مانتا

۳٤ ندا یوں ھوا بھی که اے سبز پوش!
اُن کوں نہ توں جانتا٤، اَچ خموش!

۳۵ ھمارے۵ جو عاشق نه پہچان سی
جو معشوق میرے نہ توں جان سی

۳٦ کیا خضر بھی پر٦ مناجات یہ
که توں جانے منج جَنا بات یہ

---

(۱) راکھینے (۲) ع جو اس کا ادب مَیں پَتا راکھا (۳) یدھر۔
(٤) جان سے جا خموش (۵) ن ۔ انجمن میں یه شعر یوں ھے لیکن
خارج از وزن ھے:
ھمارے جو عاشق نتوں پہچان سی
جو معشوق میرے کوں نتوں جان سی
(٦) کدھر۔

۳۷ جو معشوق تیرا اُنن پر[1] پڑا
کَوَن[2] ہے، کہیں، خضر بوجھن کھڑا

۳۸ مساحات پر خضر سُنیا اواز
کہ اے خضر[1] تیری[3] قبولی نیاز

۳۹ بڑا عبدالقادر، محی الدین ولی
ہنڈیں جمله[4] معشوق اس کی گلی

۴۰ کہ عشقوں سایا سو ااراز راس[5]
سچا عبدالقادر، خریدار خاص[6]

۴۱ جو اس کا سدا[7] گرم بازار ہے
کہ جس عبدالقادر خریدار ہے

۴۲ سو[8] سلطان معشوق سبحان کا
کہ سبحان عاشق سو سلطان کا

۴۳ خدایا جو معشوق تیرا اہے
محی الدین سو پیر میرا اہے

---

(۱) میں (۲) ن ـ انجمن : کون بھی کہتے حضر بوجھن کھڑا ـ
(۳) تیرا قبولیا (٤) ن ـ انجمن، جمل (٥) اس (٦) اس (۷) اسی کا
سدا (۸) ن ـ انجمن، میں مصرعے الٹ گئے ہیں (۹) یہ شعر
نسخہ انجمن میں نہیں ہے جسکے کل ابیات ۱۲۱ کی بجائے ۱۲۰ ہیں ـ

۴۴ بجسے راونے جگ راتا خنم
محی الدین سوں توں کاتا[1] جنم

۴۵ محی الدین معشوق، عاشق خدا
نہیں عشق، معشوق، عاشق حدا

۴۶ بدے عشق میراں سو دل میں دھرے
سو نندا جو میراں کوں عاشق کرے[3]

۴۷ محی الدین میرا رکھدار منج
دنیا[4] سوں نکو کر گرفتار منج

۴۸ مجھے دین بھاتا نہ بھاتی دنیاں
اںکھے دین آتا وحای دنیاں

۴۹ توں سلطاں، سلاطیں رعیت تُجے
توں حاکم کہ جگ پر حکومت تُجے

۵۰ ولی چاؤ کر پاسو آپ سرائے
قدم راکھنے بجّ کھاندے[5] دئے

۵۱ مگر شیخ صنعا ھوا پارکھا
ھوا[6] دیں کھو، کافراں سار کا

۵۲ بھولیا، دیکھ ترسا کی یک پوتنی
لگی[7] اَنگ، پوحن لگیا بھوتنی

---

(۱) ن ـ انجمن، منا تا (۲) دھریں (۳) کریں (۴) دنیاں۔
(۵) کھاندا (۶) ع رھیا دین کھویا، کافر سار کا؟ (۷) کلی لنگ =

۵۳ مُرا ا پیثو، قرآن لے جالیا
چڑا خون کہ دوزخ اپس کھالیا

۵۴ فرشتے تج ازماونے آئے جب
پراں جل پڑے تھے، سزا پائے تب

۵۵ تُہیں عبد القادر؛ سو قادر دِسے
کہ قادر کی قدرت میں نادر دسے

۵۶ نظر توں کرے تُو، موا جیو اٹھے
وضو بن حو تج ناؤں لے سر تُٹے

۵۷ رب اپنے سوں عاشق ولی سب سدا
توں معشوق، عاشق تو سوں رب سدا

۵۸ بزرگی تُجے سب ولیاں میں سُمے
ولی حس موھے، وھی تج مُمے؟

۵۹ ولی سب صفاتی، تجلی تُجے ۲
تو افضل کہ داتی تجلّی تُجے

۶۰ مَدَت ۳ ھوسکے توں نہ کوئی حس مَدَت
نہ توں حس مَدَت، کوئی ناتس مَدَت

= بوجن اکیا بھوتنی -

(۱) شراب (۲) ن - انجمن، توحھے (۳) ن - ادارہ میں ہر جگہ «مدد» آیا ھے - لیکن صحیح تلفظ دکنی اردو کا «مَدَت» ھی ھے۔

٦١ توں "فیروزِ" خستان ۱ کوں مان دے
منگوں دان تج کَن ، منج ایمان دے

٦٢ توں جس رات سَینے ۲ میں منج مانیا
مسلمان کر مَیں اپس جانیا

٦٣ ولے بھی منگوں دان ایمان کا
توں ایمان راکھے مسلمان کا

٦٤ سُتا تھا جو یک ۳ رات وقتِ سحر
جو سَینے ٤ میں دیکھیا کہ یک خوب گھر

٦٥ کہیا مَیں کہ یہ کون خانہ اچھے
محی الدین کا آستانہ کہے

٦٦ مجھے آرزو تھی بِہتر ۵ جاونے
اُن کا سو دیدار ، چُک پاونے

٦٧ کھڑا تھا سو پردا اُڑیا دار کا
بِہتر پیس ، محرم ہوا بار کا

٦٨ محی الدین میں دیکھ ٦ سر بُھیں دھرا
کیتی ٹھار بھی سیس یوں ہیں رکھیا

٦٩ رُو پیش راکھ ، ہت جوڑ ، پاؤں پڑیا
جو مَیں ڈھونڈتا تھا سو منج انپڑیا

---

(۱) خستہ (۲) سَہنے میں مہی پائیا؟ " سہنا اور سینا " دونوں صحیح ہیں (۳) یکس (٤) سہنے (۵) ن ۔ انجمن ، بِتر (٦) دیک ۔

۷۰ مجے بینے کی اشارت دیے[1]
مرید ہونے کی بشارت دیے[2]

۷۱ دیے دست پنجہ محی الدین مجے
کئے پیار سوں ذکر تلقیں مجے

۷۲ پھوڑنے ہمن ہات دیتے اُکال
سو ہمت حو پایا سو[3] مجذوب حال

۷۳ محی الدین[4] ہم سوے میں آئیا
سو مَیں جاگ مخدوم حی پائیا

۷۴ محی الدین مخدوم حی جاگیا
ہمیں جیو اس پیو سوں لاگیا

۷۵ محی الدین ثانی سو مخدوم جیو
ارے[5] جیو اس ہت پرم مد پیو

۷۶ براھیم مخدوم حی جیونا
کہ مے صرف وحدت سدا پیونا[6]

۷۷ اُتم بیل[7] مخدوم حی جائیا
محی الدین دوجے، جنم آئیا[8]

---

(۱)، (۲) کیئے (۳) هوں (٤) ع محی الدین ہمارے سونے میں آئیا (خارج از وزن) (٥) اری جیئو اسوهت پرم مد پیئو؟ - (٦) ن - انجمن، ع: مے صرف وحدت سدا پیونا (۷) اتھے بیر - (۸) یو جنم آلیا -

۷۸ بڑا پیر مخدوم جی جگ منے
منگیں نعمتاں معتقد[1] اس کنے

۷۹ کریں منج اپر پیار اے پیر جگ!
کہ تج پیارتے ہوئے مندھیر جگ

۸۰ پیا! جیوتے توں ہمن پاس ہے
تو ہم جیو کے پھول کی[2] باس ہے

۸۱ وہی پھول، جس پھول کی باس توں
وہی جیو، جس جیو کے پاس توں

۸۲ سو توں روکھ ہے دین کا بار دار
حو تج چھانو تل جگ پکڑیا قرار

۸۳ تو تج چھانو تل ہے سدا سکھ اسے
نہ دنیا ودین کا کدھی دکھ اسے

۸۴ اچھو منج اپر چھانو تیرا جرم
کہ آدار میرا سو تیرا کرم

۸۵ کریماں کی مجلس، کرامت تجے
امیناں کی صف میں، امامت تجے

۸۶ تجے فقر، دمڑی نہ توں کچ دھرے
غنی[3] توں، دنو جگ تصرف کرے

---

(۱) ندارد لفظ ”معتقد“ (۲) کا (۳) ع: غنی توں، جو دھوں جگ ترو کرے؟

۸۷ توں سلطان جگ کا و جگ میں فقیر
که سب بادشاهان کوں توں دستگیر ۱

۸۸ سدا مست توں ، سادہ نوشی نہ تج
ولی توں ، کرامت فروشی نہ تُج

۸۹ ۲ سجیا توں طالب گار کرتار کا
که هے مست مدهوش دیدار کا

۹۰ توں نرمل دو پنکھ ، نرملا گوت تُج
ھیا آرسی جیوں ۳ جگا جوت تج

۹۱ دسے تُج هیئے ٤ کیوں نہ دو جگ بسنت
که اس میں بسنہار هے ایك کَنت

۹۲ محبت کے دریا میں غوّاص توں
که سب موتیاں میں رتن خاص توں

۹۳ پرم مد بھریا سمند ۵ تج دل مُنے
پلا ، مست مُج کوں ٦ سکے تِل منے

---

(۱) ن ـ انجمن ، که سب بادشاهان تونہیں دستگیر (۲) مصرعے الٹ گئے هیں اور " که هے " کی بجائے " سدا مست . . . . " ـ
(۳) تھے (٤) ن ـ انجمن :

دسے تج منے کیئوں دو جگ بسنت
که جگ میں بسنہار هے ایك کنت

(۵) سمندر (٦) کر ـ

۹٤ پیا چک ۱ پیالا پلائے مجے
پیا توں جسوں مل، ملائے مجے

۹٥ مانے توں تو کرتار سوں مل رہوں
ملا منج رکھے حو جنم هل رہوں

۹٦ سمندر [۲] پرم مد بھریا توں دھرے
کرے پیار توں، هم صراحی بھرے

۹۷ بھریا سمندر توں دم بدم نوش کر
مجے یك پیالا سوں مدھوش کر

۹۸ هر یك شیخ دنیاں میں جوں ڈولنا
تو نہیں دین کا رُکھ، نہ تج حولنا

۹۹ توں ثابت قدم قطب کرتار کا
ستارا حگا جوت سینار کا [۳]

۱۰۰ بہت شیخ بیکار مشغول توں
جو بیکار کانٹیاں، بھیا، پھول توں

۱۰۱ کرن هار توں کشف اسرار [٤] کا
که بخشے گنہ منج گنہ گار کا

---

(۱) ن ـ انجمن، منج (۲) ن ـ انجمن ـ ع: سمندر توں پرم مد بھریا دھرے (خارج از وزن) (۳) ستارا دو جگ کا، ممنسار کا (٤) کرتار (٥) ن ـ انجمن ـ بخشن هار گنہ منج گنہگار کا ـ

۱۰۲ مجے دان دے دین، دل شاد کر
دنیاں کے گناھاں تے آزاد کر

۱۰۳ نگہبان میرا توں منج رکھ نگاہ
مجے دیو، ادشمن تے تیرا پناہ

۱۰۴ جسے پیر مخدوم جی پاك ھے
اُسے دین و دنیا میں کیا باك[۲] ھے

۱۰۵ جسے پیر مخدوم جی سائیاں
دھرے[۳] تخت جنت میں اُس تائیاں

۱۰۶ جسے پیر مخدوم جی کَنْت ھے
نبی پاس لگ پنت اُس پنت ھے

۱۰۷ جسے پیر ایسا جو سرتاج ھے
نہ کِس پاس کدھیں او سو محتاج ھے

۱۰۸ جسے پیر مخدوم جی عشق باز
وھی دوھی جگ میں ھوا کارساز

۱۰۹ جسے پیر ایسا کو سرا جئے
چین باس اس جیب ار برا جئے (؟)

۱۱۰ جسے پیر مخدوم جی راجنا
طبل، ڈھول اس دار جَم گاجنا

---

(۱) دوئ (۲) ھاك (۳) یہاں سے اشعار ادارہ کے نسخے میں غائب ھیں۔

۱۱۱ سو مخدوم جی پیر ”فیروز“ کا
نگہبان فردا و امروز کا

۱۱۲ جو تری نظر مُج پہ یکبار ہوئے
کہ سب خاک میری سو بنگار ہوئے

۱۱۳ محمد، علی کا تُہیں دوسدار
کہ بج پر محمد، علی کا پیار

۱۱٤ محب خاندان کا توں، اخلاص توں
کہ سادات کا دوست ہے خاص توں

۱۱۵ محی الدین سید سوں توں یکجہت
کہ سب جگ کوں بھائے تری رحمت

۱۱٦ تجے پیشوا عبد القادر امام
اُسی نے ھوا تج اعلی مقام

۱۱۷ محی الدین تیرا، توں میرا میاں
توں میرے محی الدین کے درمیاں

۱۱۸ کہیا توں کہ ”فیروز“ میرا مرید
بڑے بخت میرے جو تیرا مرید

۱۱۹ مجے ناؤں ہے ”قطب دیں قادری“
تخلص سو ”فیروز“ ہے بیدری

۱۲۰ صد و بیست و یک جب کیا بیت میں
دوجگ مدح کے ماریا سیت میں

فرہنگ

(پرت نامہ فیروز بیدری)

(الف)

اُتم (س: اُتم): اعلیٰ، برتر۔

اتھا: تھا

آپ: اپنا

اُجال (س: اُجول)، روشن

اُچانا: اونچا کرنا، بلند کرنا

اَچنا (اچھنا): ہونا، رہنا

آدار (آدھار): سہارا

ازماونا: آزمانا

اُکالنا (اُکھالنا): نکالنا

آکھنا: کہنا (اس مفہوم میں پنجابی میں رائج)

انگھے: آگے

اُن: اُن (جمع یا تعظیماً)

آننا: لانا

آھے: ھے

(ب)

بار: بارگاہ، در

بِسلانا: بٹھانا، بٹھلانا

بسنہار: رھنے والا

بتر (بھتر): بھیتر، اندر

بُھوڑنا (بوڑنا): ڈوبنا

بگار (بھگار) (س: بھرنگار) سونا

بھئیں (بھوئیں) (س: بھوی)، زمین

بھی: بھر

بَیسنا: بیٹھنا

بِیل: نسل، سلسلہ

(پ)

پارکھا: پرکھنے والا، ناقد معترض

پدك : گلے کا ایك زیور ، دکھنی میں سونے یا دوسری دھات کے پترے کو بھی کہتے ھیں
پرت : پریت ، محبت
پرم : پریم
پنت (پنتھ) : راستہ ، مذھب
پوتی : بیٹی
پَیسنا (س : پروش) : داخل ہونا ، گُھسنا
تائیاں (س : استھان) : تائیں ، تیئں : لئے
تُٹا : ٹوٹا (دکنی اردو کی عام خصوصیت : دوکوز آوازیں ساتھ ساتھ آئیں تو پہلی دندانی ہوجاتی ھے)
تِل : لمحہ ، پَل
تلیں : تلے ، نیچے
تُہیں (تو ہیں) : تو ھی

(ج)

جالنا : جلانا
جتن کرنا : حفاظت کرنا
جَرم : ھمیشہ ، سدا
جَم : ھمیشہ
جُمل : جملہ ، کُل
جنانا : جتانا ـ بتانا
جنم کانا : جنم لینا
جوتی (س : جیوتی) : روشنی
جیو (س : حیو) : جی ، دل ، زندگی
جیونا : زندہ رھنا زندگی ، جیون

(چ)

چُلك : زرا
چند : چاند

(د)

دار (س : دوار) دروازہ ، در
دِسنا (س : درشن) ، دکھائی دینا
دُنو : دونوں

دنیاں : دنیا ، (مصوتوں کا انفیانا
دکنی اردو کی عام خصوصیت)
دُوجانا : دوسرا
دھات : طرح
دیو : شیطان ، خبیث روح
(ر)
راس (س : راشی) : ڈھیر
راونا (رانا) : چاھنا ،
محبت کرنا
روك (روکھ)(س : وِرکش) ،
درخت
(س)
سار : مانند
سائیاں (س : سوامی) مالك ،
سائیں
سُرا (س) : شراب
یسرتے (تھے) : از سرنو
سکنا : قدرت رکھنا ، کرسکنا
سمند (سمد) : سمندر
سور (س : سوریہ) ، سورج

سَپنا (سَپنا) (س : سُوپن)
خواب
سیس : سر
سَین (س : سنگیان) نشانی ،
علامت
سی : علامت مستقبل (نہ پہچان
سی : نہیں پہچانے گا . اس
کو بعض فرہنگ نویسوں نے
غلط طور پر " سکنا " سے
تعبیر کیا ہے)
سینسار : سنسار
سیونا : خدمت کرنا ، سیوا کرنا
سیت مارنا (م : شیت) (س :
کشیتر ، اُر : کھیت) : میدان
مارنا ۔ جیتنا
(ش)
شیخ صنعا : تلمیح ، قصۂ شیخ صنعا
اور حضرت عبد القادر جیلانی
(ك)
کرتار : خدا ، مالك

کدھی (کدھیں) : کبھی

کَنت (س : کانت) : پیارا ، محبوب

کَوَن (برج بھاشا) : کون

کھاندا : کاندھا (دکنی اردو کی خصوصیت ھائے زائدہ کا استعمال)

کیتا : کیا

کی : کیوں

(گ)

گاجنا (س : گرَج) ، بجنا ، گرجنا

گڑنا : گھڑنا ، بنانا

گوت (س : گوتر) : خاندان ، نسل

گھالنا (پ : گھلّی) : ڈالنا ، پھینکنا

(ل)

لنگ (یں : لگنْ ـ پ : لگاّ) ، محبت : لگن : پیار ، دلی تعلق

ماننا : فعل «مان» کا ، عزت دینا

مَدَت : مدد (دکھنی اردو کا تلفظ : دو مسموع مصمتوں میں سے ایک کا غیر مسموع ہو جانا)

مُنج (مُج) : مجھے

مندھیر (مندر) : بہشت ، سورگ

میے (منیں) : میں

(ن)

نپانا (س : نپاتیاتی) ، پیدا کرنا

نپنا : پیداھونا

نرمل دو پنکھ : دونوں طرف سے خالص ، نجیب الطرفین

نکو (م) : نہیں ، نہ (یہ لفظ دکنی اردو کی کلید ہے ـ قدیم ترین مصنفین کے یہاں ملتا ہے اور تا حال قائم ہے)

چند: نیاچاند

(ہ)

ہنڈنا (س: ھنڈتے): گھومنا:
پھرنا

ھیا (س: ھردیم۔پ: ھی یم)،
دل: جان، زندگی

(یٔ)

یتا: اتنا (الفاظ کے شروع میں
"ا" کا "ی" میں تبدیل
ہو جانا ھے دراویدی زبانوں
کے زیر اثر دکنی اردو میں
آیا ھے)۔

تصحیح:۔ "پرت نامہ" کے مقدمہ میں یہ بیان غلط درج ہوگیا ھے کہ مثنوی کے کل اشعار (۱۲۱) دستیاب ہوگئے ھیں، شعر نمبر ٤٤ کا اس سلسلے میں حوالہ دیا گیا تھا۔ یہ صحیح نہیں۔ دستیاب ابیات کی کل تعداد (۱۲۰) ھی ھے۔

{٥}

ضمیمہ "پرت نامہ" فیروز بیدری

(پرت نامہ کی طباعت مکمل ہو چکی تھی کہ محمد اکبر الدین صدیقی صاحب سے یہ علم ہوا کہ فیروز کی اس مثنوی کا ایک ورق علاءالدین جنیدی صاحب (گلبرگہ) کے توسط سے انہیں حاصل ہوا ہے ۔ جب اس کو مرتب شدہ متن سے ملا کو دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسمیں کل ۳۶ اشعار درج ہیں جو مرتب شدہ متن کے نمبر ٤٥ تا نمبر ۸۰ پر حاوی ہیں ۔ افسوس اس بات کا ہے کہ اس نئے دستیاب شدہ مواد سے بھی پرت نامہ کے اس ایک گم شدہ شعر کا پتہ نہ چل سکا جسکی وجہ سے یہ مثنوی نا مکمل رہ گئی ہے ۔ ذیل میں ان ۳۶ اشعار کے اختلاف نسخ، صدیقی صاحب کے شکریہ کے ساتھ درج کیے جاتے ہیں ۔)

(٤٥) معشوق و عاشق .... معشوق و عاشق ۔ (٤٦) سدا عشق میراں کوں ۔ (٤٧) دوئی سوں نکو کر ۔ (٤٨) نہ بھاتی دوئی .... و جاتی دوئی ۔ (٥٠) پاؤں تجہ سرا یے .... کہا ندا دیے ۔ (٥١) اس شعر سے قبل ذیلی عنوان "حکایت" قایم کیا گیا ہے ۔ (٥٢) گائے امنگ ۔ (٥٣) چرا خوک ("چڑا خو(ں) کہ" کا اختلاف کتابت ہے) ۔ (٥٥) عبد قادر ۔ (٥٦) ناؤں لیں سر تو تھیے ("ناؤں لے سر تُٹیے" کا اختلاف کتابت) ۔ (٥٧) اپنے سو .... معشوق و عاشق ۔ (٥٨) ولی جس بھوے

وھی تجھ موھے ۔ (۵۹) ولی سب تجلی .. تجے ۔ (۶۰) اس
شعر میں ھر جگہ "مدّت" کی بجائے "مدد" آیا ھے ۔
(۶۱) تو فیروز نے خستہ کوں مان دے ۔ نوٹ : ۔ ادارہ کے
نسخہ میں "فیروز خستہ" آیا ھے جو خارج از وزن ھے ۔ لیکن
مذکورہ بالا مصرع سے یہ بات واضح ھو جاتی ھے کہ فیروز ،
فیروزی بھی تخلص کرتا تھا ، جو دکنی شعرا کی روایات کے
عین مطابق ھے ، جہاں اکثر تخلص یائے زایدہ کے ساتھ بھی
کہے جاتے ھیں ۔ ایسی صورت میں وہ رباعی (فیروزیؔ عاشق
کوں ٹک یک چاکن دے) ، جو احمد خاں درویش صاحب کو
بیجاپور کے سفر میں ملی تھی اور جسے ڈاکٹر سیدہ جعفر
نے اپنے مضمون " نادر دکنی رباعیاں " میں شامل
کر لیا ھے ، بہت ممکن ھے فیروز بیدری ھی کی ھو نہ کہ
فیروز شاہ بہمنی کی ، جیسا کہ اس مضمون میں استدلال
کیا گیا ھے ۔ فیروز شاہ بہمنی عروجی اور فیروزی دونوں
تخلص کرتا تھا ، لیکن یہ دونوں اسکے فارسی کلام سے تعلق
رکھتے ھیں ۔ (۶۲) سپنے میں .. راکھیں ۔ (۶۴) ایکس .. جو
سپنے میں دیکھیا ایک گھر ۔ (۶۵) اسے کون ۔ (۶۶) جو پردا ۔
(۶۸) سر بھونیں رکھا . سیں بھونیں رکھ سکیا ۔ (۶۹) روش
راکھ .. پانواں پڑیا .. منج سپڑیا ۔ (۷۳) محی الدین ھم سو ھنسے
آئیا .. تو میں جاگ ۔ (۷۴) ھمن جیو ۔ (۷۵) سو مخدوم
حی .. پرم مد پی ۔ (۷۶) مٹے صرف وحدت ۔

بِکَٹ کہانی

(بارہ ماسہ)

شمالی ہند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ

از

محمد افضل "افضل"

(متوفیٰ سنہ ۱۰۳۵ ھ مطابق سنہ ۱۶۲۵ ء)

مرتبہ

ڈاکٹر نور الحسن ہاشمی
صدر شعبۂ اردو و فارسی، لکھنؤ یونیورسٹی

اور

ڈاکٹر مسعود حسین خاں
صدر شعبۂ اردو، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد

۱۹۶۵

مقدمه

حالات

شیخ محمد قیام الدین "قایم" پہلا تذکرہ نویس ھے جس نے اپنے تذکرہ "مخزن نکات"[1] (۱۷۵۵ء) میں محمد افضل، افضل کی نشان دھی ان الفاظ میں کی ھے:

"محمد افضل مردے است از سکانِ دیارِ مشرق اگرچہ ربطِ کلامش چنداں مضبوط و مربوط نیست، لیکن از آنجا کہ قبول بے سبب درو بے غضب خاصہ جناب ازلی است، تصنیفاتش بمرتبہ موثر دلہا است کہ از حیز تحریر و تقریر متجاوز است و مثنوی "بکٹ کہانی" بر صفحۂ روزگار ازوے یادگار است، رویہ اش ار قدم ابیاتش باقیاس باید نمود این یك بیت از مثنوی مشہور ازوست:

پڑتا مل میں میرے پیم پھانسی؟
مرن اپنا ھے اور لوگوں کی ھانسی

قایم نے اپنے تذکرہ میں افضل کو طبقہ اول میں سعدی[2]، امیر خسرو اور ملا نوری کے بعد جگہ دی ھے۔

---

(۱) مرتبۂ عبد الحق، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، ۱۹۲۹ء ص ۳۔
(۲) سعدی کو قایم "سعدی شیرازی" سمجھتا ھے اور "سعدی دکنی"=

چونکه شعرا کے ناموں کی ترتیب حروف تہجی کے عام مروجه انداز کی بجائے زمانی طور پر کی گئی ہے اسلیے افضل کے ساتھ طبقه اول کے دیگر شاعر حسب ذیل تسلیم کیے گئے ہیں:

سعدی شیرازی، امیر خسرو، ملاّ نوری محمد افضل، افضل، سلطان (عبد الله قطب شاہ)، مرزا، فضلی، قادر، آزاد، احمد گجراتی، محمود، سراج، ولی (شاہ ولی الله)، مرزا عبد القادر، موسوی خاں فطرت، جعفر (میر جعفر) و دیگر۔

میر کے تذکرہ نکات الشعراء (سنه ۱۷۵۲ ء) میں جب که خسرو، میر جعفر، احمدی گجراتی، سعدی دکھنی، ولی اورنگ آبادی، سراج، محمود، فضلی کا ذکر مل جاتا ہے افضل کا نام غائب ہے۔ قایم کے بعد، اور غالباً اسی کی معلومات پر مبنی میر حسن اپنے تذکرے "تذکرۂ شعرائے اردو" (سنه ۱۷۷٤ ء تا سنه ۱۷۷۸ ء) میں افضل کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

= کی مشہور غزل جسکا مقطع یه ہے ع

سعدی غـزل انگیخته شیر و شکر آمیخته
در ریخته در ریخته ہم شعر ہے ہم گیت ہے

ان سے منسوب کرتا ہے۔ میر تقی میر نے نکات الشعرا میں پہلی بار اسکی تردید کی ہے اور سعدی کو ایك دکنی شاعر بتایا ہے۔

"محمد افضل، افضل، تخلص از قدیم ست۔ کدام هندو بچه، گوپال نامی بود که برو عاشق شده، حسب حال خود "باره ماسا" عرف "بکٹ کہانی" گفته که اکثر کھتریاں و گاینان مشتاق او می باشند۔ نصفے فارسی و نصفے هندی دارد، لیکن قبولیت داد الہی ست، بردل ها اثری کند"۔ "باره ماسه" کے جو دو شعر میر حسن نے نقل کیے هیں حسب ذیل هیں:

پڑی هے گل میں میرے پیم پھانسی
مرن اپنا هے اور لوگوں کی هانسی
مسافر سے جنھوں نے دل لگایا
انھوں نے سب جنم روتے گنوایا[1]

---

(۱) یه دلچسپ بات هے که مذکوره بالا دونوں شعر "بیان ماه چیت" سے لیے گئے هیں اور ان دونوں کے درمیان مزید تین شعر آتے هیں۔ مختلف نسخوں میں ان کا مختلف متن هے۔ مثلاً پہلے شعر کے اختلافات حسب ذیل هیں:

۱ مرے گل میں پڑی هے پیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ هانسه
۲ مرے گر میں پھنسی هے پیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ هانسی
۳ مرے گل موں پڑی هے پریم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوگ هانسی=

میر حسن نے قایم کے تذکرہ سے استفادہ کیا ھے،
یہ دو باتوں سے ظاھر ھوتا ھے۔ پہلی بات یہ ھے کہ قایم
کی طرح انھوں نے بھی "خاصہ جناب ازلی" کے حوالہ سے
"بکٹ کہانی" کے پُر اثر ھونے کا ذکر "لیکن قبولیت،
داد الہی ست" کے الفاظ میں کیا ھے۔ دوسری بات
یہ ھے کہ میر حسن نے نمونے کے جو دو شعر دیے ھیں
ان میں سے ایك وھی ھے جو قایم نے اپنے تذکرہ میں
نقل کیا ھے اور غلط طور پر "پڑی ھے گَل میں میرے
ہیم پھانسی" کی بجائے "پڑتا مل میں میرے ہیم پھانسی"؟
مخزن نکات میں درج ھے۔

٤ = میرے گل میں پڑی ھے ہیم پھاسی
بھیا مرنا مجھے اوروں کی ھاسی

٥ میرے گل میں پڑی ھے ہیم پھاسی
بھیا مرنا مرا اور لوگ ھاسی

اس طرح شعر نمبر ۲ کے اختلافات یہ ھیں:

۱ جنھوں نے دل مساور سوں لگایا
انھوں نے سب جنم رووت گنوایا

۲ جنھوں نے مل مسافر سے لگایا
انھوں نے سب جنم اپنا گنوایا

۳ جنھوں نے دل مسافر سے لگایا
انھوں نے سب جنم رو رو گنوایا

افضل کے متعلق اس ابتدائی معلومات پر اب تك جو غلط بیانیاں ہوتی رہی ہیں اُس کی تمام تر ذمہ داری اسپرنگر پر ہے جس نے شاہان اودھ کے کتب خانہ کی فہرست سنہ ۱۸۵٤ء میں شائع کی تھی اور جس میں قایم کے حوالے سے افضل کے بارے میں یہ بیان دیا ہے:[1]

"افضل، محمد افضل، ساکن جھنجھانہ، جو میرٹھ سے دور نہیں ہے، یہ ایك غیر معروف شاعر نہیں تھے اور زیادہ تعلیم یافتہ بھی نہیں تھے۔ قایم نے لکھا ہے کہ یہ عبداللہ قطب شاہ سے پہلے گذرے ہیں جو سنہ ۱۰۲۰ھ میں تخت نشیں ہوئے تھے۔ انہوں نے ایك نظم لکھی ہے جسکا نام بکٹ کہانی ہے۔ اس کا ایك نسخہ لندن کے انڈیا هاؤس میں موجود ہے"۔

معلوم نہیں اسپرنگر کے پیش نظر قایم کے تذکرہ کا کون سا نسخہ تھا۔ آج مولوی عبدالحق کا مرتب کردہ جو نسخہ دستیاب ہے اسکی عبارت سے (اقتباس اوپر دیا جا چکا ہے) صاف ظاہر ہے کہ قایم نے یہ بیان کہیں نہیں دیا ہے کہ افضل "عبداللہ قطب شاہ سے پہلے گذرے ہیں"۔

---

(۱) اسپرنگر کی اس فہرست کا اردو ترجمہ "یادگار شعرا" کے نام سے طفیل احمد نے کیا ہے۔ یہ ۱۹٤۳ میں هندوستانی اکیڈیمی، الہ باد سے شائع ہو چکا ہے۔

اسقدر ضرور ہے کہ طبقۂ اول کی زمانی ترتیب میں افضل
کا نام عبداللہ قطب شاہ سے فوراً قبل درج کیا گیا ہے
جو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ قایم کے ذہن میں
افضل کا تقدم زمانی موجود تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے
کہ قایم عبداللہ قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال اپنے
تذکرہ میں کہیں درج نہیں کرتا، اسلیے اسپرنگر کا
عبداللہ قطب شاہ کے بارے میں یہ اضافہ "جو سنہ ۱۰۲۰ ھ
میں تخت نشیں ہوے تھے" ایجادِ بندہ معلوم ہوتا ہے۔
"مخزن نکات" میں افضل کے فورا بعد فن ریختہ اور عبداللہ
قطب شاہ کے بارے میں حسب ذیل عبارت درج ہے:

"باید داست کہ چوں فن ریختہ در آں وقت از محل
اعتبار ساقط بود، بناءً علیہ ہیچکس بر توغل آں اقدام نمی
نمود و ایں دوسہ چار بیت کدا ے کہ بنام اساتذۂ معتبر مرقوم
است، اغلب کہ منشاء نظمش ہنرے پیش نباشد۔ اما بعد
ازیں بسمتِ بلادِ دکھن در عہد عبداللہ قطب شاہ کہ
با سخنوران بمحبت و مواسا پیش می آید، ریختہ گفتن بزبان
دکھنی بسیار رواج گرفت۔ بادشاہ مذکور نیز طبع موروں
داشت . . . ."۔

اس اقتباس میں قایم نے نہ تو عبداللہ کے سال تخت
نشینی کا ذکر کیا ہے اور نہ وہ افضل کو "ایک دکنی

بادشاہ کے عہد کے ساتھ مضاف کر رھا ھے" جیسا کہ بعد کو "پنجاب میں اردو" میں محمود شیرانی نے خیال ظاھر کیا ھے۔ در اصل محمود شیرانی کے پیش نظر "مخزن نکات" کا کوئی نسخہ نہیں تھا۔ مولوی عبدالحق کی مرتب کردہ "مخزن نکات" کے ایک سال قبل سنہ ۱۹۲۸ء میں "پنجاب میں اردو" تصنیف کی جا چکی تھی۔ ایسی صورت میں شیرانی نے اسپرنگر کے بیان پر اعتبار کیا ھے اور قایم کی (جو در اصل اسپرنگر کی ھے) اس غلطی کا شدومد کے ساتھ چرچا کیا ھے کہ "قایم نے افضل کا جو زمانہ دیا ھے اسمیں بظاھر ایک غلطی معلوم ھوتی ھے، وہ یہ ھے، کہ عبد اللہ قطب شاہ در حقیقت سنہ ۱۰۲۵ھ میں تخت نشین ھوتا ھے، نہ سنہ ۱۰۲۰ھ میں، جو محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال ھے۔ اس کی یہی صورت ھو سکتی ھے کہ یا تو قایم نے محمد قطب شاہ کے نام کے بجائے عبد اللہ قطب شاہ؛ یا سنہ ۱۰۲۵ھ کی جگہ سنہ ۱۰۱۲ھ لکھ دیا"۔ حالاں کہ حقیقت حال یہ ھے کہ اس سارے فسانے میں عبد اللہ قطب شاہ کی تخت نشینی کا ذکر ھی کہیں نہیں ملتا ۱

---

(۱) علی گڑھ تاریخ ادب اردو (پہلی جلد) ص ٤٩٠ پر ڈاکٹر نور الحسن ھاشمی اسپرنگر اور شیرانی کی دی ھوئی معلومات کو مخزن نکات سے مقابلہ کئے بغیر ان الفاظ میں =

اسپر نگر نے افضل کے سلسلے میں یہ نئی معلومات بھی ، معلوم نہیں ، کہاں سے فراہم کی ہے ، کہ وہ جھنجھانہ کا ساکن ہے "جو میرٹھ سے دور نہیں"۔ اگر قایم کے تذکرہ کا یہ جملہ اسپرنگر کے پیش نظر ہوتا کہ "محمد افضل مردے است از سکان دیار مشرق" تو وہ ضلع میرٹھ کے ایک قصبے سے افضل کو منسوب نہ کرتا۔ "دیار مشرق" میر کی زبان کا "پورب" ہے۔ یہ بتانا ذرا مشکل ہے کہ خود قایم نے افضل کے توطن کے بارے میں یہ معلومات کہاں سے فراہم کی ہے جب کہ میر حسن ، جن کا تعلق "دیار مشرق" سے تھا ، اس بارے میں بالکل خاموش ہیں۔

افضل کے بارے میں میر حسن کی فراہم کردہ معلومات کا اعادہ بعد کے تذکرہ نویس عرصے تک کرتے رہے ہیں۔ صاحب تذکرہ "گلزار ابراھیم" (مرقومہ سنہ ۱۷۸٤ ء) نے محمد افضل کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے، جو واضح طور پر میر حسن کے تذکرے سے ماخوذ ہے:

"افضل ، محمد افضل ، از قدماست ، بر گوپال نامی عشق

= دھراتے ہیں : "قایم نے اپنے تذکرہ "مخزن نکات" میں افضل کو غالباً دکنی فرض کیا ، اور لکھا ہے کہ افضل ، عبد اللہ قطب شاہ سے جو سنہ ۱۰۲۰ ھ میں تخت نشین ہوتا ہے پیشتر گذرا ہے"۔

ورزیدہ حسب حال خود بارہ ماسہ مشہور ''بکٹ کہانی''
منظوم نمودہ''۔

اسکے بعد نمونہ کا صرف ایك شعر نقل کیا ھے
جو لفظی تحریف (کھوتے، بجائے روتے) کے ساتھ
میر حسن کے تذکرے سے لیا گیا ھے:

مسافر سے جنہوں نے دل لگایا

انہوں نے سب جنم کھوتے گنوایا

افضل کے بارے میں میر حسن کی روایت فرانسیسی
مستشرق گارساں دتاسی نے بھی اپنی فرانسیسی تصنیف
''تاریخ ادب ہندوئی و ہندوستانی''[۱] میں بیان کی ھے۔

---

(۱) گارساں دتاسی کی اس ضخیم تصنیف کا فرانسیسی نام "L' histoire de la litterature hindouie et hindoustanie" ھے۔ اسمیں تقریبا تین ہزار اردو و ہندی کے شعرا اور مصنفین کا تذکرہ ھے، جن میں سے دو ہزار آٹھ سو مصنفین و شعرا کا تعلق اردو سے ھے۔ اسکا پہلا ایڈیشن پیرس سے دو جلدوں پر مشتمل سنہ ۱۸۳۹ ء تا سنہ ۱۸٤۷ ء شائع ہوا تھا۔ ہندی کے مصنفین و شعرا پر مشتمل حصص کا ترجمہ کئی سال ہوئے ہندی میں شائع ہو چکا ھے۔ چند سال قبل ایك فرانسیسی خاتون للیان نذرو نے اس تاریخ کے اردو شعرا اور مصنفین پر مشتمل حصص کا ترجمہ حواشی اور تعلیقات کے ساتھ کراچی یونیورسٹی میں =

افضل کے بارے میں ایک اور نادر حوالہ گل کرسٹ کی تالیف ''ہندوستانی زبان کی قواعد'' (سنہ ۱۷۹۶ ء) میں ملتا ہے جسکے آخر میں مولف، اردو شعرا کے نام (بشمول افضل) اس ترتیب سے گناتا ہے:

امیر خسرو ۔ ولی ۔ حاتم ۔ سودا ۔ میر ۔ قایم ۔ جعفر زٹلی ۔ محمد افضل، افضل وغیرہ ۔

اس سے ظاہر ہے کہ ۱۷۹۶ ء، یعنی اٹھارویں صدی کے اختتام تک، میر تقی میر کے اعجاز کے باوجود، افضل کی شاعرانہ شہرت قایم تھی ۔

انیسویں صدی کے آغاز میں افضل کے سلسلے میں ایک اہم حوالہ افضل کے ایک عقیدت مند اور ہم مشرب عبداللہ انصاری کے بارہ ماسہ میں ملتا ہے جو سنہ ۱۲۳۹ ھ مطابق سنہ ۱۸۲۳ ء کے آس پاس کی تصنیف ہے ۱ ۔ آنے والی نسلیں ''شاہ افضل'' کا ذکر کس عقیدت سے کرتی

= پی ۔ ایچ ۔ ڈی کے لیے پیش کرکے ڈگری حاصل کی ہے ۔ راقم کی نظر سے یہ ترجمہ گذر چکا ہے ۔ یہ ابھی تک شائع نہیں ہوا ہے ۔

(۱) بارہ ماسہ عبداللہ انصاری کا قلمی نسخہ شعبہ مخطوطات مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں محفوظ ہے ۔ (بحوالۂ محمد ذکی الحق: ذکر و مطالعہ، ص ۱۰۳ ۔ پٹنہ) ۔

رهی هیں اور اسکی ”بکٹ کہانی“ کی کس قدر دھوم رهی هے، اسکا اندازہ عبد اللہ انصاری کے بارہ ماسہ کے ان ابتدائی اشعار سے ہوتا هے جس میں انہوں نے افضل کو خراج تحسین پیش کیا هے:

سراسر اهل عرفاں شاہ افضل
نہایت کامل و یکتا و اکمل

انہوں نے اك بکٹ لکھی کہانی
کیا جس میں بیاں سوز نہانی

بکٹ پیچیدہ رستہ هے برادر
سمجھ لے رہ طریقت کو سراسر

زنانی بولی هے اسکی پیاری
جسے سن کر ہو دل میں بیقراری

لیکن افضل کی سوانح اور سیرت کے بارے میں سب سے اهم انکشافات علی قلی خاں والہ داغستانی کے فارسی شعرا کے تذکرے ”ریاض الشعرا“ ۱ میں ملتے هیں جو سنہ ۱۷٤۷ ء کی تصنیف هے اور جسے قایم کے ”مخزن نکات“

---

(۱) والہ داغستانی کے اس تذکرہ کا ایك نسخہ (فارسی نمبر ۱۲۰) اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد میں محفوظ هے۔ افضل کے سلسلے میں والہ کے تذکرہ سے استفادہ سب سے پہلے محمود شیرانی نے کیا تھا (دیکھیئے ”پنجاب میں اردو“ ۱۹۲۸ ایڈیشن)۔

(سنه ۱۷۵۵ ء) پر بھی تقدم حاصل ہے۔ چوں کہ
افضل فارسی شاعر کی حیثیت سے بھی معروف تھے۔
"شعر ہندی و فارسی را بغایت خوب می گفت" (واله)
اسلیے مصنف نے اپنے تذکرہ میں افضل کے حالات
کے لیے تقریباً دو صفحے وقف کیے ہیں۔ واله نے صاف
طور پر انھیں "پانی پتی" لکھا ہے۔ اس کے قول کے مطابق
وہ نہ صرف ہندی اور فارسی دونوں کے باکمال شاعر تھے
بلکہ فارسی نثر لکھنے پر بھی یکساں قدرت رکھتے تھے۔
معلمی ان کا پیشہ تھا اور ان کی مقبولیت کا یہ عالم تھا
کہ "جمع کثیر و جمّ غفیر" ان کے حلقۂ درس میں شامل
ہوتے تھے۔ چوں کہ ابتدا سے "چاشنیٔ عشق اور مشرب فقر"
سے آشنا تھے اسلیے بڑی عمر میں "ناگاہ عشق ہندورنے"
میں مبتلا ہو گئے اور "مجنوں صفت، متاع زهد و تقوی را"
خیر باد کہا۔ اور "مانند ابر بہار" طوف کوئے ملامت
پر آمادہ ہو گئے۔ اسی وارفتگی کے عالم میں عاشقانہ
غزلیں لکھتے جن میں سے ایک کا مطلع واله کے قول کے
مطابق یہ ہے:

عالم خرابِ حسنِ قیامت نشانِ کیست
دورِ کدام فتنہ گر است و زمانِ کیست

مولانا کی یہ کیفیت دیکھ کر پہلے تو وہ عورت

روپوش ہوگئی لیکن عشق کا شور و فساد کم نہ ہوا اور بالآخر ایك رات نہایت خفیہ طور پر باحتیاط تمام اسکے رشتہ داروں نے اسے شہر متھرا پہونچا دیا۔ مولانا کچھ عرصے تك سر ٹکراتے رہے آخر پتہ حاصل کرکے "افتان و خیزان بدیار محبوب رسیدہ"۔ وہاں تجسس بسیار کے بعد ایك دن کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چند لیلیٰ عذاروں اور خورشید رخساروں کے ساتھ بہ نشاط و انبساط تمام ایك جگہ سیر کرتی پھر رہی ہے۔ بے اختیار اسکی جانب بڑھے اور حسب حال یہ شعر پڑھا:

خوشا رسوائی و حالِ تباہے
سر راہے و آہے و نگاہے

مولانا کی یہ بے موقع جسارت اس "لیلیٰ وش جفاکار" کو ناگوار خاطر گذری اور نہایت تلخ و ترش لہجہ میں اس نے کہا کہ "ترا شرم از محاسن سفید نیست کہ سودائے عشقبازی چوں من جوانے در سَر داری؟" مولوی اس طعنہ کی تاب نہ لا سکا اور اس "وحشی غزال" کو رام کرنے کے لیے داڑھی مونڈھی، زنار پہنا اور "لباس برھمناں" اختیار کرکے ایك مندر کے پجاری کا چیلا بن بیٹھا۔ اس پنڈت کی شبانہ روز اسطرح خدمت کی اور "تحصیل علوم ہندوی نمودہ" کہ "جمیع فنون و کمال آں

مسلك آمد''۔ اس سے خوش ہو کر گرو نے اسے اپنا
''نایب مناب'' بنا دیا اور جب کچھ عرصے کے بعد وہ مرض
موت میں گرفتار ہوا، وصیت کی کہ میرے بعد افضل کو
گرو تسلیم کیا جائے۔ رفتہ رفتہ مولوی کی شہرت دور
دور تک پھیل گئی اور اسکا حلقۂ ارادت وسیع ہوتا گیا۔
وہاں کی یہ رسم تھی کہ سال میں ایک بار عورتیں اس
بت خانہ کی زیارت کو آتی تھیں اور کثرت سے نذر ونیاز
پیش کرتی تھیں۔ اتفاق سے اُس روز جب رسم موعود کے
مطابق عورتیں نذر ونیاز کے لیے آئیں اور یکے بعد دیگرے
آ کر گرو کے قدموں میں قدمبوس ہوئیں۔ مولانا کی محبوبہ
بھی اس جمِ غفیر میں شامل تھی - جوں ہی وہ قدمبوسی
کے لیے آگے بڑھی ''مولانا دستِ اورا بہ شوق و شغفِ
تمام بدست گرفتہ بچشم خود مالید'' اور کہا ''مرا می شناسی؟''
جب اس شوخ نے آنکھیں اٹھائیں اور شناخت کر لیا کہ
یہ وہی ''مفتون'' ہے جو گرو کے روپ میں یہاں بیٹھا ہے
تو کچھ عرصے کے لیے مبہوت اور ''ورطۂ حیرت'' میں
رہ کر بالآخر اس نے اقرار کیا کہ ''برائے خاطرِ چوں
منِ ناکس این ہمہ تصدیع و تعب کشیدہ اید؟ دیگر ہرچہ
در آں رضائے شماست، رضائے ماست''۔ اس کے بعد
وہ عورت مشرف بہ اسلام ہو جاتی ہے۔ دونوں

"بدیار خود" مراجعت کرتے ھیں اور عرصے تک زندگی ساتھ بسر کرتے ھیں ۔ افضل کی وفات کے بارے میں واله کا بیان ھے کہ "در سنه ۱۰۳۵ ھ بریاض رضوان شتافت"۔ افضل کے "چند بیت از اشعار عاشقانه" جو واله نے نقل کیے ھیں، ذیل میں درج کیے جاتے ھیں :

جلوهٔ زلفِ شاهدے بُرد دلِ رمیده را

پے بکجا برد کسے طایرِ شب پریده را

واله

غمت هر دم بدلهائے شکسته

بود چوں سنگ برپائے شکسته

بر شکم از شکستِ دل خبردار

تراود مے ز مینائے شکسته

ان اشعار کے بعد واله نے افضل کی یه رباعی درج کی ھے اور بتایا ھے کہ یه رباعی "در آشوب عشق و شور جنوں گفته است" :

با زلفِ تو توده هائے عنبر چه کنم

با خالِ تو مشکهائے اذفر چه کنم

تو کافر و زلف کافر و دل کافر

من نیم مسلماں، به سه کافر چه کنم

اسی ''نیم مسلماں'' کا انداز کافری اردو تاریخ شعر کی سب سے رنگین داستان ہے۔

والہ کی فراہم کردہ معلومات سے افضل کی شخصیت اور حالات کی بہت سی گتھیاں کھل جاتی ہیں۔

اس بات کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے کہ افضل نواح دھلی یعنی پانی پت کے رہنے والے تھے۔ ان کی بکٹ کہانی کی زبان اس بات کی غماز ہے کہ شاعر کا تعلق کھڑی بولی یا اس سے ملحقہ علاقے سے ہے۔ اس طرح قایم کا یہ قول کہ وہ ''از سکانِ دیار مشرق'' تھے با معنی طور پر غلط ہو جاتا ہے۔ با معنی طور پر اسلیے کہ اگر افضل، جو عہد اکبری اور عہد جہاں گیری میں موجود تھے، ''از سکان دیار مشرق'' ہوتے تو ملک محمد جائسی کی طرح وہ اپنا بارہ ماسہ اودھی میں لکھتے نہ کہ کھڑی بولی میں۔ افضل کی جھنجھانہ (ضلع میرٹھ) سے وابستگی کی روایت اسپرنگر سے چلی ہے۔ معلوم نہیں کہ اسپرنگر کا اس سلسلے میں ماخذ کیا تھا۔

والہ ھی کے بیانات سے یہ گتھی بھی حل ہو جاتی ہے کہ میر حسن کا یہ قول کہ افضل ''کدام ہندو بچہ، گوپال نامی بود. کہ برو عاشق شدہ حسب حال خود ''بارہ ماسا'' عرف ''بکٹ کہانی'' گفتہ'' غلط فہمی پر

مبنی ہے۔ گوپال، کسی ہندو بچے کا نام نہیں بلکہ خود
افضل کا اختیار کردہ نام تھا جب وہ "بہ لباس برھمناں"
متھرا کے مندر میں قیام پذیر تھا۔ ہر چند والہ نے اپنے
تفصیلی بیان میں افضل کے گوپال نام کا کہیں ذکر نہیں
کیا ہے لیکن "بکٹ کہانی" کے خاتمہ پر یہ شعر اس
"نیم مسلمان" کے نئے نام کی نشان دہی کرتا ہے:

بیادِ دلربا خوشحال می باش
کہے افضل کہے گوپال می باش

یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ بکٹ کہانی
کے مذکورہ بالا آخری شعر سے قبل جو شعر مختلف نسخوں
میں پایا جاتا ہے اسکے پہلے مصرع کا اختلاف نسخ
اسطرح ہے:

۱ ع خموش آخر ازیں مشکل کہانی (ن، ۱، ۲)
۲ ع خموش احقر اریں مشکل کہانی (ن، ٤، ۱۰)
۳ ع خموش افضل اریں مشکل کہانی[1] (ن، ۹، ۷، ۸)

ان میں مصرع نمبر ۳ جو سب سے قدیم اور اہم
نسخے نمبر ۹ سے نقل ہے افضل تخلص کو پیش کرتا ہے۔

---

(۱) (نسخہ نمبر ۹، ادارۂ ادبیات سنہ کتابت سنہ ۱۲٤۰ ھ،
قدیم ترین ہے)۔

گویا اصل بکٹ کہانی یہاں ختم ہو جاتی ھے۔ اسکے بعد فارسی کا یہ شعر:

یادِ دارا خوشحال می باش
کہے افضل کہے گوپال می باش

اس واردات کی جانب اشارہ کرتا ھے جب کہ افضل نے گوپال کا پارٹ ادا کیا ھے۔ یہاں گوپال محبوب نہیں بلکہ افضل ھی کا کرداری نام ھے۔

افضل کی بکٹ کہانی کے اس مصرع نے ''خموش احقر ارین مشکل کہانی'' نے محمد ذکی الحق کو ایک زبردست مغالطہ میں ڈال دیا ھے اور انھوں نے اسے کسی شاعر کا تخلص تسلیم کرتے ہوئے اپنے مضمون ''چند بارہ ماسہ''[1] میں احقر کے بارہ ماسہ کا بھی ذکر کیا ھے۔ اور بتایا ھے کہ اس بارہ ماسہ کا ایک نسخہ شعبۂ مخطوطات پٹنہ یونیورسٹی میں محفوظ ھے اور دوسرا اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد میں۔ لیکن یہ دونوں نسخے، جیسا کہ ان کے نقل کردہ اقتباسات اور اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کے مطالعہ سے ظاہر ھے، افضل ھی کی بکٹ کہانی ھے۔ اسٹیٹ لائبریری کے نسخے کو نمبر ۹ کے نام سے افضل کی

(۱) ذکر و مطالعہ: ۲٤۹ – پٹنہ –

موجودہ بکٹ کہانی کی تہذیب و ترتیب میں استعمال بھی کیا گیا ھے۔

مرتب کردہ بکٹ کہانی میں اشعار کی کل تعداد ۳۲۰ ھے۔ گریہم بیلی نے بھی اپنی ''تاریخ ادب اردو''۱ میں اس کے مصرعوں کی کل تعداد ۶۰۰ بتائی ھے۔ بیلی نے انگریزی کا لفظ (Lines) استعمال کیا ھے اور اسکی مراد مصرعوں سے ھے۔ ادارۂ ادبیات اردو کی جانب سے شائع کردہ، مختصر ''تاریخ ادب اردو''۲ جسمیں بیلی سے بہت کافی استفادہ کیا گیا ھے، لفظ (Lines) سے مراد ''اشعار'' لی گئی ھے، جو صریحاً غلط ھے اسلیے کہ بکٹ کہانی کا اس ضخامت کا کوئی نسخہ تا حال دریافت نہیں ھوا ھے۔

صف بارہ ماسہ

افضل کی ''بکٹ کہانی'' کو قایم نے ''مثنوی'' کہا ھے۔ میر حسن نے ''بارہ ماسہ'' عرف بکٹ کہانی'' کے نام سے یاد کیا ھے۔ اسپرنگر نے ''نظم ... جسکا نام بکٹ کہانی ھے'' لکھا ھے۔ محمد ابراھیم خاں خلیل نے میر حسن کے متبع میں اپنے تذکرہ ''گلزار ابراھیم'' میں

---

(۱) اردو لٹریچر (دی ھیری ٹیج آف انڈیا سیریز) ۱۹۳۲ء۔ لندن، ص ۴۲۔ (۲) تاریخ ادب اردو (مرتبہ: ادارۂ ادبیات اردو) ص ۷۰۔

" بارہ ماسہ مشہور بیکٹھ کہانی" تحریر کیا ہے۔ عبداللہ انصاری نے انیسویں صدی کے آغاز میں اسے صرف "بکٹ کہانی" کے نام سے یاد کیا ہے۔ اسٹیٹ لائبریری (کتب خانہ آصفیہ) حیدرآباد کے نسخے (نسخہ نمبر ۱۰) میں گجراتی زبان کے انداز پر کاتب نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے تحت اسکا نام " بارہ ماسی" درج کیا ہے۔

لیکن افضل کی نظم کا اصل نام "بکٹ کہانی" ہی ہے، جو مثنوی کے انداز میں بحر ہزج مسدس محذوف الآخر (مفاعیلن مفاعیلن فعولن) میں لکھی گئی ہے۔ بعض اشعار بحر ہزج مسدس مقصور الآخر میں بھی ہیں۔ گریہم بیلی کا یہ خیال غلط ہے کہ اسکی بحر ہندی شاعری کی ہے ۱۔ تاہم یہ ہندی روایت شعر میں ڈوبی ہوئی ہے اور مثنوی کی طرز اور بحر میں ہونے کے باوجود ہیئت کے اعتبار سے جدید آریائی زبانوں کے ابتدائی اور درمیانی دور کی مقبول عام صنف سخن " بارہ ماسہ" میں ہے۔ یہ بارہ ماسہ کسی ایک زبان یا بولی تک محدود نہیں۔ راقم کی اطلاع کے مطابق یہ پنجابی، گجراتی، اودھی اور شمالی ہند کی دوسری بولیوں کی مشہور صنف رہی ہے۔

---

(۱) اردو لٹریچر (ہیری ٹیج آف انڈیا سیریز) لندن ۱۹۳۲ء، ص ۴۲۔

اسکا ارتقا سنسکرت اور اپ بھرنش کے "پربند کاویہ" (طویل نظموں) کے "رِتُ ورنن" سے ہوا ھے۔ اس "رِتُ ورنن" میں عام طور پر چھ موسموں کا ذکر ہوتا ھے۔ کالی داس کی "رِتُ سنگھار" اسکا اعلی نمونہ ھے جو بالذات ایك نظم ھے۔ ھندی ادب کے "ویر گاتھا کال" کے اکثر "راسو" میں "رِتُ ورنن" کا اھتمام ملتا ھے۔ یہی "رِتُ ورنن" اپنی ماہ بہ ماہ تفصیلات میں جاکر "بارہ ماسہ" بن جاتا ھے جس میں عام طور پر ایك فراق زدہ "پتنی" اپنے "پتی" کی یاد میں تڑپتی ھے اور اسکے جذبات میں اتار چڑھاؤ خارج کے بدلتے ھو موسموں کے زیر اثر پیدا ھوتا ھے، اسطرح کہ داخلیت خارجیت سے ایك شاعرانہ پیرایہ زبان میں مربوط ھو جاتی ھے۔

میرا ذاتی خیال ھے کہ "بارہ ماسہ" "رِتُ ورنن" کی ایك روبہ تنزل ھیئت ھے۔ روبہ تنزل اسلیے کہ ھندوستان کے موسم کی تفصیلات، چار یا چھ رتوں میں تو پیش کی جا سکتی ھیں لیکن انھیں بارہ کی تعداد میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ اسلیے بارہ ماسہ میں غیر ضروری تکرار آ جاتی ھے اور وہ تنوع، خارج یا باطن میں، قایم نہیں رھتا جسکے ذریعہ کہ دونوں کو ھم آھنگ کیا جا سکے۔ مثلاً سردی کے تین مہینے، ماگھ پوس اور اگھن کو لیجیے

یہ موسم سرما کے اثرات میں ، ان تینوں مہینوں میں
اسقدر تفاوت نہیں پایا جاتا کہ علاحدہ علاحدہ کیفیات کے
ترجمان بنائے جا سکیں ۔ چنانچہ افضل کی برھنی کی جو
کیفیات جسمانی و ذھنی پوس میں ھیں وھی اگھن میں ھیں ۔
یعنی ''دیھہ کی تھرتھری'' میں وہ پیا کی دوئی کو
ڈھونڈھتی ھے ۔ چاروں طرف سردی ھے لیکن اسکا ''من''
برہ کے ''غم سوں حلتا رھے گا''۔ جو کیفیت اگھن
میں ھے وھی کم و بیش ماگھ میں ھے ۔ بلکہ اس دقت
کی وجہ سے افضل اکثر مہینوں میں خارجی عناصر کی
مصوّری بالکل نہیں کرتا اور ان مہینوں کو برھنی کے
نالہ و شیون یا داخلی واردات اور حود کلامی سے پُر
کرتا ھے ۔ لیکن حب وہ اصل مہینوں یعنی پھاگن ،
ساون بھادوں میں برھی کے جذبات کی ترجمانی ان کو حارج
سے ھم آھنگ کر کے کرتا ھے تو وطرت اپنی تمام رنگینیوں
کے ساتھ اسکے کلام میں لہلا اٹھتی ھے ، اور اسی نسبت
سے برھنی کے دل کے زخم ھرے ھو جاتے ھیں ۔

صنفِ بارہ ماسہ کی سب سے اچھی تعریف عبداللہ
انصاری کے الفاظ میں یہ کی جا سکتی ھے کہ یہ ''رنائی ،
پیاری'' بولی میں ''سوز نہانی'' کا ایسا تذکرہ ھوتا ھے ع
''جسے سن کر ھو دل میں بیقراری''۔ چوں کہ ھندی
شاعری کی روایت کے مطابق مخاطب عورت کی جانب

سے ہوتا ہے اسلیے اسمیں صنف نازک کا دل اپنی تمام
حرماں نصیبیوں، امنگوں، پیار، جلن اور جلاپے کے ساتھ
دھڑکتا دکھائی دیتا ہے۔ اسمیں مرد کی مسلسل بے وفائی
اور عورت کی ازلی وفا کا ذکر ہوتا ہے، وہ عورت
جو ہندوستان کی مہکار اور پیار میں پلی ہے، جسکا پتی
اس کا دیوتا ہے اور یہ اسکا پیدائشی حق ہے کہ وہ ہمیشہ
دیوتا کے چرنوں میں سر سبز رہے۔

افضل کو بارہ ماسہ کی ایک قدیم و طویل روایت
ملی تھی۔ لیکن اسکے قریب ترین ہندی کا سب سے مشہور،
ملک محمد جائسی کا بارہ ماسہ تھا جو اس کی معرکۃ الآرا
تصنیف ''پدماوت'' کا ایک کھنڈ ہے۔ یہ بارہ ماسہ افضل
سے سو برس پہلے تصنیف کیا گیا تھا۔ ناگ متی، چتور
کے راجہ رتن سین کی رانی ہے۔ جب رتن سین پدماوتی
کے عشق میں گرفتار ہو کر جوگی کا بھیس لے کر سنگل
دیپ جاتا ہے تو ناگ متی اپنے پتی کے فراق میں تڑپتی ہے۔
اس کی اس فراق زدہ کیفیات کی ترجمانی ملک محمد جائسی
نے ''ناگ متی وِیوگ کھنڈ'' میں بارہ ماسہ کی شکل
میں کی ہے۔ پدماوت کا یہ کھنڈ اسکی جان ہے اور اس
لحاظ سے یہ ہر دور میں قبولیت عام رکھتا رہا ہے۔
جائسی اور افضل دونوں کے بارہ ماسوں میں ایک گہری

معنوی اور جذباتی مماثلت پائی جاتی ھے - دونوں صوفی ھیں
اور دونوں "پریم مارگی" ھیں - پریم کی راہ بڑی بکٹ
(مشکل، ٹیڑی) ھوتی ھے - پدماوت کا قصہ بیک وقت
مجاز اور حقیقت کی دوھری سطحات پر چلتا ھے - افضل
بھی صوفی تھے لیکن انہوں نے پریم کا کھیل مجاز کی
سطح پر اس انداز سے کھیلا تھا کہ اردو شعر کی تاریخ
میں اس سے زیادہ رنگین داستان اور کہیں نہیں ملتی -
بارہ ماسہ کے آخری شعر:

بیاد دلربا خوشحال می باش
کہے افضل کہے کو بال می باش

سے یہ صاف ظاھر ھے کہ افضل نے اپنا بارہ ماسہ عشق
کا یہ رنگین ناٹک کھیلنے کے بعد ھی لکھا ھے، جسکی یاد
اب ان کی زندگی کا عزیز ترین سرمایہ بن چکی ھے -
بارہ ماسہ میں وہ درحقیقت بی محبوبہ کا کردار ادا کر رھے ھیں،
ھر چند والہ داغستانی کی شہادت کے مطابق " آن ایلی
وش جفا کار" اس ناٹک کے انجام تک ھمیشہ تلخ گفتاری
اور "جواب ترش" سے پیش آتی رھی تھی - افضل نے
در اصل اپنی واردات کو "حدیث دیگران" بلکہ "سر دلبراں"
میں پیش کیا ھے - عبداللہ انصاری کی اس تعبیر و تشریح
کے باوجود کہ "بکٹ" راہ معرفت کا ایک انداز ھے -

افضل کی کہانی سر تا سر رام کہانی ھے اور اسمیں حضرت جامی کے اقتباسات سے قطع نظر کہیں بھی ''حقیقت'' کی سطح قایم نہیں ہونے پاتی - یہ ایك برھنی کی کہانی اسی کی زبانی ھے جس میں مجاز کی تڑپ اور ''جسم کی مایوس پکار'' مکمل طور پر نمایاں ھے - یہ آپ بیتی ھے، یہ جگ بیتی ھے، اسے کسی استعارہ یا تمثیلی حجاب کی ضرورت نہیں - یہ ''افضل'' کی داستان عشق ھے یہ ''گوپال'' کی پریم کہانی ھے -

اسلوب شعر کے نقطۂ نظر سے ''بکٹ کہانی'' اس عہد کی ریختہ گوئی کا مکمل نقش ھے - افضل نے اپنی نظم کی ھیئت ھندی ادبیات سے لی ھے لیکن اسکی زبان اور اسلوب کا ماخذ امیر خسرو کی قایم کردہ وہ روایت ریختہ گوئی تھی، جو بقول میر، کبھی ایك مصرع فارسی اور ایك مصرع ھندی کی شکل میں نمودار ھوتی تھی؛ اور کبھی آدھا مصرع فارسی اور آدھا مصرع ھند، سے آمیختہ ھوتی تھی - کبھی یہ لغت ھندی و فارسی کی پیوندکاری کی صورت اختیار کرلیتی تھی؛ یہ پیوندکاری صوتیات کی سطح سے لے کر صرف و نحو ھر جگہ پائی جاتی تھی - فارسی کے سابقوں اور لاحقوں کا ھندی الفاظ کے ساتھ بلا تکلف اختلاط، فارسی مصادر کا ھندی

قواعد کے سانچوں میں ڈھالنا ، فقروں کے دروبست میں
فارسی جملہ کی ترکیب نحوی کا استعمال ، غرضکہ اسکی
ایك سے زائد شکلیں ملتی ھیں ۔ امیر خسرو کے بعد اس
ریختہ گوئی کا مرکز نقل دکن منتقل ھو جاتا ھے ؛ چنانچہ
میر کا یہ خیال کہ '' ریختہ از دکن است '' ایك لحاظ سے
صحیح ھے ۔ شمالی ھند میں افضل سے قبل ، امیر خسرو سے
منسوب ھندی کلام اور ریختوں کے علاوہ ، کوئی دوسرا
لائق اعتناء ادبی نقش نہیں ملتا ۔ چوں کہ امیر حسرو کی
ریختہ گوئی کے مستند نمونے ابھی تك دستیاب نہیں ھوئے
ھیں ، اسلیے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ھے کہ شمالی
ھند کا پہلا مستند اردو شاعر ، افضل ھی ھے ، جس نے
اپنی '' بکٹ کہانی '' سنہ ۱۶۲۵ ء سے قبل مکمل کرلی تھی ۔
افضل ، دکن کے شعرا محمد قلی قطب شاہ ، وجہی ، غواصی ،
ابراھیم عادل شاہ ثانی اور اسکے درباری شاعر عبدل کا ھم عصر تھا ۔
اس لیے اس کا شمار اردو کے قدیم ترین شعرا کی صف میں
کیا جائے گا ۔

تاریخی نقطہ نظر سے یہ عام خیال بالکل غلط ھے کہ
ولی کی آمد سے قبل شمالی ھند میں اردو شعر گوئی مفقود
تھی ۔ محمود شیرانی نے اپنی تحریروں میں شمال کے ایك سے

زائد ایسے شعرا کی نشان دھی کی ہے ۱ جنہوں نے ولی سے قبل اردو شعر گوئی کی جانب توجہ کی تھی۔ "افضل" ان میں بلا مبالغہ سب سے افضل ہے۔ شاھان مغلیہ کی کم توجہی کے باعث افضل اور اس کے ساتھی، تمام کے تمام درباری سرپرستی سے محروم رہے۔ فارسی اور برج بھاشا کو دربار مغلیہ کی تائید حاصل رھی، اس لیے ان کی موجودگی میں "ریختہ" کا چراغ شمال میں صرف ٹمٹماتا رھا، جب کہ دکن میں اس "ریختہ" نے بہت جلد ریختہ زبان کے مراحل طے کر کے اپنا ایک مخصوص لہجہ، فرھنگ اور رنگ و آھنگ پیدا کر لیا، جسکے بہترین نمونے قطب شاہ، وجہی، غواصی، ابن نشاطی، نصرتی و غیرہ کی تحریروں میں مل جاتے ھیں۔

جہاں تک افضل کی "بکٹ کہانی" کی شعریت کا تعلق ھے میر حسن کا یہ قول کہ "بر دل ھا اثر می کند" لفظ بلفظ صحیح ھے، والہ داغستانی کی یہ شہادت کہ "شعر ھندی و فارسی را بغایت خوب می گفت" افضل کے فارسی اور ھندی شاعرانہ قد و قامت کا تعین کرتی ھے۔ افضل کے کلام میں اسکا دل گداختہ ملتا ھے۔ عشق کا چٹیلاپن اور برہ کی چیٹک ملتی ھے۔ بکٹ کہانی کے بہترین حصوں میں (ماہ ساون،

---

(۱) دیکھیے پنجاب میں اردو اور "ھریانی میں تالیفات" اورینٹل کالج میگزین، لاھور (نومبر ۱۹۳۱ء اور فروری ۱۹۳۲ء)

بھادوں ، پھاگن) خارجیت اور داخلیت کا وہ ربط و آھنگ
ملتا ھے جو بارہ ماسہ کی جان ھوتا ھے - پریم کے بکٹ راستے
کی تمام نو واردات کی تفصیلات ملتی ھیں - یہاں '' نیبوں کی
برکھا '' ھے فرق سے ''سینہ جرتا '' ھے ، '' کویل کی کوک ''
'' تمامی تن بدن میں آگ '' لگا دیتی ھے - سکھیوں کے آمد
پر رشک آتا ھے - عورت کا اندیشہ دور دراز کمی اور کے
'' ٹونے چلانے '' تك پہونچتا ھے - غرضکہ ساری واردات
گھریلو لہجہ ، ڈرامائی طرز اور ایك خود کلامی کے انداز
میں پیش کی گئی ھے - یہ شاعری نہیں فنکارانہ چیخ ھے
جس کے تیکھے بول تیر بن کر دل میں اتر جاتے ھیں - اردو
شاعری میں یہ پرکار سادگی افضل کے بعد صرف حالی کی
'' مناجات بیوہ '' یا عظمت اللہ خاں کے بعض گیتوں میں
ملتی ھے -

'' بکٹ کہانی '' میں فارسی اشعار کا جابجا چھینٹا
نظم کی روانی میں بلا شبہہ رکاوٹ پیدا کرتا ھے - لیکن
افضل کے عہد کی زبان اور مذاق شعری کو پیش نظر رکھ کر
اسکا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ اسلوب ریختہ گوئی
کا ایك ضروری جزو تھا - مزید برآں افضل فارسی کے بھی
با کمال شاعر تھے[1] اسلیے وہ دونوں زبانوں کے سروں کو

---

(۱) افضل کی فارسی گوئی کی شہادت محمد قدرت اللہ نے اپنے =

لے کر کامیابی کے ساتھ بیك وقت چل سکتے تھے - افضل کے فارسی اشعار میں بھی ایك روانی اور سوز ھے - زبان کا یہ آمیختہ اسلوب نہ صرف ''گاییاں'' میں مقبول تھا بلکہ کھتریوں اور کائستھوں کی کھریلو اور ادبی زبان کا ایك عام انداز تھا -

اردو تاریخ شعر میں افضل کی شاعرانہ حیثیت مسلم ھے - اٹھارویں صدی کے آغاز تك اھل دل میں اسکے کلام کی تاثیر کا چرچا رھا ھے - اسکی '' بکٹ کہانی '' شمالی ھند میں اردو شاعری کا پہلا مستند نمونہ ھے جسکی موجودگی میں تاریخ ادب اردو کا یہ مفروضہ غلط ثابت ھو جاتا ھے کہ شمال میں اردو کی شمع شعر ولی نے روشن کی تھی - وہ سلطان محمد قلی قطب شاہ ، وجہی اور غواصی کا ھم عصر تھا اس لحاظ سے وہ شمال میں اردوئے قدیم کا چراغ عین اس وقت جلائے ھوئے تھا جب دکن میں یہ زبان ایك ادبی دور میں

= تذکرہ '' نتائج الافکار '' میں دی ھے جو سرتاسر والہ کی فراھم کردہ معلومات پر مبنی ھے - والہ کے تذکرہ کا ذکر قدرت اللہ نے دیباچہ میں کیا ھے - قدرت اللہ کے الفاظ یہ ھیں : '' پیرایۂ بلند فکرتی افضل پانی پتی کہ شاعر یست فصاحت شعار و سخنوریست بلاغت آثار در اوسط مائتہ ثانی عشر (۱۲۰۰) جہان گذران را گذاشتہ '' - قدرت اللہ کا شعرائے فارسی پر مشتمل یہ تذکرہ '' خاضع '' نے بمبئی سے شایع کیا ھے -

داخل ہو رہی تھی[1]۔ وہ دور اکبری کی پیداوار تھا اسلیے کیا زبان، کیا بیان، کیا عمل اور کیا خیال ہر اعتبار سے وہ ازمنۂ وسطیٰ کے ترکیبی تمدن اور "ہندلانی" روح عصر کا ترجمان کہا جاسکتا ہے۔

زبان

"نکٹ کہانی" کی زبان عہد اکبری کی کھڑی بولی کا وہ روپ ہے جو دہلی اور اسکے نواح سے نکل کر برج، اودھی اور ہریانی کے علاقوں میں رائج ہو چکا تھا۔ مولف "پنجاب میں اردو" نے لکھا ہے "اس کی زبان دکنی سے مختلف ہے اور صاف ہے"[1] لسانیاتی اعتبار سے افضل کی زبان کو جدید اردو سے قریب تر ہونا بھی چاہیئے۔ دکھنی اردو تیرھویں اور چودھویں صدی کی "زبان دہلوی" ہے جو ایک طرف اپ بھرنشی لسانی روایت سے لدی پھندی ہے اور دوسری جانب جسکی اساس کھڑی بولی کے مقابلے میں جمنا پار کی ہریانی اور میواتی (راجستھانی کی بولی) بولیوں پر قایم ہے۔ دہلی اور اسکے نواح میں زبان کا یہ کینڈا پندرھویں صدی کے وسط تک رہا۔ سنہ ۱٤٥٠ء کے قریب جب آگرہ دار السلطنت قرار پاتا ہے تو لسانی مرکز ثقل ہریانی اور کھڑی کے علاقے سے برج

---

(۱) ص: ۲۱۲۔

بھاشا کے علاقے میں منتقل ہو جاتا ہے ۔ افضل کا تعلق واله کی شہادت کے مطابق پانی پت سے تھا جو ہریانی کے علاقے میں واقع ہے؛ لیکن افضل کی زبان ہریانی کے اسقدر بھی لسانی اثرات نہیں رکھتی جسقدر که اس عہد کے دکنی مصنفین کی زبان میں پائے جاتے ہیں ۔ اسکا مطلب صاف ہے که کھڑی بولی عہد اکبری میں برج بھاشا کے زیر اثر ایك ایسی لسانی کروٹ لے چکی تھی جس نے اسے جدید بنا دیا تھا ۔ افضل کی ''بکٹ کہانی'' اس جدید اردو کا پہلا ادبی و لسانی نقش ہے ۔ مجموعی طور پر افضل کی زبان سور داس کی برج بھاشا اور کبیر داس کی سدھکڑی ملی جلی زبان کے بر عکس کھڑی بولی کی وہ ترقی یافته شکل ہے جو ایك طرف اپ بھرنشی لسانی اثرات کھو چکی تھی اور دوسری طرف جمنا پار کرکے موجودہ اتر پردیش کے دو آبہ کے بالائی حصے میں قدم رکھ چکی تھی ۔ لیکن ''بکٹ کہانی'' کی زبان پر فارسی کے علاوہ برج بھاشا کے اثرات واضح ہیں، چونکه برج بھاشا پندرھویں اور سولھویں صدی میں ادبی زبان کی حیثیت سے نمایاں مقام حاصل کر چکی تھی اور کرشن بھکتی کی زبان تھی ۔ مزید یه که افضل کو متھرا کے ہندو ماحول کا بھر پور تجربه تھا اسلیے اسکے بعض اثرات کا آجانا

ناگزیر تھا۔ افضل کی زبان پر بارہ ماسہ کے اسلوب اور اس سے مختص زبان کے اثرات بھی نمایاں ھیں۔ شاید یہی وجہ ھے کہ افضل کے علاقہ کی ھریانی بولی، بارہ ماسہ کی زبان پر اثر انداز نہیں ھو سکی۔ یہاں اس لسانیاتی حقیقت کا واضح کر دینا ضروری ھے کہ بولیوں کی کثرت کے درمیان ادبی زبان اور اسکے اسالیب کے چوکھٹے میں مصنفین کا گرفتار ھو جانا ایک ضروری امر ھے۔ جس طرح عہد جدید کا شاعر جب گیت لکھتا ھے تو ایک مخصوص زبان کا استعمال کرتا ھے اور غزل لکھتے وقت اسکا اسلوب اور ڈھنگ دونوں بدل جاتے ھیں، اسی طرح چودھویں تا سولھویں صدی عیسوی تک برج آمیز زبان کا استعمال بعض اسالیب شعر کے لیے مخصوص ھو چکا تھا۔ قطع نظر اس کے کہ شاعر کس علاقے کا رھنے والا ھے، وھاں کی بولی کیا ھے، وہ بلا دریغ برج بھاشا اور اس کی روایت شعر کا پابند ھو کر لکھتا تھا۔ اسلیے افضل کے بارہ ماسہ کی زبان کا تعلق پانی پت سے نہیں ھے بلکہ اس اردو سے ھے جو آگرہ کے بازاروں میں بولی جاتی تھی اور جو شعر کا پیکر اختیار کرنے سے قبل برج بھاشا کے رنگ و آھنگ کو قدرے قبول کر لیتی تھی۔ افضل کی لسانیاتی روایت تا حال اردو کے

گیتوں میں قایم ھے۔ اسقدر ضرور ھے کہ ریختہ کا اسلوب اب متروك ھو گیا ھے۔

مذکورہ بالا تاریخی و لسانیاتی پس منظر میں اگر بارہ ماسہ کی زبان کا جائزہ لیا جائے اور اسکا مقابلہ اس عہد کی دوسری تصنیف ”خالق باری“ مصنفہ ضیاء الدین خسرو (سنہ تصنیف ۱۰۳۱ ھ مطابق سنہ ۱۶۲۱ ء) کی زبان سے کیا جائے تو حسب ذیل خصوصیات کا تعین ھوتا ھے:

(الف) صوتیاتی:

(۱) بعض الفاظ میں (ل) پر (ر) کو ترجیح، مثلاً گر (گل، گلا)، کاری (کالی)۔ سانورا (سانولا)۔ جرنا (جلنا)۔ ڈارنا (ڈالنا)۔

(۲) عربی فارسی اصوات کا ھندی تلفظ مثلاً، لرجا (لرزا) داگ (داغ)۔

(۳) طویل مصوتے (آ) کا اضافہ مثلاً، ھانسی (ھنسی) پاتی (پتر۔ خط)۔

(ب) صرفی:

(۱) اسمائے ضمیر: تیں (تو)۔ تُمری (تمھاری)۔ تُمن (تم)۔ ھوں (مَیں)۔ ھمن (ھم)۔ کِنھیں (کسی)۔

(۲) ”ان“ کی جمع کی بعض مثالیں: دھوپاں (دھوپ) سیراں (سیر)۔

عام طور پر جمع ''ون'' سے بنائی گئی ہے۔
''ن'' کی جمع، جو برج بھاشا میں رائج ہے کہیں کہیں ملتی ہے مثلاً پگن (بجائے پگوں)۔

(۳) افعال کی بعض شکلوں میں برج بھاشا کے اثرات نمایاں: بھئی (ہوئی)۔ رووت۔ سُلگت۔ بھرت۔ مرت۔ دیکھن۔ ہنسن۔ کھیلن۔

(٤) کیتا (کیا)، کینا (کیا)، دینا (دیا)۔ کی شکلیں بھی مل جاتی ہیں۔ کیتا کی شکل دکنی اردو میں بھی رائج رہی ہے۔

(٥) افعال نے مصادر (و) کے اضافہ سے بنائے گئے ہیں:
آونا۔ بھاونا۔ شرماونا۔

(٦) حروف کی بعض قدیم شکلیں ملتی ہیں جن میں سے بیشتر برج بھاشا کی ہیں۔ سوں۔ سیں۔ سیتی۔ کوں۔ اجھوں۔ کِت (کہاں)۔ مُوں (مِیں)۔ کہا (کیا)۔ کٹھولو (کب تک) کاں لگ (کہاں تک)۔ کہوں (کہیں)۔

(۷) پنجابی کا بھی ایک حرف دو بار استعمال کیا گیا ہے۔ نال (ساتھ)۔

ع پیا کے نال بیٹھیں ساریاں سب
ع بجاویں دف پیا کے نال ساری

(ج) نحوی :

(۱) ایك آدھ مثال ایسی بھی ملتی ھے کہ اگر اسم مونث جمع ھے تو صفت بھی جمع لائی گئی ھے :

بسایہ تخت اوپر ناریاں سب
پیا کے ذل بیٹھیں ساریاں سب

ع به عالم پھولیاں پھلواریاں سب

اسی عہد کی شمالی ھند کی تصنیف "خالق باری" کی زبان، افضل کے بارہ ماسہ کی زبان سے بعض لحاظ سے مختلف نظر آتی ھے مثلاً :

(۱) خالق باری میں "یا" سے مرکب ماضی کی مثالیں ملتی ھیں، (رھیا ۔ کھیا) جو ھریانی، دکنی اور کھڑی کی خصوصیت ھے ۔ بارہ ماسہ میں اسکی کوئی مثال نہیں ملتی ۔

(۲) "اں" کی جمع دونوں کے یہاں قلت کے ساتھ ملتی ھے ۔

(۳) آھے (ھے)، خالق باری میں کثرت سے ملتا ھے ۔ افضل کے یہاں مفقود ھے ۔

مجموعی طور پر خالق باری اور بارہ ماسہ کی زبان میں زیادہ فرق نہیں ۔ تاھم خالق باری کی زبان انفی آواروں، مخفیف حروف علت اور ورھنگ کے لحاظ سے

دکنی اردو سے قریب تر ہے۔ لیکن یہ فرق اس عہد کے ایك لغت نویس اور شاعر کی زبان کا فرق ہے۔ جیسا کہ اس سے قبل لکھا جا چکا ہے شاعر، روایت اور فرہنگ شعر کے تابع رہ کر الفاظ کا انتخاب کرتا ہے اس لیے اسکی زبان اپنے عہد کی بول چال کی زبان سے ہمیشہ مختلف ہوتی ہے۔

بکٹ کہانی کے نسخے

افضل کی بکٹ کہانی کا موجودہ متن دس قلمی نسخوں کی مدد سے تیار کیا گیا ہے۔ ان میں سے صرف تین نسخوں پر سنہ کتابت درج ہے۔ اس اعتبار سے قدیم ترین نسخہ ادارۂ ادبیات اردو. حیدرآباد کا ہے جسکا سنہ کتابت سنہ ۱۲٤۰ء ہے اور جو موجودہ متن کے سلسلے میں نمبر ۹ قرار دیا گیا ہے۔ دوسرا نسخہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) کی ملکیت ہے اسپر سنہ ۱۲٤۵ھ تاریخ کتابت درج ہے اور یہ موجودہ متن کے سلسلہ کا نمبر ۱ ہے۔ تیسرا نسخہ نمبر ٤ ہے جسکا سنہ کتابت سنہ ۱۲۷۹ھ ہے۔ باقی تمام نسخوں کے سنہ کتابت کے بارے میں علم نہ ہو سکا۔ اس لحاظ سے بکٹ کہانی کا قدیم ترین نسخہ افضل کی وفات (۱٦۲۵ء) کے ۹۹ برس بعد لکھا گیا ہے۔

نسخہ (نمبر ۱): ۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر U 45-IX ھے ۔ کاتب کم سواد ھے ۔ بد خط مگر صاف ھے ۔ ترقیمہ یہ ھے: ”دست خط عبد الکریم برائے پاس خاطر خود نوشتیم، ھر کس کہ دعوا کند باطل گردد ۔ ۱۲۴۰ ھجری ماہ ساباں، تاریخ بیست و پنجم روز شنبہ“ ۔ کل اشعار کی تعداد ۲۰۱ ھے ۔ اسمیں کوئی ھندی دوھرہ نہیں ۔

نسخہ (نمبر ۲): ۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B170 (P1243) ھے ۔ خط شفیعا، صاف ستھرا ۔ ترقیمہ میں صرف اتنا درج ھے کہ ”تمام شد قصہ بارہ مانسہ، بکٹ کہانی، روز چہار شنبہ“ ۔ کل اشعار کی تعداد ۲٦۷ ھے ۔ کوئی دوھرہ اس میں موجود نہیں ۔

نسخہ (نمبر ۳): ۔ انڈیا آفس لائبریری کا نسخہ نمبر B 189 (P 1244) صاف ستھرا لکھا ھے ۔ جابجا ھندی دو ھے کثیر تعداد میں درج ھیں ۔ ترقیمہ میں سوائے تمت تمام شد، کے اور کچھ نہیں لکھا ھے ۔ اشعار کی تعداد ۲۸۵ ھے جن میں سے ۱۴ مکرر درج ھیں ۔ ان کے علاوہ متفرق دوھرے اور فارسی اور اردو کے اشعار کثرت سے ھیں ۔

نسخہ (نمبر ۴): ۔ یہ نسخہ پٹنہ یونیورسٹی میں ھے ۔ اسکا نمبر ۱۱۵ ھے، جسے ڈاکٹر سید محمد صدر الدین ”فضا“ نے اپنی تالیف ”حضرت شاہ آیت اللہ جوھری، ان کی حیات

اور شاعری" میں مکمل شائع کردیا ھے۔ یہ نسخہ دکن میں لکھا گیا ھے، جسے پٹنہ یونیورسٹی نے حاصل کرلیا ھے ترقیمہ میں یہ عبارت ھے، "تمت تمام شد، روز چہارشنبہ بوقت دوپہر۔ تمام شد، ماہ شوال ۲۰، سنہ ۱۲۷۹ ھ۔ کاتب الحروف میر قطب الدین عرف میر صدر الدین غفرلہ بن حیدر علی در مقام سکندرآباد"۔ اشعار کی تعداد ۲۷۹ ھے۔ ۵۶ اشعار (فردیات اور دوھرے) اسکے علاوہ ھیں۔

نسخہ (نمبر ۵): ۔ یہ ایك بیاض کی شکل میں ھے، مملوکہ قاضی عبدالودود صاحب (پٹنہ)۔ اسے بھی ڈاکٹر صدر الدین فضا نے اپنی تالیف مذکورہ بالا میں شامل کردیا ھے۔ یہ نسخہ ناقص الطرفین ھے۔ اس مین کل ۱۸۹ اشعار ھیں۔ فردیات یا دوھرے وغیرہ نہیں ھیں۔ ترقیمہ کوئی نہیں۔ ڈاکٹر فضا کا خیال ھے کہ یہ نقل سو سال سے زائد کی نہیں (دیکھئے ص ۱۹۱، تالیف مذکور)۔

نسخہ (نمبر ٦): ۔ یہ رضا لائبریری، رام پور (یو۔پی) کے نسخہ کی نقل ھے۔ جو سکریٹری انجمن ترقی اردو (ھند) کی وساطت سے حاصل ھوئی ھے۔ اسمیں ترقیمہ کوئی نہیں۔ ابتدا میں صرف اتنا لکھا ھے "بکٹ کہانی از محمد افضل کالپی"۔ اشعار کی تعداد ۲٦۷ ھے۔ دوھرے یا فردیات مطلق نہیں۔

نسخه (نمبر ۷): ـ سالار جنگ میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے نمبر ۱۱ تصوف ـ سائز ($5 \times 8\frac{1}{2}$) صفحہ ۲۴ سطر ۱۳ خط نستعلیق ـ خاتمہ کے چند اصل اوراق غیر موجود ہونے کی وجہ سے آغا حیدر حسن نے بروز چہار شنبہ ۱۴ جمادالثانی سنہ ۱۳۴۷ ھ میں کسی قدیم نسخے سے تکملہ کیا ہے ـ نسخہ اکثر جگہ غلط ہے اور اکثر الفاظ دکنی تلفظ کے مطابق لکھے گئے ہیں جس سے اس کا دکن میں لکھا جانا ثابت ہے ـ اشعار کی تعداد ۲۴۹ ـ آغا حیدر حسن کے اضافہ کردہ اشعار کی تعداد ۵۴ ہے ـ اسطرح کل تعداد ۳۰۳ ہو جاتی ہے ـ

نسخہ (نمبر ۸): ـ یہ بھی سالار جنگ لائبریری کی ملکیت ہے نمبر ۱۰ تصوف ـ سائز (۵×۹) صفحہ (۲۶) ـ سطر (۱۱) خط نستعلیق ـ تاریخ کتابت ندارد ـ نسخہ نمبر ۷ سے خاصا مختلف ہے ـ لیکن اسکی بہ نسبت زیادہ صحیح ہے ـ اسمیں کل اشعار کی تعداد ۲۸۹ ہے ـ آخر میں فارسی کے ۲۷ اشعار نسخہ نمبر ۷ سے زیادہ درج ہیں جو اور کسی نسخے میں بھی نہیں ملتے اسلیے اصل متن میں شامل نہیں کیے گئے ہیں ـ

نسخہ (نمبر ۹): ـ ادارہ ادبیات اردو، حیدر آباد میں محفوظ ہے ـ اسپر "سنہ ۱۲۴۰ ھ یوم جمعہ" (مطابق سنہ ۱۸۲۴ ء)

تاریخ کتابت پڑی ھے۔ چوں کہ اس کا کاتب کھڑی بولی
کے علاقے ضلع میرٹھ میں گڈھ مکٹیشر کا متوطن ھے،
اسلیے وہ اس بولی کے تلفظ کی صحت کا التزام رکھتا ھے۔
یہ نسخہ نہ صرف سب سے قدیم ھے بلکہ سب سے مستند
بھی کہا جاسکتا ھے۔ اسمیں دوھرے وغیرہ مطلق نہیں
ملتے۔ شاعر اپنے تخلص افضل کو دوجگہ استعمال کرتا
ھے۔ آخری شعر اور اس سے پہلے شعر ھیں۔

نسخہ (نمبر ۱۰): ۔ اسٹیٹ لائبریری حیدرآباد (کتب خانہ
آصفیہ) میں محفوظ ھے۔ اس کا نمبر ۷۰۱ متفرقات ھے۔
نسخے کی کتابت نہایت معمولی ستعلیق ھے۔ جابجا کرم
خوردہ ھونے کے باعث بعض اشعار نہیں پڑھے جاسکے۔ کل
اشعار کی تعداد ۲۰۹ ھے۔ دوھرے اور فردیات سے
پاك ھے۔ آغاز میں بسم اللہ الرحمن کے تحت نام "بارہ ماسی"
سرخ روشنائی میں لکھا ھوا ھے۔ چوں کہ گجراتی زبان
میں "بارہ ماسہ" کو "بارہ ماسی" کہا جاتا ھے اسلیے
اسکا علاقہ گجرات میں لکھا جانا قرین قیاس ھے۔ اس
نسخے میں ترقیمہ نہیں ھے۔

نسخہ مطبوعہ (م): ۔ اگست سنہ ۱۸۹۷ء میں ایك کتاب
"مجموعہ تصوف" کے نام سے نولکشور پریس کانپور سے
شائع ھوئی تھی۔ اسکے مولف شیخ برھان تھے۔ اس میں

تصوف سے متعلق متفرق رسالے نظم و نثر کے ھیں۔ چنانچہ
ان میں سے ایك بکٹ کہانی والا بارہ ماسہ بھی ھے۔ خاتمہ
پر مولف نے لکھا ھے " یہ کتاب لاجواب پسند ھے پیر و شاب
لاخوف الموسوم یہ مجموعہ تصوف بحر عرفان برائے افادہ
رھرو سالکان جو کہ انتخاب جمع کیا ھوا ذرہ بے مقدار
خاکسار ھیچمدان خاکپائے مسلمانان و سالکان بنام شیخ
برھان باشندہ حال ملازم پلٹن پانچویں علاقہ حیدر آباد کنٹنجنٹ
کا ھے۔ اس خاکسار کو نہایت شوق راہ طریقت کی ھے
سو نہایت محنت و مشقت سے یہ چند رسالے جمع کیے.. "

یہ نسخہ سہایت غلط چھپا ھے۔ اشعار کی تعداد ۲۳۲ ھے۔
بہت سے اشعار الحاق معلوم ھوتے ھیں۔ اس میں صرف
ایك دوھرہ ھے۔

نسخہ مطبوعہ (ش): ۔ یہ وہ منتخب اشعار ھیں جو
محمود شیرانی نے اپنے قلمی نسخے سے انتخاب کرکے "پنجاب
میں اردو" میں شامل کر دیے ھیں۔ پنجاب یونیورسٹی
لاھور کے شیرانی کلکشن میں راقم کی نظر سے ایك سے
زائد مکمل و ناقص نسخے فروری سنہ ۱۹٦٥ ء کے سفر
لاھور میں گذرے تھے۔ لیکن ان سے استفادہ نہیں کیا
جا سکا۔ شیرانی کلکشن کا نسخہ (نمبر ۱٤۰۹) مکمل ھے
اور " پنجاب میں اردو " میں شیرانی نے اسی نسخے کا

انتخاب دیا ھے۔ اسکے ساتھ ''بارہ ماسہ، تصنیف کرپارام''
بھی منسلک ھے جسکی زبان برج بھاشا ھے۔ دوسرا، بیاض
ریختہ نمبر ۵۲۱ میں درج ھے۔ تیسرا نسخہ جو نہایت خراب
خط میں ھے دیگر پانچ رسالوں کے ساتھ نمبر ۲۲۴۶ ھے۔

''بکٹ کہانی'' کے متن کی تصحیح اور تعین کرتے
وقت مرتبین کو بعض لسانی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا ھے جن
کا اظہار یہاں ضروری ھے۔ چوں کہ اس کے ایک سے زائد
نسخے موجود ھیں اور یہ تمام شمال تا دکن مختلف علاقوں
اور کاتبوں کے لکھے ھوئے ھیں اسلیے ایک ھی لفظ کی
مختلف بولیوں (دکنی ، برج بھاشا ، کھڑی، ھریانی) کے زیر
اثر مختلف شکلیں لکھی گئی ھیں۔ مثلا نسخہ نمبر ۹ میں
(جسکا کاتب ضلع میرٹھ کا رھنے والا ھے) (مُوں) کو
(میں)، (سیں ، سوں) کو (سے)، (چھانڈ ، چھاڈ)،
کو (چھاڑ)، (گرے) کو (گاے) وغیرہ لکھا گیا ھے۔
اسکے برعکس دکن میں لکھے ھوئے نسخے نمبر ۷ میں
بعض تحریفات دکنی اردو کے تلفظ اور قواعد کے مطابق
کر لی گئی ھیں۔ مثلا (ون) کی جمع کے بجائے (ان)
کی جمع بنا دی گئی ھے۔ (باتاں) بجائے (باتیں) وغیرہ۔
مختلف بولیوں کی اس آنکھ مچولی میں افضل کے صحیح
متن کا تعین خاصا پریشان کن رھا ھے۔ خاص طور پر

اسلیے که افضل اپنے وطن پانی پت کی هریانی بولی سے
بہت کم متاثر نظر آتا هے۔ لهذا بکٹ کہانی کے متن کا
تعین کرتے وقت نه صرف اختلاف نسخ بلکه اس عہد کی
بولیوں کے نازك اختلافات پر بھی نظر رکھی گئی هے۔
مجموعی طور پر یه حکم لگایا جا سکتا هے که اسمائے ضمیر
اور حروف کے تنوع کے باوجود بکٹ کہانی میں جدید
اردو کے پہلے خط و خال نظر آتے هیں۔

آخر میں ڈاکٹر عبادت بریلوی کا شکریه ادا کرنا
ضروری هے جن کی وساطت سے مرتبین کو انڈیا آفس لائبریری
کے نسخوں کی نقلیں حاصل هوئیں۔ پروفیسر آل احمد سرور،
اور سید بدیع حسینی صاحب بھی شکریه کے مستحق هیں؛
جنھوں نے علی الترتیب رام پور اور سالار جنگ میوزیم
لائبریری کے نسخوں کی نقول فراهم کیں۔ ۱

حیدرآباد
۲۵ اکتوبر سنه ۱۹٦۵ ء

مسعود حسین خاں

---

(۱) نسخه جات نمبر ۱، ۲، ۳، ٤، ۵، ٦، اور (م) کی تفصیلات
ڈاکٹر نور الحسن هاشمی کی تحریر کرده هیں۔

بِکٹ کہانی

۱ سنو سکھیو! بِکٹ میری کہانی

بھئی ہوں عشق کے غم سوں دِوانی

۲ نہ مجھ کوں بھوک دن، نانیند راتا[۱]

بِرہ کے درد سوں سینہ پِراتا[۲]

۳ تمامی لوک[۳] مجھ بوری[٤] کہے ری

خرد گم کردہ، مجنوں ہو رہی ری

٤ نہیں اس درد کی دارو، کسی کَن

بھئے حیران، سبھی حکمائے ذوفن

٥ ارے جس شخص کوں، یہ دیو لاگا

سیانا[٥] دیکھ اُس کوں، دور بھاگا

٦ ارے! یہ ناگ جس کے ڈنک لاوے[٦]

نہ پاوے گاڈرو[۷]، جیوڑا گنواوے

---

(۱) راتا: رات (۲) پِراتا: درد کرنا (۳) لوک: دنیا (٤) باوری: باؤلی (٥) سیانا: جھاڑ پھونک کرنے والا ـ عامل (٦) ڈنک لانا: ڈسنا، (''ڈس'' اور ''ڈنک'' دونوں سنسکرت کے ''دَنش'' مادہ سے نکلے ہیں اور پرانی اردو میں ہم معنی ہیں) (۷) گاڈرو: سانپ کے زہر کو اتارنے کا منتر یا اتارنے والا، سپیرا ـ

۷ ارے! یہ عشق ھے یا کیا بلا ھے
کہ جس کی آگ سے، سب جگ جلا ھے

۸ کہ جس کے اندرون آتش پڑے ری
ارے دن رین سُلگت وہ مرے ری

۹ وھی جانے کہ جس کے تن لگی ھے
برہ کی آگ، تن من موں[1] دگی[2] ھے

۱۰ بوائی[3] کی نہیں جس شخص کوں پیر[4]
چہ داند درد دیگر را ارے بیر[5]!

۱۱ بھئی بوری برہ بیراگ سیتی[6]
جرے[7] جیورا[8] مرا نت آگ سیتی

۱۲ کہیں گھر کے سبھی لوگ اور لُگائی[9]
تمامی[10] شرم عالم کی گنوائی

۱۳ چہ سازم، چوں کنم، کس کن[11] پکاروں
جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں[12]

---

(۱) موں (برج): میں (۲) دگی (دگدگانا): جلنا، دھکنا۔
(۳) بوائی: ایڑھی کا پھٹ جانا، ایڑھی کا زخم (٤) پیر: درد۔
(٥) بیر: بھائی (٦) سیتی: سے (۷) جرے (جرنا): جلنا (۸) جیورا، (جیوڑا): جی (۹) لُگائی: عورت (۱۰) تمامی: تمام، ساری۔
(۱۱) کن (کنے): پاس (۱۲) بچاروں (بچارنا): سوچنا۔

۱۴ به جانم بے دوا آزارِ عشق است •
هوں داند که او بیمار عشق است

۱۵ اگر شاه است هم سر گشتهٔ اوست
و گر باشد گدا پابستهٔ اوست

۱۶ کسے را می کند رسوائے بازار
کسے را می نماید بر سر دار

۱۷ غلامے را کند شاهِ جوان بخت
شهے را می نماید بنده بر تخت

۱۸ به مسجد، کعبهٔ وادیار[۱]، عشق است
به دار و کوچه و بازار عشق است

۱۹ به عالم هر چه بینی کارِ عشق است
کنون قالو بلیٰ آثار عشق است

۲۰ زلیخا را نمود از خانه بیرون
نموده قیس را، دیوانه، مجنون

۲۱ چنیں، چندیں کسان در قیدِ او بند
هزاران شیر، شرزه صیدِ او بند

۲۲ مرا از خانمان آواره او ساخت
فقیر و مفلس و بے چاره او ساخت

۲۳ نمود از آشنا بیگانه مارا
چو مجنون کرد در ویرانه مارا

---

(۱) ادیار: جمع دیر۔

۲٤ شکیب و صبر از جانم ربوده
در خواری[1] بروے من کشیده

۲۵ کبھے دیوانه کر هشیار سازد
کبھے از زندگی بیزار سازد

۲٦ نه دے یك دم مجھے دن رین میں چین
اندھیرے هو چلے رووت مرے نین

۲۷ پڑا جب عشق کا شه مجھ اُپر دھائے[1]
گریزاں گشت ٹھاکر[2] عقل کا هائے!

۲۸ جنوں در ملك جاں جھنڈا گڑایا
سمجھ اور بوجھ کا تھانا[3] اٹھایا

۲۹ به تختِ دل چو شه مذکور آیا
شگن کو آه کا دھونسا[4] بجایا

۳۰ خرد کے گھر میں جا دُھمس مچائی[5]
متاع صبرو تسکین سب لٹائی ہ

---

(۱) دھائے (دھانا) : حمله آور هونا (۲) ٹھاکر : سائیں ، مالك ۔ (۳) تھانا : چوکی ، پہره (٤) دھونسا : نقاره، ڈنکا (۵) دُھمس مچانا : کوٹنا ، ٹھونکنا ، هنگامه کرنا ۔ (محمود شیرانی نے اس لفظ کو "دھومش" پڑھا ھے اور پھر اسکی تشریح یه کی ھے "لفظ دھوم هندی ھے اس پر باقاعده فارسی شین اضافه کرکے حاصل بالمصدر دھومش بنا لیا ھے") ؟؟

۳۱ هزاراں درد و غم کی آگ لا کر[۳]
تمامی ٹھاٹ عشرت کا جلا کر

۳۲ کیا مجھ دستگیر آں شاہ بیداد
چہ سازم، چوں کنم، فریاد! فریاد!!

۳۳ پیالہ عشق کی مے کا پلایا
کیا بے خود مجھے، مجھ سوں بُھلایا

۳۴ بہ زنجیرِ دو زلفِ ماہ رخسار
نمودہ دست و پایم را گرفتار

۳۵ بہ طوقِ حلقہ ھائے گوش دلدار
نمودہ گردنِ مارا گراں بار

۳۶ ز مژگاں تیر و از ابرو کماں دار
دو نرگس مست چشم شوخ عیار

۳۷ نگہبانم نمودہ، وائے، صد وائے!
ز ظلمِ آں دو ظالم ھائے، صدھائے!

۳۸ کیا محبوس در زندانِ ہجراں
لگا تب آں کر درد و غمِ جاں

۳۹ پیالہ بے قراری کا دیا سنگ
حسب رفت و نسب، ہم نام و ہم ننگ

---

(۳) آگ لانا: آگ لگانا.

٤٠ گدا ہوکر پھروں رسوائے بازار
شود گاہے کہ یابم بھیکِ دیدار

٤١ بہت مدت گئی کرتے گدائی
پیا کے وصل کی تب بھیک پائی

٤٢ نمود از قید ہجر آزاد شاہم
نمودہ سوئے باغ وصل راہم

٤٣ بہ تختِ عقل و ہوش آورد بازم
مہیا کرد جملہ عیش و سازم

٤٤ خدا کی سوں ۱ نہ دیدم شوخ عیار
چو عشق اندر جہاں گشتیم بسیار

٤٥ خرد گم کردہ را فرزانہ سازد
بہ دم فرزانہ را دیوانہ سازد

٤٦ جو بیتا مجھ اُپر زیں قصۂ تام
یقیں ترگشت قولِ ''مولوی جام'' ۲

٤٧ ''بیا اے عشق پر افسوں و نیرنگ
کہ باشد کارِ تو کبھ صلح کبھ جنگ

٤٨ کبھے فرزانہ را دیوانہ سازی
کبھے دیوانہ را فرزانہ سازی

---

(۱) سوں : قسم (۲) حضرت جامی .

۴۹ چو بر زلف پری رویاں نہی بند
بہ زنجیرِ جنوں افتد خردمند

۵۰ اگر زاں زلف بندے بر کشائی
چراغِ عقل یا بد روشنائی"

۵۱ پیانے کر ۱ پکڑ جب گر ۲ لگائی
تمامی ۳ آگ تن من کی بجھائی

۵۲ چو شد مدت پیا کے ساتھ رہتے
سخن بایک دگر کہتے و سنتے

۵۳ جو حیلہ عشق نے دے کر اٹھایا
فلك دشمن مرے پیچھے لگایا

۵۴ مرا سکھ دیکھ اس کوں حسرت آئی
نہادہ بر دلم داغ جدائی

۵۵ بکٹ قصہ، نپٹ ۴ مشکل کہانی
دِوانی کی سنو سکھیو! کہانی

۵۶ ملن پاچھے بچھڑنا یو کٹھن ہے
کہو اب زندگی کا کیا جتن ہے

۵۷ چہ می سازم کہ پھر دلدار پاؤں
بہ خلوت گاہِ جاناں بار پاؤں

---

(۱) کر : ہاتھ (۲) گر (گل) : گلا (۳) تمامی : تمام، ساری ۔
(۴) نپٹ : بہت، بے حد ۔

۵۸ رسیدہ بر سرم ہنگام برسات
سجن پردیس ہیں ہیہات! ہیہات!!

۵۹ چڑھا ساون، بجا مارو نقازا
سجن بن کون ہے، ساتھی ہمارا

۶۰ گھٹا کاری۱ چہاروں اُور۲ چھائی
برہ کی فوج نے کینی۳ چڑھائی

۶۱ پپیہا پیو پیو نس۴ دن پکارے
پکارے داُدر۵ وجھینگر جھنگارے

۶۲ ارے جب کوك کویل نے سنائی
تمامی تن بدن میں آگ لائی

۶۳ اندھیری رات جگنو جگمگاتا
اری جلتی کے اوپر پھوس لاتا

۶۴ سنی جب مور کی آواز بن سوں
شکیب از دل گیا، آرام تن سوں

۶۵ بھرے جل تھل، بھیا سر سبز عالم
رہا حل، وصل کا، سوکھا نہالم

---

(۱) کاری : کالی (۲) چہاروں اُور : چاروں طرف (۳) کینی : کی (۴) نس : رات (۵) داُدر : مینڈك ۔

٦٦ هنڈولے چڑھ رہیں سب نار پیو سنگ
حسد کی آگ نے جارا[۱] مرا انگ

٦٧ چلا ساون مگر ساجن نہ آئے
اری کن دُتیوں[۲] نے ٹونے چلائے[۳]

در بیان ماہ دوم : بھادوں

٦٨ سکھی! بھادوں نپٹ تپتی پڑے ری
تمامی تن بدن میرا جرے ری

٦٩ سیہ بادر[٤] چہاروں اُور چھائے
لیا مجھ گھیر، پیو اجھوں[٥] نہ آئے

٧٠ جھڑی پڑنے لگی اور رعد گرجا
تمامی تن بدن جیو جان، لرجا[٦]

٧١ اکیلی دیکھ، نس کاری ڈراوے
تمامی رین دن، برھا ستاوے

٧٢ گھٹا کاری کے اندر بیج[٧] چمکے
ڈرے جیوڑا کڑک سن دیہہ[٨] دھمکے[٩]

---

(۱) جارا (جرانا) : جلانا (۲) دُتی : لگانے بجھانے والی، خراب عورت (۳) ٹونا چلانا : سحر کرنا (٤) بادر : بادل (٥) اجھوں (اجھوں) : ابھی تک (٦) لرجا (لرزا) : لرزنا (٧) بیج : بجلی۔ (۸) دیہہ : جسم (۹) دھمکنا : دھلنا۔

۷۳ پیا بن سیجری ۱ ناگن بھئی رے
ھنسن کھیلن کی سگری ۲ سدھ گئی رے

۷٤ سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت ھیں
ھمن سی با پیاں رت دکھ بھرت ھیں

۷۵ پیا پردیس جا ھم کوں بسارا
نہ جانوں کیا گنہ دیکھا ھمارا

۷٦ گھٹا غم کی اُمڈ چھاتی سوں آئی
اری دو نین نے برکھا لگائی

۷۷ اری نس دن بٹاؤ ۳ پوچھ ھاری
خبر پیو کی نہ پائی، ھائے ماری

۷۸ حری پوتھی، بمن ٤ سب مر گئے ری
بھیا کت ۵ کاگ ٦، اُودھو ۷ کت رھے ری

۷۹ خدا را، اے صبا بیں حال مرا
پیا کوں کہہ، کرے ٹک آئے پھیرا

---

(۱) سیجری : سیج (۲) سگری : ساری (۳) بٹاؤ : راہ گیر، مسافر (٤) بمن : برھمن، جو پوتھی دیکھ کر قسمت کا حال بتاتا ھے (۵) کت : کہاں (٦) کاگ : کوّا، جسکے بولنے سے کسی آنے والے کی خبر ملتی ھے۔ اور جو پیامی کا کام بھی دیتا ھے (۷) اودھو (س : اُدّھو) : کرشن کا ایک سکھا (ساتھی)، جسے پیامی بنا کر کرشن نے گوپیوں کے پاس بھیجا تھا۔ قاصد۔

۸۰ کہو پیو کی خبر پوچھوں کسے جائے
لکھوں پتیاں[1] کسے دیوں، ھائے رے ھائے!

۸۱ کوئی ایسا نہیں اس جا کہے ری
که میرا حال آ دیکھے رھے ری

۸۲ دھل رحلت کا بھادوں نے بجایا
اجھوں لگ سانورا پردیس چھایا[2]

دربیان ماہ سوم: کنوار

۸۳ سنو سکھیو! که رت آسوج[3] آئی
پیارے کی خبر اب لگ[4] نه پائی

۸۴ کہو کیسے جیویں پیو باج[5] ناری
جنھیں روت گئی ھے عمر ساری

۸۵ لکھوں پتیاں ارے اے کاگ! لے جا
سلونے، سانورے، سندر پیا پا[6]

۸۶ کلیجه کاڑ[7] کر تجھ کوں کھلاؤں
ترے دو پنکھ پر بلہار جاؤں

---

(۱) پتیاں (پتر): خط (۲) چھایا (چھانا): بس جانا، تاخیر کرنا، رکنا
(۳) آسوج: آشون (کنوار) کا مہینه (٤) لگ: تك (٥) باج: بغیر (٦) پا: تك، کو (۷) کاڑ (کاڑنا): نکالنا ۰

۸۷ سندیسہ پیو کا مجھ کوں سناؤ
پیا کا مکھ بچن مجھ کوں لے آؤ
۸۸ کنا گت[1] نیورتی[2] جب پی جماوے[3]
مہر کرکے تجھے دیکھے بلاوے
۸۹ سلام از طرف ایں غم خوار کیجو
پگن[4] کوں پرس[5] . پاتی[6] هات دیجو
۹۰ ارے یہ کاگ پاپی ٹک نہ مانے
مرم[7] دل درد مندوں کا نہ جانے
۹۱ همارے کنتھ[8] کے جو دیس جاوے
کنا گت ، نیورتی هر دو جو آوے
۹۲ سکھی گر کام جو . باشم چہ باشم
بدست تند خو باشم چہ باشم
۹۳ کنا گت ، نیورتی هر دو گئے ری
نہ آیا کنت ، کس گھر رم[9] رهے ری

(۱) کنا گت : آشون (کنوار) مہینے کا اندھیرا پاکھ جو بعض مذهبی رسومات اور ضیافتوں کے لیے مبارک خیال کیا جاتا هے (۲) نیورتی (س : نو راتر) : آشون کی پہلی نو راتیں ، جس میں درگا کی پوجا هوتی هے (۳) جماوے (جمانا) : کھانا کھلانا (٤) پگن (برج) : پاؤں (٥) پرس (س : اسپرش) : چھونا (٦) پاتی (پتر) : خط (۷) مرم : بھید ، رمز (۸) کنتھ (کنت) : پیارا ، محبوب (۹) رم رهنا (رمنا) : بس جانا ، بیٹھ جانا ۔

۹٤ دسہرہ پوحتی گھر گھر سکھی رہے
کرم میرے نہ جانو کیا لکھی رے

۹۵ ارے سبزك ۱ ، پیاکے باغ جاکر
اپن کو بے وفا سیتی اَلکا[2] کر

۹٦ کہو ، اے سنگ دل ، تب منہ دکھاؤں
ترے مکھ سیں اگر یك قول پاؤں

۹۷ کہ گھر جا برھنی کو کر ، لگاؤ
پکڑ بَہیاں ۳ پلنگ اوپر سلاؤ

۹۸ کہ تیرے ھجر سوں دین رین روتی
یہ غم سب جوبنا تجھ باج کھوتی

۹۹ بہ اغیار اے صنم! تو سکھ کرت ھے
تمن بن برھنی ، نت دکھ بھرت ھے

۱۰۰ دیا پردیس میں تَیں ٤ غیر کوں راج
بُھلایا گھر ، نہیں تجھ نین موں ٥ لاج

۱۰۱ تجھے اے سنگ دل! کیسے پڑی چین
گئے ھیں تجھ بنا رووت مرے نین

۱۰۲ ارے ظالم! نہ داری خوف رب کا
قیامت نزد ھے کر فکر تب کا

---

(۱) سبزك : نیل کنٹھ جسکا بولنا نیك شگون سمجھا جاتا اور جسے پیای بھی سمجھتے ھیں (۲) اُلکانا : چھپانا (۳) بَہیاں : بانہیں (٤) تَیں : تو (٥) موں : میں -

۱۰۳ ڈراکر از درون درد منداں
که می سوزد ز آتش سنگ سنداں ۱

۱۰۴ سکھی اس سوچ غم میں عمر جاتی
سبھوں سے غم پیارے کا ساتی

۱۰۵ که شایه جا کہے کوئی سجن کوں
سنے پھر آن کر دیکھے همن کوں

۱۰۶ سکھی! آسوج رت چلتی رهی رے
سجن بن ، برهنی جلتی رهی رے

در بیان ماه چهارم : کاتك

۱۰۷ گیا آسوج کاتك مانس ۲ آیا
سلونے شیام کوں پردیس بھایا

۱۰۸ گئی برسات رت ، نکھرا فلك سب
نمی دانم که ساجن گھر پھریں کب

۱۰۹ بھئی مجھ سیج ، بن پیو ناگنی رے
ستاوے دوسرے ، رت چاندنی رے

۱۱۰ بھئی چاندن ۳ پیا سنگ ناریوں کوں
بھئی بپتا همن سی خواریوں کوں

---

(۱) سنگ سنداں : سخت پتھر (۲) مانس (ماس) : مهینه (۳) چاندن : چاندنی ـ

۱۱۱ دواری[1] جاوے ھے گھر گھر و بازار
پیا گلزار، راکھے دیوری[2] بار[3]

۱۱۲ کنارے لگ رھی پیو بن اکیلی
بھئی ھے زندگی مجھ پر دُھیلی[4]

۱۱۳ سکھی! یہ درد و غم کا[5] سوں کہوں جائے
نہ نکست[6] جیو، مروں پس کھائے رے ھائے!

۱۱۴ اری اس درد سوں پیلی بھئی رے
تمامی دیہہ برھا نے دھی[7] رے

۱۱۵ بھئی بوری، گئی سُدھ بُدھ نہیں چین
ھوئے اندھے مرے رووت دؤو[8] بین

۱۱۶ پیا بن ایکلی[9] کیسے رھوں ری
ستم اوپر ستم کیسے سہوں ری

۱۱۷ ارے اے جوشیو[10] تم سانچ بولو
ملے مو[11] سوں بدیسی شیام کَئو لو[12]

---

(۱) داوری: دوالی (۲) دیوری (دیولی): دیا، چھوٹا چراغ - (۳) بار (ف): دروازہ (٤) دُھیلی: مشکل (٥) کا: کس - (٦) نکست (نکسنا): نکلنا (۷) دھی (دھنا): جلانا، پھونک دینا (۸) دؤو (برج بھاشا): دونوں (۹) ایکلی: اکیلی (۱۰) جوشی: جوتشی (۱۱) مُوسوں: مجھ سے (۱۲) کَئو لو: کب تک -

۱۱۸ برھمن پوچھ ھماری کچھ نہ پایا
اری میں پوچھ دونا دکھ بڑھایا

۱۱۹ بھئی چپکی نہ پوچھوں اب کسی کوں
نہیں دستا[۱] کوئی مجھ غم رسی کوں

۱۲۰ کہا[۲] کریئے کہو، کت جائے رھئیے
لکھا اپنے درم[۳] کا پائے رھئیے

۱۲۱ نجانوں پیو جدا کب لگ رھے گا
نکس[٤] جیو کب تلک یہ دکھ سہے گا

۱۲۲ چلی کاتک کی رت کیا کیجئے ری
سلونے بن نہیں اب جیو رھے ری

در بیان ماہ پنجم : اگہن

۱۲۳ سکھی ! اگہن سیہ رو مانس آیا
سجن آئے نہ کاگد[٥] لکھ پٹھایا[٦]

۱۲٤ بھیا موسم جملک، سردی بھئی رے
اجھوں لگ غم اگن تن موں رھی رے

۱۲٥ پھروں بیاکل[۷] ندارم چین یک دم
اٹھوں، بیٹھوں، چڑھوں برنام، ھردم

(۱) دستا (دسنا) : دکھائی دینا (۲) کہا (برج) : کیا (۳) کرم : نصیبہ، قسمت (٤) نکس (نکسنا) : نکلنا (٥) کاگد : کاغذ۔ (٦) پٹھانا : بھیجنا (۷) بیاکل (ویاکل) : بے چین، بے کل۔

۱۲۶ براهش منتظر باشم شب و روز
بهر کس گویم این افسانه دل سوز

۱۲۷ پیا کی باٹ نس دن دیکھ هاری
گئیں انکھیاں مری در انتظاری

۱۲۸ عنان دل زدستم چھٹ گئی رے
تمامی هوش و عقلم لٹ گئی رے

۱۲۹ نصیحت کب تلك مجھ کو کرو ری
مرے پیچھے اناحق[۱] مت پڑو ری

۱۳۰ اری مجھ چھانڈ[۲] ایسے کام لاگو
دوانی جان، مجھ سیں دور بھاگو

۱۳۱ نہ میں تُمری[۳]، نہ تم میری کھاؤ
اری سکھ اپنے کوں، تم آگے لاؤ

۱۳۲ نصیحت کر مجھے کا ھے جلاؤ
کرو کچھ فکر پیارے سوں ملاؤ

۱۳۳ والّا در دلم یوں آوتا ھے
یہی سب عاشقوں کو بھاوتا ھے

---

(۱) اناحق: ناحق (اسمیں هندی کا ''آ'' نفی زائد لگا دیا گیا ھے)۔
(۲) چھانڈ (چھانڈنا): چھوڑنا (۳) تمری: تمھاری (٤) کھاؤ
(کھانا): کھلانا۔

۱۳٤ کروں کنٹھا۱ اری! سب چیر۲ پھاڑوں
تمامی بھیس جوگن کا سنواروں

۱۳ دھونی ڈاروں۳ پیا کے دیس جا کر
ھزاراں ناد سالے کے بجا کر

۱۳٦ الکھ٤ جا دل ربا کا در حُگاؤں
پیا کے درس٥ کی تب بھیك پاؤں

۱۳۷ مجھے امید تھی پیو کے ملن کی
نہیں اب آس جیورا کے رھن کی

۱۳۸ اگھن دکھ دے چلا اب کیا کروں ری
پیا بن تر پھتی٦ ھی اب رھوں ری

۱۳۹ سکھی! یہ مانس تو لك۷ مانس بیتا
مدیسی شیام نے پھیرا نہ کیتا۸

در بیان ماہ ششم: پوس

۱٤۰ اگھن دکھ دے گیا اب پوس آیا
پیا کی چاہ نے غلبہ اٹھایا۹

(۱) کنٹھا کرنا: گلے میں مالا پہننا (جوگی بننے کے لیے)۔
(۲) چیر: کپڑا، لباس، دوپٹہ (۳) دھونی ڈارنا: دھونی رمانا۔
(٤) الکھ: چھپ کر (٤) در حُگانا: نگہبانی کرنا (٥) درس: درشن، دیدار (٦) ترپھتی: تڑپتی (۷) لك: لاکھ (۸) کیتا: کیا۔
(۹) غلبہ اٹھانا: شورش کرنا۔

۱۴۱ پڑے پالا کرے تھر تھر مری دیہہ
سکھی! کسی نہ گھڑی لاگا مرا نیہ ا

۱۴۲ کریں عشرت پیا سنگ ناریاں سب
میں ہی کاپوں اکیلی، ھائے یارب!

۱۴۳ بھیا تن کوئیلا جل جل پیا بن
بھیا یہ مانس مجھ پر سال نس دن

۱۴۴ نہیں اس مانس موں مجھ جیو کی آس
کہو! پیو کوں پکاروں جائے کس پاس

۱۴۵ سکھی! کچھ نہیں پیا بن زندگی رہے
کہے کوی جائے پیا سوں بندگی[۲] رہے

۱۴۶ نہ دیکھا ٹک ھوں مکھڑا سجن کا
پڑا ساسا[۳] مجھے جیو کے رھن کا

۱۴۷ برہ نے آئے چاروں اور گھیری
مجھے کاھے جنی تھی مائے[٤] میری

۱۴۸ کیا غم نے بجانم آئے ڈیرا
کتھا میری کہو پیو سوں سویرا[٥]

۱۴۹ وگر نہ جان زتی چلتا رھے گا
اگن غم موں جگر جلتا رہے گا

---

(۱) نیہ (س: سنیہ): محبت (۲) بندگی کہنا: سلام عرض کرنا۔
(۳) ساسا: ڈر، خوف (٤) مائے: ماں (٥) سویرا: جلد۔

۱۵۰ اجی مُلّاں[۱]! مرا ٹک حال دیکھو
پیارے کے ملن کی فال دیکھو

۱۵۱ لکھو تعویذ پی آوے ہمارا
و گر نہ جائے ہے جیوڑا بچارا

۱۵۲ تمہارا مجھ اُپر احسان ہو گا
گویا مردے کے تئیں حیودان ہو گا

۱۵۳ ارے سیانو! تمہیں ٹونا کرو رے
پیا کے وصل کی دعوت پڑھو[۲] رے

۱۵٤ سکھی! میں پوچھ دیکھی سب سیانے
بھئے اس فکر سوں مجنوں، دوانے

۱۵۵ ارے لوگو! میں کانورو[۳] دیس جاؤں
سلونے شیام کو ٹونا چلاؤں

۱۵٦ کوئی امید میری بر نہ لایا
دیا مجھ کوں سبھوں نے دکھ سوایا

۱۵۷ کہے گا سو کروں گی آؤ رے، ہائے
مکھ اپنا ٹک ہمیں دکھلاؤ رے، ہائے!

---

(۱) ملاں: ملا (انفی) (۲) دعوت پڑھنا: بلانے کے لیے وظیفہ پڑھنا، دعا کرنا (۳) کانورو دیس (س: کام روپ): نام ہے مغربی آسام کا جہاں کا جادو مشہور ہے۔

۱۵۸ ارے گھر آ، اگن میری بجھاوے
کتھا میری سنے اپنی سناوے
۱۵۹ اری سکھیو! کہاں لگ دکھ کہوں ری
بھئی حیران دکھ کب تک سہوں ری
۱۶۰ تمھیں ٹُک کر پکڑ سمجھائے کہیو
پگن پر سیں[1] دھر کے لائے کہیو
۱۶۱ کہ بے جان ہو رہی جا کر خبر لے
کہ ٹُک ہو حا۔ دوانی کو صَبَر دے
۱۶۲ سکھی! اودھو کون سگرا دکھ سنایا
نپٹ سمجھائے کر دکھڑا جتایا
۱۶۳ نہ مانا ان، کہو، کیا حتن کیجیے
ارے اپنے کرم کو دوس دیجے[2]
۱۶۴ چلا پوس اے سکھی! آیا نہ پکھ ھاتھ
نہ سوئی سیج پر دلدار کے ساتھ
۱۶۵ ظُلَم مجھ پر سکھی! بہوت ھی کیا ھے
جدائی کا ھمن کو غم دیا ھے
۱۶۶ ھزاراں درد دکھ دے پوس بیتا
کروں کیا اب مکانش[3] ماہ لیتا

---

(۱) سیں : سر (۲) دوس دینا : الزام دینا (۳) مکانش (مکان + ش) : اسکی جگہ ۔

۱۶۷ نمی دانم کہ بامن کیا کرے گا
نہیں ایسا کہ سائیں ۱ سوں ڈرے گا

در بیان ماہ ھفتم : ماگھ

۱۶۸ گیا پوس اے سکھی اب ماہ ۲ آیا
پیا نے جانے کر پردیس چھایا

۱۶۹ فراق اب ماہ نے مجھ کوں دیا ھے
پیا نے نئیں اجھوں پھیرا کیا ھے

۱۷۰ ارے نُس ۳ ماہ اپنا موڑیا ری
مجھے غم کی اگن از نو دیا ری

۱۷۱ بہ ہر خانہ بسنت گانویں سکھی ری
زیادہ آگ تن میں اب لگی ری

۱۷۲ سکھی! مجھ سی نہیں بوری دوانی
سنو دن رین کی موری کہانی

۱۷۳ پھروں بوری بہ زور ار درد دلدار
میان کوچہ و صحرا و بازار

۱۷۴ چو شب شد چنگ قامت کا بناؤں
ارے، میں آنسوؤں کے تار لاؤں

---

(۱) سائیں : آقا، مالک (۲) ماہ : ماگھ مہینہ (۳) نُس (ف) : منہ، رخ۔

۱۷۵ خیال او نشانم پیش دیده
سرایم درد جانم غم کشیده

۱۷۶ که دلدارا! بحال ما نظر کن
سلیمان وار بر مورے گذر کن

۱۷۷ ایسا پردیس جا دل سنگ نہ کیجئے
بجز برھن کسی کوں دل نہ دیجئے

۱۷۸ ارے ظالم تجھے بھایا بدیسا[1]
مجھے دن رین ہے تیرا اندیسا[2]

۱۷۹ تمن بن ایك دن سو برس بیتے
نہ یك ساعت ترا اندوہ چیتے[3]

۱۸۰ نہ بھولے مجھ کو اك ساعت تری یاد
نہیں تو نے کیا مجکوں کبھے شاد

۱۸۱ بہت مدت گئی آون نہ کیمو[4]
ویا کاگد کسی کوں لکھ نہ دینو[5]

۱۸۲ ایتی[6] سختی کہو جی کن[7] سکھائی
ارے کچھ لاج دنیا کی نہ آئی

---

(۱) بدیسا : بدیس (۲) اندیسا (اندیشہ) : فکر (۳) چیتے (س : چیوت) : گرنا ، ھٹنا ، دور ھونا (٤) کینو (کینا) : کیا (٥) دینو (دینا) : دیا (٦) ایتی : اتنی (۷) کن : کس نے ۔

۱۸۳ عہد کر کر گئے اجھوں نہ آئے
اری کن سوت نے ٹونے چلائے

۱۸٤ دغا بازی مسافر سوں نہ کیجئے
اپنا دکھڑا غریبوں کو نہ دیجے

۱۸۵ کیا سب جوبنا ھیہات ، ھیہات!
نہ پوچھی یک زرا ٹک آئے کے بات

۱۸٦ جو جانے تھا کروں گا بے وفائی
کرے تھا کیوں ھمن سوں آشنائی

۱۸۷ جو ایسا جانیے تو من نہ لیجے
کپٹ کی پیت پیچھے سوں نہ کیجے

۱۸۸ گئی سو جانے دے، اب آؤ گھر رے
ارے ظالم! خدا کا خوف کر رے

۱۸۹ نمانی[1] کو ارے ٹک دَرْس دیجو
بِرْھنی کا صَبَر سر پر نہ لیجو

۱۹۰ ترے غم سوں یہ لب جاں آرھا ھے
ملو تو واہ، وا، نا تو دغا ھے

۱۹۱ سکھی! دن یوں گیا نس یوں بہانی[2]
ھماری پیر تم نے کچھ نہ جانی

---

(۱) نمانی : غریب ، مسکین ، شرمگیں (۲) بہانی (بہانا) : گذارنا ، کاٹنا ـ

۱۹۲ تم اپنے لال[1] سوں سب سکھ کرت ہو
من کے کام میں دھیرج دھرت[2] ہو

۱۹۳ سکھی! دھن بھاگ[3] ہیں دھن بھاگ تہارے[4]
سدا تم پاس ہیں ساجن تمہارے

۱۹٤ اری تم کون نہیں کچھ فکر میرا
مجھے چھانڈو کرت ہو کیوں بکھیڑا

۱۹۵ جہاں ساجن بسے اس دیس جاؤں
ارے یہ آگ تن من کی بجھاؤں

۱۹٦ اگر غم ہے تمہیں میری اگن کا
کرو کچھ فکر پیارے کے ملن کا

۱۹۷ سکھی! پھٹ[5] ہے پیا بن زندگی رے
کہے کوئی جا پیا سوں بندگی رے

۱۹۸ نہ دیکھا ماگھ میں مکھڑا سجن کا
ہوا پھاگن مگر رٹ ہے ملن کا

۱۹۹ گیا جب ماگھ دکھ دونا بھیا ری
سجن بن دیس مجھ سونا بھیا ری

---

(۱) لال: پیارا (۲) دھیرج دھرنا: ہمت رکھنا (۳) دھن بھاگ (دھنیہ بھاگ): خوش قسمت (٤) تہارے: تمہارے (۵) پھٹ: پھٹکار، لعنت۔

در بیان ماہ هشتم: پهاگن

۲۰۰ کیا جب ماگھ پهاگن مانس آیا
سکھی! مجھے پیا اس رت نہ آیا

۲۰۱ جو آیا ماہ پهاگن کیا کروں ری
سجن پردیس، میں نت دکھ بھروں ری

۲۰۲ ارے اُودھو سنو یہ دکھ ھمن سوں
کہو ٹک جائے پردیسی سجن سوں

۲۰۳ کہے برہن کہ پهاگن مانس آیا
سبھوں نے روپ رنگا رنگ بنایا

۲۰۴ چلیں بن ٹهن سبھی اپنے مَندر[1] سوں
کہ کھیلیں پهاگ جا اپنے سُندر[2] سوں

۲۰۵ معصفر[3] چونریاں سب پہر[4] آئیں
سبھوں نے کھوڑ[5] سوں مانگاں بھرائیں

۲۰۶ بہ چشم سیاہ، سرمہ سیاہ ڈاریں[6]
تبسم کر لب و دنداں اُگھاریں[7]

---

(۱) مندر: مکان، محل (۲) سندر: پیارا (۳) معصفر (ع): زعفرانی (۴) پہر (پہرنا): پہننا (۵) کھوڑ: مانگ کا چندن۔ (۶) ڈاریں (ڈارنا): ڈالنا، لگانا (۷) اگھاریں (اُگھارنا): نمایاں کرنا، دکھانا۔

۲۰۷ بہ دندان ہر یکے مسّی جمائی
کہوں کیا کچھ نہیں ہوتی بڑائی

۲۰۸ مژہ چوں تیر ، ابرو چوں کماں کج
ستادہ ہر یکے با شان و با سج

۲۰۹ عجائب بن رہے مکھ پر سیہ خال
گرے بدھی پڑھی ، درپائے خلخال

۲۱۰ نگہبان گنج خوبی کی دو ناگن
لٹکتی مکھ ابر مُرکائیں[۱] ساجن

۲۱۱ اگر وہ ٹک کسی کے ڈنک لاوے
لہر[۲] اس کی قیامت لک نہ جاوے

۲۱۲ اگر زاہد رود در کوئے ایشان
نماید یک نگاہے سوئے ایشان

۲۱۳ سنے ہر طرف سوں بچھوؤں کی جھنکار
دیکھے ابرن برن[۳] اور سات سنگار[٤]

۲۱٤ رود ہوشش زسر ، ہو مست سرشار
توڑے تسبیح رکھے بر کتف زنار

---

(۱) مُرکائیں (مرکانا) : بل کھانا ۔ یا دینا (۲) لہر : اثرِ زہر کا دور ۔
(۳) ابرن برن : زیور و ملبوس (٤) سات سنگار : مکمل آرائش
(سرمہ ، مہندی ، پان ، مسی ، چوٹی ، زیور ، افشان یا چوڑیاں)
سولہ سنگار بھی ہوتے ہیں ۔

۲۱۵ سلونی، سانوری اور سبز۱ گوری
سبھی کھیلیں پیا اپنے سیں ہوری

۲۱۶ بھرے رنگوں کے مٹکے ساتھ سب کے
اچھی پچکاریاں ہیں ہاتھ سب کے

۲۱۷ کلالی اندر بھئیں ہیں لال ساری
بجاویں دف پیا کے نال۲ ساری

۲۱۸ کہوں۳ ڈھولك، کہوں مردنگ باجے
کہوں سر منڈلا۴ اور طنبور گاجے

۲۱۹ بھریں چنگل عبیروں کے اڑاویں
کریں خوشحالیاں۵ چھیڑیں، چھڑاویں

۲۲۰ اپس میں دوہرے، غزلیں سناویں
عجائب ہوریاں۶، گاویں، گنواویں

۲۲۱ پڑی ہے دھوم کہنے میں نہ آوے
حسد کی آگ، تن میرا جراوے

۲۲۲ دھمالاں۷ کرتیاں گھر گھر بھرت ہیں
پیا سنگ ناریاں سب سکھ کرت ہیں

---

(۱) سبز: سانولا، سیاہ (۲) نال (پنجابی): ساتھ (۳) کہوں: کہیں (۴) سر منڈلا (سرمنڈل): ڈھول، طبلہ (۵) خوشحالیاں کرنا: خوش فعلیاں کرنا (۶) ہوریاں (ہوری) ہولی کے گیت (۷) دھمالاں (دھمال): دھما چوکڑی، اودھم۔

۲۲۳ ولے میں ہو رہی مرجھائی تم بن
هزاراں برس بیتے مجھ اُپر چھن

۲۲٤ نہیں تم کوں ارے کچھ غم ھمارا
کہ مطلق یاد میں ہم کوں بسارا۲

۲۲۵ نمی دانم چہ شد از من خطائے
کہ اب تك تم پیا گھر کوں نہ آئے

۲۲٦ اگر باشد خطایم بخش دیجو
خبر میری سویرے آئے لیجو

۲۲۷ وگرنہ حان زتن اھر پڑے گا
عبث توں آئے کے پھر کیا کرے گا

۲۲۸ خدا کو مان زودی رود۳ آؤ
کرم کر کر گرے سوں گر٤ لگاؤ

۲۲۹ ارے ظالم! ترے پیاں۵ پڑوں رے
دل و جاں تجھ اُپر قرباں کروں رے

۲۳۰ تری باندی کی باندی ہو رہوں گی
جو کچھ مجھ کوں کہے گا سو کروں گی

---

(۱) چھن: لمحہ، پل (۲) بسارا (بسارنا): بھولنا (۳) زودی رود: بہت جلد (٤) گرےسوں گر: گلے سے گلا (۵) پیاں (برج): پاؤں ـ

۲۳۱ کہے گا سو کروں گی آؤ رے ھائے!
مکھ اپنا ٹک مجھے دکھلاؤ رے ھائے!

۲۳۲ پیا تجھ بن نمانی[1] ھو رھی ھوں
نمانی کیا، دوانی ھو رھی ھوں

۲۳۳ ارے گھڑ آ جان میری بجھاؤ
کتھا میری سنو، اپنی سناؤ

۲۳٤ ارے اُودھو! کہاں لگ دکھ کہوں رے
ایسے مورکھ سیتی کاں لگ بکوں رے

۲۳٥ کہ بے جان ھو رھی ھے جا خبر لے
مت اپنے سر نمانی کا صَبر لے

۲۳٦ سکھی، اُودھو کو سگرا[2] دکھ سنایا
نپٹ سمجھائے کر دکھڑا جنایا

۲۳۷ نہ مانے وہ کہو کیا جتن کیجے
ارے اپنے کرم کو دوس دیجے

۲۳۸ نقل مشہور ھے جب بخت پھوٹے
بھئے سب خویش واخواں[3]، میت[4] کھوٹے

۲۳۹ نہیں اس جگ میں کوئی میت میرا
کہ میرا دکھ کہے پیو سوں سویرا

---

(۱) نمانی: مسکین، بے کس، شرمگیں (۲) سگرا: سارا (۳) خویش واخواں: اپنے، سگے (٤) میت (متر) دوست۔

۲٤ زنـار مجـر سـب ذیـسی برے[1] ری
نہ آئے کنتھ، گھر ھوری جرے ری

۲٤ چلا پھاگن مجھے دکھ دیا گیا ری
سجن کا دیکھنا مشکل بھیا ری

در بیان ماہ ۴ہم: چیت

۲٤۱ سکھی ری، چیت رت آئی سو آئی
اجھوں امید میری بر نہ آئی

۲٤۲ بہ عالم پھولیاں پھلواریاں سب
کریں سیر ان پیا سنگ ناریاں سب

۲٤٤ رہے ھیں پھول پھولوں کے گلے لاگ
مرے سینے جدائی کا لگا داگ[2]

۲٤٥ نہایت درد، دکھ ھم نے سہے ری
غم ہجران مجھے ھر دم رہے ری

۲٤٠ سکھی! یہ رت مجھے ناگن ڈست ھے
بھرون بوری تمامی جگ ھنست ھے

۲٤۱ مرے گل[3] میں پڑی ھے بیم پھانسی
بھیا مرنا مجھے اور لوک ھانسی

---

۱) برے (برنا): جلنا (۲) داگ: داغ (۳) گل (گر): گلا۔

۲۴۸ اری میں عشق سوں ڈرتی پھروں ری
نصیحت نیں اپنے کوں کروں ری

۲۴۹ کہ پنچھی سوں لگن ہرگز نہ کیجے
اری دل دے ہزاراں غم نہ لیجے

۲۵۰ جنھوں نے دل مسافر سوں لگایا
انھوں نے سب جنم رووت گنوایا

۲۵۱ اری یہ نین برجینارا[1] ہیں ری
مجھے سنگ لے پرائے بس کریں ری

۲۵۲ اگر میں جانتی یہ بے وفائی
خدا کی سوں نہ کرتی آشنائی

۲۵۳ پیا دل سنگ لے چلتے رہے ری
دیا باتی سدا جلتے رہے ری

۲۵۴ اری اس لاگ نے رسوا کیا ری
پیا کے عشق میں یہ جیو دیا ری

۲۵۵ یہ ہیں حالم صبا بھر خدا ری
پیا کوں جا سنا باتیں ہماری

۲۵۶ کہ تجھ کوں لاج جگ کی کچھ نہ آئی
کری تم نے ہمن سوں بے وفائی

---

(۱) برجینار (برجنہار): دغا باز، بے وفا۔

٢١ اری انجان مین کہائی دگا۱ ری

که تجھ سیں سنگدل کوں دل دیا ری

٢٥ مجھ اب گھر کیٹے کی لاج کر رے

مروں ہوں در غمت ٹك آؤ گھر رے

٢٥ اری بل بدّھ۲ تن موں۳ نا رھی رے

تمامی دیہہ خاکستر سہئی رے

٢٦٠ مرے حیو کا بھروسا دم نه کیجو

شتابی آئے کر دیدار دیجو

٢٦١ اری یہه چیت رت چالنی رھی ری

تمن بن برھنی جلتی رھی ری

٢٦٢ ارے بھادوں کہاں ساون کہاں رے

ملو ٹك آئے کر وانی جہاں رے

در بیان ماه دهم : بسا کہہ

٢٦٣ سنو سکھیو! که اب بیسا کہھ آیا

کویل نے انبه پر چڑھ شور لایا٤

٢٦٤ سنی آواز کویل اور پپیہا

رھے دن ریں کیوں کر میرا جیّا٥

(۱) دگا : دعا (۲) بل بدّھ : طاقت (۳) موں (برج) : میں (٤) شور لانا : شور مچانا (٥) جیا : جی ، مشدد تلفظ ۔

۲۶۵ ارے سر پاؤں لگ میں ہوں اکیلی
ہِجر کی آگ ہے مجھ پر دوھیلی[1]

۲۶۶ ہمارے پیو! جہوں گھر نا بھرے ری
اری کن دوتیوں نے بَس کرے ری

۲۶۷ اری اس مانس سب عشرت کرت ہیں
ہمن سی پاپنی نت دکھ بھرت ہیں

۲۶۸ بہیا آنند سکھ در جملہ عالم
پیا بن بر خدا معلوم عالم

۲۶۹ مرا سکھڑا[2] پیا کے سنگ گیا ری
تہم بے خواب و خور میرا بھیا ری

۲۷۰ سکھی میں رین دن کیسے بھروں ری
نہیں کچھ وکر، میں بس کہا مروں ری

۲۷۱ کہے کوئی جا کنتھا میرے سجن سوں
ملے آکر چھٹے جانم جلن سوں

دربیان ماہ یازدہم : جیٹھ

۲۷۲ لگا یہ جیٹھ اب دھوپاں[3] پڑیں ری
ہمن حیران و سر گرداں بھریں ری

---

(۱) دوھیلا : مشکل (۲) سکھڑا (سکھ + ڑا) : سکھ (۳) دھوپاں : دھوپ ، (ان) کی جمع افضل نے قلت کے ساتھ استعمال کی ہے ۔

۲۷۳ همن اك آگ عم کی میں جلت ھیں
علاوہ دوسرے لووان چلت ھَیں

۲۷۴ بسایا تحت اوپر ناریاں ری
پیا کے سال بیٹھیں ساریاں ری

۲۷۵ علاوہ دوسرے چھڑکاؤ کیجے
وراشی باد کش سوں باوا لیجے

۲۷۶ جنھوں کے ھیں سکھی! اس رت پیا گھر
انھوں کو سرد خانہ ھے میسر

۲۷۷ ھمارے پاؤں سکے، دھوپ سر پر
پھروں ھو دوڑتی پیو تاج گھر گھر

۲۷۸ دوپہری ٹھیك موں کیا دکھ بھرت ھوں
پیا کی جستجو، بن بن کرت ھوں

۲۷۹ بھبھوکے سر اُپر، چھالے پگن میں
بہے لوھو چلے سارے بدن میں

۲۸۰ اٹھن بیٹھن کی طاقت نا رھے ری
نہ جانوں جان کب لگ یہ سہے ری

۲۸۱ اری اے مرگ! تیری لیوں بلیاں ۲
ہر جان از تنم بھر گُسیّان ۳

---

(۱) باؤ: ھوا (۲) بلیاں: بلائیں (۳) گُسیّاں (گسائیں): مالك، آقا، خدا۔

۲۸۲ سکھی ری! کو٤ کہیے جا دلربا سوں
ستم گر، پر جفا و بے وفا سوں

۲۸۳ کہ گیارہ ماس مَیں رووت گنوائے
ارے ظالم کہو تم کیوں نہ آئے

۲۸٤ ترے غم نے نپٹ مجکوں دہا رے
نکستا جیو لبوں پر آرہا ہے

۲۸۵ جو اپنی عاقبت کی خیر چاہو
رخ جاں بخش کوں اپنے دکھاؤں

۲۸٦ والّا اختیار تست، تو داں
بگیرم دامنت را پیش یزداں

۲۸۷ گیا جب جیٹھ تو میں کیا کروں ری
پیا کے درد سے بس کہا مروں ری

در بیاں ماہ دوازدہم۔ اساڑھ

۲۸۸ سنو آساڑھ ماس آیا سکھی ری
کرم میرے نہ جانوں کیا لکھی ری

۲۸۹ سنو دن رین کی میری کہانی
کمر کو توڑ کر بیٹھی نمانی

(۱) کو: کون۔

۲۹۰ پیا کی چاہ نے غلبہ کیا ری
نشے سر میں ہمن کون دکھ دیا ری

۲۹۱ ز دیدہ اشک افشاندن گرفتم
حدیث دوست را خواندن گرفتم

۲۹۲ نہ دیدم ہیچ کس را یار غم خوار
بجز حق، خواستم زو وصلِ دلدار

۲۹۳ علاجے کن خدایا درد مارا
بکن گلرنگ روئے زردِ مارا

۲۹٤ بجز درگاہِ تو دیگر پناہم
نبود است و نبودہ، پادشاہم

۲۹۵ بمقصودم رسان ساحان سلامت
برونم آر زاندوہ و ملامت

۲۹٦ خیال رحمت خود کن بہ رحمت
خلاصم کن ازین اندوہ و علت

۲۹۷ سکھی! میں سو گئی اندر مناجات
کشادہ گشت برمن باب حاجات

۲۹۸ چہ می بینم کہ منگل گاوتی[1] ہیں
مرے گھر ناریاں سب آوتی ہیں

---

(۱) منگل گاونا: خوشی کے گیت گانا ـ

۲۹۹ مرے ایواں میں ھے اك شمع روشن
بھئی ھے روشنی، گھر، بار، آنگن

۳۰۰ یکایك آنکھ میری کُھل گئی رے
نہ دیکھا کچھ اری حیران بھئی رے

۳۰۱ سکھی ری! آج میں سپنے میں دیکھا
بھئی ھے دل منے شادی، پریکھا[۱]

۳۰۲ کنھیں تعبیر اس کی یوں بتائی
کہ آخر گشت ایّام جدائی

۳۰۳ سکھی! یہ بات سن، شادی بھئی رے
پیا کی باٹ دیکھن ھوں[۲] گئی رے

۳۰۴ چہ می بینم لٹکتا آوتا ھے
بہ حُسنش ماہ را شرماوتا ھے

۳۰۵ کیا ھے اُن لباسِ زعفرانی
(بھئی ھوں) دیکھ کر اس کو دوانی

۳۰۶ اری میں دوڑ کے پاؤں پڑی جانے
پیا نے کر پکڑ لینی گلے لائے[۳]

۳۰۷ بحمداللہ رھا جیو، یار پایا
تمامی عمر کا دکھڑا بُھلایا

---

(۱) پریکھا: غم، دکھ (۲) ھوں (برج): مَیں (۳) لانا: لگانا۔

۳۰۸ تمامی لال کوں شد رنگ رویم
بہ ہر دم گفتہ "جامی" بگویم

۳۰۹ "چہ خوشوقتے و خرم روزگارے
کہ یارے بر خورد از وصل یارے

۳۱۰ بر افروزد چراغ آشنائی
رھائی یابد از داغِ جدائی"

۳۱۱ دیکھا! ان عشق نے کیا کیا، کیا ری
چہ غم دے کر مجھے سکھڑا دیا ری

۳۱۲ اری اے بوالہوس! یو عشق بازی
نہ جانو چوپڑ و شطرنج بازی

۳۱۳ اری آسان نہ جانو عشق کرنا
تمن اس آگ موں ھر گز نہ پڑنا

۳۱۴ ھماری بات کوں ھانسی نہ جانو
محبت خانۂ ماسی ۱ نہ جانو

۳۱۵ اری سب عیش و عشرت کوں تجو ۲ ری
پیا کا نام تن من سوں بھجو ۳ ری

---

(۱) ماسی (موسی) : خالہ . خانہ ماسی نہ جانو : محاورہ ھے خالہ کا گھر نہیں، یعنی آسان بات نہیں (۲) تجو (تجنا) : چھوڑنا۔
(۳) بھجو (بھجنا) : ورد زبان کرنا، رٹنا۔

۳۱۶ دریں رہ یک قدم بیہودگی نیست
بجز اندوہ پا آسودگی نیست

۳۱۷ و الّا کیوں اناحق[1] دکھ بھرت ہو
عبث بِن مرگ کیوں غم میں مرت ہو

۳۱۸ ارے یہ عشق کا پھندا بکٹ ہے
نپٹ مشکل نپٹ مشکل نپٹ ہے

۳۱۹ اری میں اولاً جانا سہیلا[2]
بہیا تھا ایک دم جینا دُھیلا

۳۲۰ چو بگذشتم ز جاں دلدار پایا
چو ورزیدم غمش، غم خوار پایا

۳۲۱ بہ آہِ روز و شب چوں سر دُکھایا
عجائب صندلی رنگ یار پایا

۳۲۲ اگر بردار باشی ہمچو منصور
نباشی از در دلدار مہجور

۳۲۳ بکویش گر زجاں دادن بہ ترسی
یقیں دانم کہ اس کے در نہ برسی[3]

(۱) اناحق: ناحق (۲) سہیلا: سہل، آسان (۳) نہ برسی: نہیں پہونچے گا۔

۳۲٤ خموش ''افضل'' ازیں مشکل کہانی
کسونے حدّ۱ اس دکھ کی کہانی

۳۲۵ بہ یاد دلربا خوش حال می باش
کہے ''افضل'' کہے ''گوپال''۲ می باش

(۱) حد (حد) : حدّ کا مشدد تلفظ (۲) گوپال : افضل کا وہ نام ھے جو اس نے متھرا کے دوران قیام میں اختیار کیا تھا ـ حسن و عشق کے اس ناٹك میں افضل کا گوپال نام اختیار کرنا اس لحاظ سے بھی با معنی یہ ھے کہ '' گوپال '' کرشن کا ایك نام تھا ـ

اختلافِ نُسَخ، بکٹ کہانی

(محمد افضل "افضل")

(۱) ۔ سکھیاں، ۲ ۔ موری، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦، ۔ عشق کے مارے، ۲ ۔ ہوئی ہوں، ٤ ۔ غم سے، ۸، ۹ ۔ نمانی، ش ۔

(۲) ۔ دن نیند راتا (؟)، ۱، م ۔ نہ مجھکو بھوکھ ہی دن نیند راتا ۸ ۔ نے نیند، ۹ ۔ نہ نیند، ۳، ٤، ٥، ۱۰ ۔ سون سینہ بھر آتا، ۱، ٤، ۷ ۔ برا تا، ۲، ۸، درد سے، ۹ ۔

(۳) ۔ کہیں ری ۷، ۸، ۹، ۱۰، ش ۔ مجنوں بھئی ری، ۱ ۔ کردہ و مجنوں، ۲، ش ۔ خرد گم کردۂ مجنوں بھئی ری، ۷، ۸، ۱۰ ۔ خرد گم کردۂ مجنوں کہیں ری، ۹ ۔

(٥) ۔ ارے یہ دیو جس کے تن کو لاگا، ۱ ۔ لاگے، سیانا دور سون اس دیکھ بھاگے، ۲، ۱۰ ۔ اے دیو، ۷ ۔ دیو بھاگا (؟)، ۷ ۔ اوس سے دور، ۸ ۔

نوٹ: ۔ یہ شعر ن ا میں نمبر ۷ ہے ۔ ن ۹، میں یہ نمبر ٦ ہے ۔

(٦) ۔ اے ناگ، ۷ ۔ ڈس کے جاوے، ۳، ٤، ٥، ٦ ۔ نہ پاوے گاڑوری، ۷، ۱۰ ۔ نہ پاوے کانورو، ۲ ۔ نہ پاوے کامرو، ۸ ۔ جبورا چھپاوے، ۱ ۔ جورا، ۷ ۔ زہر اس کا قیامت تک نہ جاوے، ٤ ۔

نوٹ: - ن ا میں شعر نمبر ۷ ہے اور ن ٤ میں نمبر ١٤ ہے -
ن ۹ میں نمبر ١٠ ہے - ن ١٠ میں نمبر ٥ ہے - .

(۷) - عشق ھی ہے کیا بلا ہے، ۲، ٤، ۸ - ارے اے
عشق ھی ہے کیا بلا ہے، ۷ - تن من جلا ہے، ۲ - آگ
سوں ۳، ١٠ - نت حگ جلا ہے، ٤ - آگ میں، ش -
نوٹ: - یہ شعر ن ا میں نمبر ٥ ہے -

(۸) - کسی کے اندروں، ١، ۲، ۳، ٤، ٥، ٦، ۸ - بیچ یہ،
ش - کسی سوں اندروں، ١٠ - وھی جانے کہ جسکے
تن اگی ری ۷ - اندر ایں، م - سلگت ھی رھے ری،
١ - سلگت ھی مرے ری، ۳، ۹ - وھی دن رین
سلگت ھی مرے ری، ۷ - وہ سلگت، ۸ - ہوں
رھے ری، ١ -

(۹) - اگی رہے، ١ - منی اندریں آتش پری رہے (؟)، ۷ -
آگ میں دکھیا رھی ہے، ١ - سوں دگی، ۲ - میں
دگی ہے، ۳ - دھکی ری، ۷ - سب تن سوں دھکی
ہے، ١٠ - برھوں کی آگ، ش -

نوٹ: - ن ۷ میں پہلا مصرع بالکل مختلف اور غیر واضح ہے -

(١٠) - ×، ۲، ۷ - ارے بیر، ٤ -

(١١) - بیراگ سیتیں، ۸ - آگ سیتیں، ۸ - برھوں، ش -
جرے سینہ، ١، ۲، ۳، ٤، ٥، ٦، ۷، ۸ - جلے
جیورا، ش -

(۱۲) - تجھے گھر کے، ۱، ۳، ٤، ۸، ۹، ۱۰ - تجھسے گھر
بار کے لوگ، ۲ - عالم سون، ٤ -
نوٹ: - ن ۷ میں پہلا مصرع غیر واضح ہے -
(۱۳) - ن ۱ اور ۸ میں اس سے پہلے یہ شعر ہے:
تمامی نحو و صرفم شد فراموش
شدم از گفتگوئے خلق خاموش
یہی شعر ن ٤ میں نمبر ۱٤ ہے -
کسی کون، ۹ - بتھا کیا عشق کے، ۷ -
(۱٤) - بجانم پندایں، ۱ - بجاناں بیداز (؟)، ۷ - بجانا میدھم
آزار، ۸ - ندانند پنداو، ۹ - نه جانا پنداو، م - بجانے
بیدوا، ۳ - نجانے بیدھم، ٤ - دوسرا مصرع: - کنون
قالو بلی آثار عشق است، ٤ - (موجودہ متن میں
یہ مصرع نمبر ۱۹ پر آتا ہے) - همون داند که
وہ، ۵، ۱۰ -
(۱) - سرگشته او ..... بابسته او، ۷، ۸ -
(۱٦) - ×، ۲ - یکے را (هر دو مصرع)، ۱، ٤، ۵،
٦، می نشاند، ۳ - کسے را می گزارد سوئے
بازار، ٤ -
(۱۷) - ×، ۲ - می نشاند بنده بر تخت، ۳ -

(۱۸) - × ، ۹ ، ۱۰ - نہ مسجد کعبہ دیار ، ۱ ، نہ مسجد کعبہ و دیار ، ۷ - کعبہ و ازیار (؟) ، م -

ن ٤ میں پہلا مصرع یہ ھے: بہ عالم ھر چہ پرسی کار عشق است -

ن ۷ میں دوسرا مصرع یہ ھے: کنون قالو بلی آثار عشق است -

ن ۸ میں بالکل نیا شعر اس انداز کا ھے :-

بہ مسجد کعبہ شکرانہ کردیم
کنون قالو بلی اظہار کردیم

(۱۹) - × ، ۲ ، ۹ - پہلا مصرع :- بہ دار و کوچہ وبازار عشق است ، ۱ -

بہ عالم گرچہ ، ۷ - ن ۷ میں دوسرا مصرع یوں ھے :

بدارو کوچہ و بازار عشق است - بدور کوچہ بازار ، ۸ -

ن ٤ میں اسکی جگہ یہ شعر ھے :-

بہ مسجد کعبہ و بت خانہ گردیم
کنون قالو بلی اظہار کردیم

نوٹ : - اختلاف لفظ کے ساتھ یہ وھی شعر ھے جو نمبر ۱۸ پر ن ۸ کے اندر درج ھے -

(۲۰) - × ، ۲ ، - ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۱۸ ھے -

(۲۱) - × ، ۲ -

(۲۲) ـ × ، ۲ ـ هزاران خانمان ، ۹ ـ فقیر و بیکس ، ۱ ـ
(۲۳) ـ بیگان ، ۷ ـ ویران ، ۷ ـ که چون مجنون که در
ویرانه مارا (؟) ، ۱۰ ـ
(۲٤) ـ از دل من ربوده (؟) ، ۱ ـ در دلت ، ۳ ـ در دوست
(؟) ، ۱۰ ـ
(۲۵) ـ × ، ۲ ـ کبهم دیوانه کبهه هشیار دارد
کبهم از زندگی بیزار دارد ، ۱ ، ۳ ـ
دیوانه را ، ۷ ، ۹ ـ کبهه دیوانه کبهه هشیار دارد ،
۸ ، ۱۰ ـ کبهم از زندگی بیزار دارد ، ۸ ، ۱۰ ـ
(۲٦) ـ نہیں یك دم ، ۱ ، ٤ ، ۸ ، ش ـ دن رین مون ، ۲ ،
۳ ، ۸ ـ دن رین نہی چین ، ۷ ـ روتے مرے نین ، ۲ ـ
هو چکے ، ۹ ـ
(۲۷) ـ پڑا جب عشق کا اب مجھ اوپر دهاك (؟) ۷ ـ تهانا
عقل کا ، ٤ ، ٥ ، ٦ ـ کشته فوج عقل ، ۲ ـ ٹھاکر
عقل کا کہاٹ (؟) ، ۷ ـ
(۲۸) ـ در ملك دل جهنڈا اٹھایا ، ۲ ـ در ملك دل جهنڈا
گڑایا ، ۱۰ ـ
نوٹ :ـ ن ۹ میں یه شعر نمبر ۳۰ هے ـ
(۲۹) ـ عجب دل چه شد (؟) ، ۷ ـ شگن نے ، ۲ ـ شگن
کی ، ۳ ، ٤ ، ۷ ـ
ن ۱۰ میں یه شعر نمبر ۳۰ هے ـ

(۳۰) - × ، ٥ - دھومش مچائی ، ۱ ، ۲ ، ٤ - شورش مچائی
۹ - دھومیں مچائیں ، ۸ - خرد کے گھر موں آ ، ۱۰
دھومش مچایا ، م - دھونسی بجائی ، ٥ - دھومش
مچاھی ، ش - متاع صبر دل کی ، ۷ - سب لٹائیں ،
۸ - لوٹاھی ، ش

نوٹ: - ن ۱ میں یہ شعر نمبر ۲۹ ھے

(۳۱) - × ، ٥ - تمامی چھات ، ۲ ، ۸ ، ۹ - چھات عشرت
کے ، ۳ ، ٤ - تمام اسباب عشرت کا ، م

(۳۳) - حسن کی مے ، ۲ ، ۳ ، ۸ ، ش - مجھ سیں ، ۲ ، ۳
مجھ سے ، ۱ ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - حسن کی مے کا پلا
کر ، ۱۰ - بھلا کر ، ۱۰ -

(۳٤) - × ، ۲ - یہاں ن ۲ میں شعر نمبر ۲۲ ھے - دو زلف
کرد عیار ، ٤ - نمودی دست پاھم از گرفتار (؟) ، ۷
- ۱۰

(۳٥) - × ، ۱ ، ۲ - ن ۲ میں یہاں شعر نمبر ۳٤ ھے - حلقہ
گیسوئے دلدار ، ۹ - کردن مارا گرفتار ، ۳ ، ٤ ، ۸
نموری گردن ، ۷ - جانم گرفتار ، ۹ -

(۳٦) - × ، ۲ - تیر ابرو از کماندار ، ۷ - تیر او ابرو کماندار
۸ - شوخ و عیار ، ۱ -

نوٹ :- ن ۱۰ میں یہ شعر نمبر ۳۷ کے بعد درج ہے -

(۳۷) - × ، ۲ - نمودی ، ۷ - زظلمان چو ظالم آہ صدھائے ، ۷ -

نوٹ :- ن ۱۰ میں یہ شعر ۳۵ کے بعد درج ہے -

(۳۸) - در هجران زندان ، ۸ -

دوسرے مصرع کا اختلاف حسب ذیل ہے :-

ع یکایك آن کر ایں درد و غم جان ، ۱

ع ز قالب شد گریزان درد غم جان ، ۲

ع لگا تب آن کردیں درد و غم حان ، ۳

ع لکھا تھا یہ کرم میں درد عم جان ، ٤

ع بقالب او گریزد درد غم جان ، ۷

ع یکایك آن کر از درد غم جان ، ۸

ع یکایك لا لگائی آگ در جان ، ۹

ع یکایك لا لگائی درد و غم حان ، ۱۰

(۳۹) - × ، ٥ - پیادہ ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - (غالباً یہ "پیارا" ہے جو پیالہ کا برجی تلفظ ہے جسمیں (ل) تبدیل ہو جاتا ہے (ر) سے -

(٤۱) - مدت سوں میں کر کر گدائی ، ۲ - مدت ہوئی ۸ - بھیکو نہ پائی ، ٤ - جب بھیك پائی ، ۷ ، ۹ -

(٤۲) - از قید خود ، ۳ - خرد از قید ھجر ، ٤ - باب وصل ، ۲ -

(٤٣) ـ به تخت هوش عقل، ٧ ـ عقل هوش، ٨ ، ١٠ ـ
عیش سازم، ٧ ، ١٠ ، م ـ

(٤٤) ـ شوخ و عیار ، ٢ ـ چواسکندر جہان ، ٧ ـ

(٤٥) ـ فرزانه سازم .... دیوانه سازم ١٠ ـ بدم دیوانه را
افسانه سازد ، ٧ ـ کہے فرزانه را ، ٨ ـ

(٤٦) ـ × ، ٢ ـ یو بیتا ، ٧ ـ یه قصه ، ٨ ـ حو بٹھا (؟)
م ـ یه قصه اتمام ، ٩ ـ یقیں ترك قول (؟)، ٨ ـ
نوٹ :ـ میں اس شعر کے بعد سرخ روشنائی میں
یه ذیلی عنوان قایم کیا ھے ''کلام حضرت مولوی جام''ـ

(٤٧) ـ × ، ٢ ، ٧ ـ

(٤٨) ـ × ، ٢ ـ ١٠ ـ ن ٧ میں یه شعر یوں ربع ھے :ـ
کہے دیوانه را فرزانه سارد
کہے دیوانه را افسانه سازد
نوٹ :ـ ن ٩ میں مصرع الٹ گئے ھیں ـ

(٤٩) ـ × ، ٢ ـ ن ٤ اور ٨ میں اس کے بعد یه دو شعر ھیں :
ارے جیو کیا تجھے لالچ لگا ھے
که جا کر عشق کی آگ سوں جلا ھے
نه جانے تھا که یه جلتی اگن ھے
که اس ستی نکلنا بھی کٹھن ھے

(٥٠) ـ × ، ٢ ـ و گرزاں ، ٣ ، ٨ ـ

ن ۱۰ میں اس شعر کے بعد ذیلی عنوان "عرض احوال" قایم کیا گیا ھے۔

(۵۱) - پیا بے دست کر (؟)، ۱ - پیارے کو پکڑ، ٤ - کل لگائی، ۷، ۸، ۹، ۱۰ - کت پکڑ، م -

(۵۲) - چو چند، ۱، ۲، ۳، ٤، ۵، ٦، ۷، ۹ - مرم بایکد گر، ۲، ۳، ۷، ۸ - سنتے و کہتے، ۷، ۹ -

(۵۳) - چوحیله، ۳ - اب حیله، ۹ - چه حیله، ۱۰ - عشق کے، ۳ - عشق نے دیگر، ٤ - بیچھو، ۳ - پاچھے، ۷ -

(۵٤) - وس کو، ۲ - حرص آئی، ۱۰ - حیرت، م - در دلم، ۷، ۸ - نهاد این، ۹ -

(۵۵) - ن ۷، ۸ میں اس نمبر پر شعر نمبر ۵٦ ھے -

(۵٦) - کیا کٹھن، ۱، ۷، ۸، ۹ - بس کٹھن، ۲ - اب کٹھن، ۳ - یه کٹھن، ٤ - بہو کٹھن، ۵ - بیچھے، ۹ - کیا بچن ھے، ۷، ۹ -

(۵۷) - ن ۱ میں اس نمبر پر یه شعر ھے:

چه سازم، چوں کنم، کس کن پکاروں
جتن کیا عشق کے غم کا بچاروں

چہا سازم، ۲ - چه من سازم، ۳، ۵، ٦ - دیدار پاؤں، ۷، ۸، ۹، م - جانی بار پاؤں، ۷ - بخلوت گاہ گاھے، ۱۰ -

(۵۸) - رسیدہ بر سر، ۷، ۸ - پردیس ھے، ۱، ۷، ۸ -
ن ۹ میں یہ شعر ماہ اول (ساون) سے قبل کے
بیان میں درج ھے -

(۵۹) - بجا ماروں، ز، ۷ - نکارا، ۹، ش - کوئی نیں، ۷ -

(۶۰) - حو چاروں اور، ٤، ۵، ۶ - نے چاروں اور، ۷ -
کہ چاروں اور چھائیں، ۸ - امڈ چھاتی سوں آھی،
ش - کیتی چڑھائی، ۱، ۳، ۵، ۶، ۱۰ - مکھی
چڑائی (؟)، ۷ - کشتی چڑھائیں، ۸ - کنی
چڑھانی (؟)، ۲ -

(۶۱) - پکاریں، ۲ - پیہ پیہ، ۸، ۱۰، ش، پوکارا، ش -
جھنکاریں، ۲ - جھنکارا، ش - پوکارت، ش -

(۶۲) - کوکھ، م - نیں سناھی، ش - بدن موں، ۲، ۷،
۸ : ۱۰ - لاھی، ش -

(۶۳) - اندھیری رین، ۷، ۸، ۱۰ - حگنا، ۷ - گویا جلتی،
۱ - ن ۲ میں یہ شعر اس طرح ھے:
اندھیری رات جگنو جگمگاوے
جلے تن کو مرے دونا جلاوے
ن ش میں دوسرا مصرع یوں ھے ع
ارے جلتے اپر تیں کیا جلاتا
ن ٤ میں اسکے بعد یہ شعر ھیں: -
بوپیھا نے اٹھائی رین کو کوك
اری میں سلگتی یکبار دی پھونك

مبادا کس به زندان هجر مانند
خوشا عشاق را با اهل پیوند
ز غمگین گریه هائے ما در افلاك
ز دل چاکم گریبان بر شده چاك

(٦٤) - بن سے ، ١ - بن سیں ، ٩ - شکیب ار حان ربود ، ٥ ، ٦ - شکیب از دل ربود ، ١ ، ٧ ، ٨ - شکیب از دل شده ، ٤ ، ش - دوسرا مصرع ع یکایك جیونکس جاتا هے تن سوں ، ٢ -
ن ٧ میں اسکے بعد یه دو شعر هیں :
حو آئی بادراں چوکی کردبا
جهڑی پڑنے لگی اور رعد گرجا
ترے دیدار کو اے نین برسان
گهان کے تهاٹ اے شب رور برسان
ن م میں یه شعر اس طرح هے :
ترے دیدار کو یه نین ترسا
گهٹا کی بهانت هو شب روز برسا

(٦٥) - بهرا جل تهل ، ٢ - بهریا ، ٧ - هوا سرسبز ، ٨ - نهیں جل وصل کا سوکها نهالم ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٩ ، ١٠ - دوسرا مصرع ع پیا بن بر خدا معلوم حالم ، ٤ - نهین حز ، ش -

(٦٦) - ناریں پیا سنگ ، ۸ - هنڈولے جھولتی ، ش - برہ کی آگ ، ۱ ، ۲ ، ۸ -

نوٹ :- ن ٤ میں اس شعر کے بعد یہ اشعار هیں :

لگی هے بوند ساون کی کھٹاری
کہو کیوں کر جیوے برهن بچاری

سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت هیں
همن سی پاپیاں نت دکھ بھرت هیں

چمك بجلی کی چمکی جوں تبسم
جھڑی بادر لگی جوں اشك شبنم

ن ۸ میں اس کے بعد یہ شعر هے :

سبھی سکھیاں پیا سنگ سکھ کرت هیں
همن سی پاپیاں نت دکھ بھرت هیں

(٦٧) - و کر ساجن ، ۱ ، ۳ ، ٥ ، ۷ ، ۸ ، ش - و کہر ، ٤ - ساجن نہ آیا ، ٤ - کن سوت نے ، ۱ ، ۸ ، ۱۰ - کن دوتی پاپن نے بھلائے ، ۲ - کن برهنی باتوں لگائے ، ۳ - کس سوت نے ٹونا چلایا ، ٤ - کن دوتیاں ٹونے چلائے ، ۷ - نہ آهے ، ش - کن سوکنی ٹونے چلا هے ، ش -

(٦٨) - بپت ات گت ، ۱ - نپٹ سہتی پڑے ، ۲ ، ۳ - نپٹ بپتا پڑے ، ٤ ، ۸ ، نپٹ بوندیں پڑے ، ٥ - تپت

بھوتی ، ٦ ، ش - نپٹ بھوتی ، ٧ - نپٹ دھو یاں
پڑے ری، م - میری جرے، ۱ - جلے ری ، ٧ ، ٨ -

(٦٩) - جو چاروں اور، ٢ - نے چاروں ، ٧ - بادل که
چارو اور ، ٨ - یه چاروں اور ، م - چھائیں ، ش -
لیا مجھ گھیر کے ساجن نه آئے ، ٧ - پیه ، ١٠ ، ش -
نه آئیں ، ش -

(٧٠) - بھروں پرے گگن ، ١ - بھرن پڑنے لگی ، ٣ ،
٤ ، ٨ - بھرن پڑنے لگا ، ٥ - بوندی پڑنے لگی ،
٢ - بھورن ، ش - جی جان ، ٨ - تمامی جسم سب
جیو جان ، م -

(٧١) - اندھیری دیکھ ، ١ - (بعض نسخوں میں یه شعر
نمبر ٧٢ کے بعد آیا ھے) -
بیج جھمکے ، ١ - بجلی چمکے ، ٩ - ڈرے سیه ،
٥ ، جرے سینه ، ٤ - جرے جیورا کڑك اس
دیکھ دھمکے ، ٢ - حرے سینه مرا نت آگ دمکے
٨ - جرے جیوڑا مرا اور ، ٩ - حرے حیوڑا ،
١٠ - جرے جیھورا اگن سوں دیھه لرجے ، ش -

(٧٢) - × ، ش ، م - سیج مجھ ، ٥ - سیج سب ، ٢ ، ٦ -
سیج اب ، ٨ - سد بد سب ، ٧ -
نوٹ :- ن ٧ میں یه شعر نمبر ٧٨ پر ھے -

(۷٤) - ×، ۱، ۲، ۳، ۵، ٦، م، ش - ن ٤ میں یہ
شعر نمبر ٦٦ کے بعد آیا ھے - ن ۸ میں بھی یہ نمبر ٦٦
کے بعد آیا ھے - ن ۹ میں یہ شعر نمبر ۷۵ کے
بعد ھے -

(۷۵) - مجھ کو بسارا، ٤ - کیا گنہ دکھڑا، ۱ -

نوٹ :- ن ٤ میں اس شعر کے بعد یہ زائد شعر ھے :

تماشا لوك جن کوں کا دیکھیں سب
تمامی ھو رھے ھیں ھائے یارب!

(۷٦) - امنگ، ۲، ۸ - امنگ، ۳، ۹، ۱۰ - امنڈ، ۷ -
آئیں، ۷ - سے آئی، ۹ - آھی، ش - دونین نے
ٹوٹے، ۲ - لگائیں، ۷ - لگاءی، ش -

(۷۷) - پیا کو بوجھ، ۱ - میں میں بہمن بوجھائی، ۲ -
بٹوھی پوچھ ھاری، ۵ - بڈوں، ٤ - نہ پائی ھائے
ری ھائے، ۱ - آہ ماری، ۷ -

(۷۸) - جریں بوتھیں برھمن مر گئے، ۱ - برھمن مر گئے
سب، ۲ - بھان، ۸ - برھمن مر گئے ری، ۹ -
یہی کٹ کاگ اڑتے تھك رھے ری، ۱ - بہی
کت کاگ اودھو رم رھے سب، ۲ - ھوئی کٹ
کاگ اودھو تھك گئے ری، ٤ - ن ۵ میں یہ
شعر یوں ھے :

خبر پیو کی نہ پائی ہائے ماری
بھیا کٹ کاگ اودھو تھك رھے ری

اودھو کت گئے ری، ۷ - موئے کت کاگ اودھو تھك رھے ری- اودھو تھك رھے ری، ۳، ٦، ش - نوٹ: ن ٥ میں اس شعر کا دوسرا مصرع شعر نمبر ۷۷ کا پہلا مصرع ھے اور شعر نمبر ۷۷ کا دوسرا مصرع نمبر ۷۸ کا پہلا مصرع ھے -

(۷۹) - ×، ٥ - توں حال میرا، ۲، ۹ - بیں صبا تیں حال میرا، ۳ - اے فلك بیں حال مارا. ٤ - ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ھیں - پیا کو کہو، ۷، ۸، ۱۰ ش - نوٹ: ن ۹، ۱۰، اور ش میں یہ شعر نمبر ۸۰ کے بعد آتا ھے - کرے ٹك ایك پھیرا، ش -

(۸۰) - کسے دوں ھاتھ ری ھائے، ٤ - نہ نکسے جی مروں بس کھائے ری ھائے، ٥ - کسے رے ھائے رے ھائے، ۱۰ - ن ۸ میں مصرع الٹ گئے ھیں اور پہلے مصرع میں دوسرا "ھائے" غائب ھے -

(۸۱) - یہ شعر صرف ن ۸ میں درج ھے -

(۸۲) - کس دیس چھایا، ۲، ٥، ۷، ۸، ۱۰ -

(۸۳) - سکھیوں، ۱، ۲، رُت اب کنوار، م - آھی، ش - اب تك، ۱، ۹ - کی خبر سن اب لگ نہ آئی (؟)، ۱ - نباھی، ش -

(۸٤) - کیسے جیوے، ٤، ۷، ۹- جیئس، ۲- کیوں کر
جیویں، م - ناریں، ۸- پیہ، ۱۰، ش - اری روتی،
۲- روتے کٹی ھے، ٥، ش- سب عمر ساری، ٤، ۱۰ -
جنم روتے، ۷- جنھوں روتے، ۱۰ -
(۸٥) - ارے توں کاگ. ٥- سانورے کے پاس لے جا،
۱۰ - ن، ۸ مین یہ شعر نہیں ھے -
(۸٦) - یہ شعر صرف نسخہ ۷ اور ۹ میں ھے -
(۸۷) - گر مجھ سناوے، ۹- پیا کا مجھ بچن مکھ کا سناوے،
۹ - نوٹ: یہ شعر بھی صرف نسخہ ۷ اور ۹ میں ھے -
(۸۸) - ×، ۳، ٥- کنا گت جب پیارا پیو آوے، ۱- کنا گت
جب پیارا پیو جو آوے، ٤، ۹، ۱۰- کنا گت جب
پیارا پو جن آوے، ۸- کنا گت جب پیارا پیہ آوے،
ش - تجھے دیکھے مہر کر کر بلاوے، ۱، ۲، ٦،
۸ - تجھے دیکھے کرم کرکے بلاوے ۱۰ -
(۸۹) - پگوں کوں، ۷- پگن پر سیس، م -
(۹۰) - ×، ٤- ارے اے کاگ، ۲، ۳، ٥، ٦، ۷- کاگ
پاتی، ۱، ۲، ٥، ٦، ۷، ۸- سکھ نہ مانے، ۱،
۲، ۳، ٥، ٦، ۷، ش - سکھ نہ جانے ۸- درد
مندان، ۲، ۷، ۱۰ -

(۹۱) - × ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - ہمارے پیو کوں جا کہہ
کے آوے ، ۱ - ہمارے دیس کو جا کہہ کے آوے ،
۳ - ہمارے یار کو جا کہہ کے آوے ، ٤ - کنتا گت
نیورتے دونوں جد آوے ، ٤ -
(۹۲) - × ، ۷ ، ۹ - گرکاك من باشم ، ۱َ - کاہ جو ۳ ،
۱۰ - کاك خود باشد ، ۸ -
(۹۳) - × ، ۳ ، ۱۰ - کنا گت میں بہت یہ دکھ کہے
ری ، ۲ - نو رتے ، ۷ - نتوترے (؟) ، ۸ - نہ آئے ،
۱ ، ۲ - کس حا ، ۱ - کت رھے ری ، ۹ -
(۹٤) - × ، ۳ ، ۷ ، ۸ - بوجھئے ، ٤ - بوجھے ، ۱ - بوجئے
۲ ، ۹ - کرم میرے سدا بپتا لکھی رے ، ۱ -
سدا بپتان ۲ -
(۹۵) - دیس جا کر ، ۲ ، ۱۰ - ملا کر ، ۲ ، ۸ - چھپا کر ، ٤ ،
۹ ، ۱۰ - اپس کوں ، ۲ ، ش - دوسرا مصرع :
رنگیلی سیج پہ کلی بچھا کر ، ۱ -
(۹٦) - کہو کاے ، ۹ - کَے ، ۱۰ - مکھ دیکھاوے ، ۷ -
مکھ دکھاؤں ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ - رھو اس باغ میں
منہ بت دکھاؤ ، م - جو تجھ سیتی اکر اك قول ،
٤ - مکھ سوں ، ۷ - جو تجھ سو سانچ کر یك
قول ، ۸ - نك قول ، ۹ -
(۹۷) - گل لگاؤ ، ۸ ، ۱۰ ، ش - گل لگاوے ۷ ، ۹ -

پکڑ ھاتاں ، ۷ - پکڑ ھتھیاں ، ۸ - سلاوے ، ۷ ،
۹ - پلنگ اوپر بٹھاؤ ، ش - پلنگ اوپر بساؤ ، م -

(۹۸) - × ، ۳ - کہ تیرے دکھ ستی ، ۲ - تیرے فکر سے
۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ - فکرسوں ، ۷ ، ۸ - کہ تیری
برھوں سوں ، ش - دن رات ، ۷ - روے ....
کھوے ، ۹ ، ۱۰ ، ش - بہ عم شب جوبنا ، ۱ -
بہ بیم سب ھی تجھ بن باج ، ٤ - بہ غم سب
خوبیاں ، ٥ - دریفا جوبنا ، ۷ - بہ نیم شب ، ۸ -

(۹۹) - × ، ٤ ، ٥ - سبھی ناری پیاسنگ سکھ ، ۲ - بہ
اعیاران صنم تو ، ۳ - باغیار صنم جو (خارج وزن) ،
۷ - باغیارے ، ۸ ، ۱۰ - بعیاری ، ۹ - سو دکھ ، ۳ ،
٦ - کرت ھیں .... بھرت ھیں ، ۲ - یو دکھ ،
۷ - تم اوران سیں پیاری سکھ کرت ھیں
ھمن سی برھی سو دکھ بھرت ھیں ، ش -

(۱۰۰) - پیا پردیس جاھیں اور کے راج ، ۲ - دیا پردیس
موں تم ، ۷ - دیا پردیس حا سوکن کے تئیں راج ،
ش - بھلایا مجھ نہیں تجھ نین میں لاج ، ۱۰ ، ۲ - بھولایا
کن تمھیں تج میں نہیں لاج ، ۲ - نین میں ، ۳ ، ۸ ، ش -

(۱۰۱) - کیوں کر پڑی ، ۹ - گئیں ھیں تجھ بنا ، ۱ - گئے
بیٹھ تجھ بنا روتے ، ۲ - بھئی ھیں تجھ بنا خلوت

مرے نین ، ۷ - ہوئے ہیں تجھ سا اندھے مرے
نین ، ۹ - رووت دواُو نین ، ۱۰ - حرے چت آہ
سوں جل تھل دواُو نین ، ش -

(۱۰۲) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - ارے ظالم ندارد ، ۱۰ - قیامت
ہے قریں ، م - قیامت ہے کھڑی ، ش -

(۱۰۳) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - جلا کر از ، ۱۰ - ز آھن (؟) ،
۷ - ز آہ سنگ سنداں (؟) ، ۸ - دروں چوں
سنگ سنداں ، ۱۰ - تو ر آہ در منداں ، ش -
ز آھش ، ۳ ، ٦ ، ش -

(۱۰٤) - X ، ۱ ، ٤ ، ٥ - سور عم میں ، ۷ - غم موں ،
۱۰ - عمر جاوے . . . کا سناوے . ۹ - غم سے ،
م - سب عمر ، ش - سبھن کو دیکھ پیارے کے
سنگاتی ، م - سبو کوں ، ۷ - سبھوسیں . ش -

(۱۰٥) - X ، م - کوئی اس سجن کوں ، ۷ - پیاسوں .
۸ - سجن سوں ، ۱۰ - کوئی اس سجن سوں ، ش -
پھر آے ار ، ۷ ، ۱۰ - سبے پھیرا کرے ، ۸ - سبے
دل سوں سبھی دیکھے ، ش -

(۱۰٦) - رہے گی ، ۳ - سجن بن ، ۷ - تمھیں بن ، ۸ - حلق
رہے گی ، ۳ -

(۱۰۷) - ماہس ، ۷ - ماس ، ۸ ، م - شام ، ۷ - سام ، ۸ -

سیام ، ۹ ، ۱۰ – نوٹ :– ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر
ماہ سوم کا آخری شعر ھے ، جب کہ دوسرے نسخوں
میں ماہ چہارم کا پہلا شعر –

(۱۰۸) – نکھرے فلك ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۱۰ – برسانت ، ۷ –
گھر پھرے ، ۸ ، م –

(۱۰۹) – یہ سیج ، ٤ ، ۸ – بیہ بن ، ۱۰ –

(۱۱۰) – × ، ٤ – بھلی چاندن ، ۱ – بھئی چندنی ، ۳ – بھیا
چاندن ، ۲ – بھلی چندنا ، ۷ – ھوئی چاندن ، ۹ –
بھئی چاندنی ، ۱۰ – ناریاں کون ، ۸ ، م – ھوا پھندا
ھمن سی ، ۲ – بھئی پھندا ، ۳ – پڑی پتا ، ۸ – خواریاں
کون ، ۸ ، م –

(۱۱۱) – دیوالی ، ۱ – جاؤ ھے ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ – آئی ھے ، ٥ –
راکھی دیوالے یار (؟) ، ۱ – راکھی دیری بازار ،
٤ – راکھا دیوالے یار (؟) ، ٥ – گھر اپنے
دیورا یار (؟) ، ٦ – بھئی گلزار ، ۹ –

(۱۱۲) – بیہ بن ، ۱۰ – یہ زندگی ، ۸ – دوھیری ، ۷ – زندگی
یہ مجھ پہ ڈھیلی ، ٥ –

(۱۱۳) – کس کن کہوں ، ۱ – کاسے ، ۲ ، ۳ ، ٦ – یو درد غم ،
۷ – یہ یوبد حیئوں (؟) ، ۷ – یہ آوی جی منے بس
کہا مروں ھائے ، ۹ – کہا مروں ھائے ، ۱۰ –

کھوں حا .... کہا مروں حا ، م۔

(۱۱٤) – × ، ۳ – پیری بھئ رہے ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ۹ – بوری بھئ رہے، ۲ ، ۷ ، ۸ – درد سے ، ۹ - بڑھانے لئی رہے ، ۱ ، ٤ ، ۸ – ڈھی رہے ، ٥ – پیری بھئ ھوں ... رھی ھوں ، ۱۰ –

(۱۱٥) – یہ شعر صرف ن ۲ ، ۷ ، ۸ اور ۹ میں موجود ھے۔ دکھا سر آہ سوں رووت گئے نین ، ۲ – دوکھے سر آہ سوں ، ۷ – ڈرا کر آہ سو ، ۸ – نوٹ : ن ا میں یہ شعر نمبر ۱۱٤ کے بعد آیا ھے۔

(۱۱٦) – × ، ۱۰ – اکیلی بن پیا ، ۱ – پیا بن ایك پل ، ٤ – پیا بن اکیلی ، ۷ – (خارج ار ورن) – کب لگ سہوں گی ، ۲ – میں اکیلی کیسیں رھوں ری ، ٥ – پیا بن میں اکیلی کیوں رھوں ری ، م – غم اوپر غم کھو ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، م – نوٹ : ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ ، م میں یہ شعر ماہ اکھن میں شعر نمبر ۱۳٦ کے بعد درج ھے۔

(۱۱۷) – ارے اے ہم کبھو جو ساچ بولو ، ۲ – ارے اب ، ۸ – ملیں کب الك بدیسی سیام کھو لو ، ۷ – ملن مجھ سوں بدیسی سیام کھو لو ، ۸ – ملیں مجھ سیں ، ۲ – ملے مجھ سیں بدیسی سیام اولو ، ۱۰ –

نوٹ: یہ شعر ن، ۱، ٤، ٥، ۷، ۸، ۹، اور ۱۰
میں درج ھے ۔ نوٹ: ن ۱ میں یہ شعر نمبر ۱۱٤
کے بعد آیا ھے ۔

(۱۱۸) - × ، ۱ ، ۸ - برھمن پوتھی دیکھی کچھ نہ پایا، ٤،
٥ - سبھی پوتھی تھکی پھر کچھ، ۲ - بھمن پوتھی
دکھی ، ۳ - برھمن دیکھ پوتھی کچھ، ۷ - دکھی
پوتھی برھمن، ٦ - بھمن پوتھی دکھی پر، ۱۰ -
سکھی میں پوچھ، ۷ -

(۱۱۹) - بھیء چپ میں نہ اب پوچھوں کسی کوں، ٤،
٦ - کسی سوں، ۳ - نہ بولوں اب، ۸ - نہیں
کوئی ھے میری عم ری سول، ۲ - عم رھی کوں،
۱، ٥ - غم زدی کوں، ٤ - نہیں دستا ھے کوئی،
۷ - نوٹ: ن ۸ میں یہ شعر اختلاف مصرع کے
ساتھ اسطرح ھے:

بھئی چپکی نہ پوچھوں اب کرم کوں
کہ لے جا آئے کر مجھ بے شرم کوں

(۱۲۰) - کہاں حائے، ۱ - جہا کرای کہوکت مرائے (؟)،
۲ - کا آپ ہرے، ۲ - سکھی کت، ۷ - ن ٥ میں
یہ شعر یوں ھے:

کہاں گھر پیو کے اٹ جائیے جی
لکھا اپنے کرم کا پائیے جی

(۱۲۱) - نہ جانو، ۱ - ۷، ۸ - کہیں جیو کب تلک اِسے دکھ سہے گا، ۷ - نکل جیو، ۸ - نکس سی جیو مرا یہ دکھ سہے گا، ۱۰ -

(۱۲۲) - یہ شعر صرف ن ۷ میں ھے -

(۱۲۳) - سکھی منکر سیارو (؟)، ۱، ۹ - کانك گیا اب اگھن، ۲ - تجھ پر سیہ رو، ٤ - سنو سکھیو کہ اگھن ماس، ٥ - سکھی ممکن شیہ رو ماس، ۷ - سکھی مجھ پر سمارو، ۸ - گیا اگھن سکھی اب پوس، م - کاگدھی، ۱ - کاگت، ۲ - کاغذ، ٤، ٥، ٦، ۱۰ - سجن اپنی نگہ کدھیں نہ پایا، ۷ - سجن آیا نہ پاتی، ۸ -

(۱۲٤) - سردی پڑی رہے، ۲، ۸، ۹ - غم اگن میں میں، ۱ - دھی رہے، ۳ - تن میں، ٦، ۷ -

(۱۲٥) - برہام یکدم، ۱ - اٹھوں نت یوں چڑوں، ۷ -

(۱۲٦) - بہ ھر یك، ۱، ٤، ٦ - ھر یك کویم اپن، ۸ -

(۱۲۷) - ×، ۲ - گئیں بورائے انکھیاں انتظاری، ۳ - گئی مرجھائے انکھیاں انتظاری، ٥ - گئیں پتھرائے انکھیاں انتظاری، ٦ - گئیں اندھرائے انکھیاں انتظاری، ۹ - گئیں بورائے انکھیاں ز انتظاری، ۱۰ - نوٹ: ن ۷ میں مصرع ثانی مصرع اول ھے اس طرح ع گئی

چندسی انکھاں کی انتظاری ۔ ن ۸ میں مصرع ثانی
یوں ھے ع غم اوپر غم کہو کیسے سہوں ری ۔
یہ مصرع تھوڑے اختلاف کے ساتھ شعر نمبر ۱۱۶
کا مصرع ثانی ھے۔

(۱۲۸) – ×، ۸ – پہلا مصرع، ع تمامی ھوش و عقلم سب
گئی رہے، ۱، ٤ – تمامی ھوش عقلم لٹ گئی رہے،
٦ – تمامی ھوش عقلم گم گئی رہے، ۷ – دوسرا
مصرع، ع عنان دل ز دستم چھٹ گئی رہے، ۱، ۳،
٤، ٦، ۷ – تمامی عقل و ھو شم، ۹ – چھٹ گئی
ھے .... لٹ گئی ھے، ۲، ۱۰ –

(۱۲۹) – ×، ۸ – مرے پاچھیں، ۱ – مرے پیچھو، ۳ –
پاچھیں بھی، ٥ – پاچھے، ۷، ۹ – مرے پیچھے
بھی ناحق، ۲، ٤، ٦ – بیاحق، ۱۰ –

(۱۳۰) – ×، ۸، م – مجھ چھوڑ، ۱ – مجھ چھاڑ، ۲، ۳، ٤،
٥، ٦ – اپنے کاج لاکو، ٥ – مجھ سے دور، ۱ –
مجکوں دور، ۷ – مجھ سے، ۹ –

(۱۳۱) – ×، م – نہ تم ھمرے، ۱، ۱۰ – نہ ھم تمرے
نہ تم ھمرے، ۳ – ارے سکھ اپنے کوں آگ
لاؤ، ۱، ۳، ٤، ۷، ۱۰ – اب دھاؤ، ۱ –

(۱۳۲) – ×، م – کاھے بلاؤ، ٤ – کاھے جراؤ، ۳، ۱۰ –

نصیحت کر ، ٤ ، ٥ - کا ھے خبر دیو ... کون ملادیو ،
٧ - پیارے کو ، ٩ - پیارے کون ، ١٠ -

(١٣٣) - × ، ٨ - یوں آوتا ھے ، ١٠ - عاشقاں کون ، ٧ -
نوٹ : ن ١٠ میں اسکے بعد شعر نمبر ١٧٨ اور ١٧٩
درج ھیں -

(١٣٤) - × ، ٨ - کروں کنٹھا گلے ، ٢ - سب چیز پہاڑوں ،
٤ ، ٥ - جوگن کے ، ٢ ، ٥ - ارے مں بھیس ، ٧ -
بھیکھ ، ٩ - بھیك ، ١٠ - ن ، ١٠ میں یه شعر ، نمبر
١٣٣ سے قبل آیا ھے -

(١٣٥) - × ، ٨ - ١٠ میں دھون ، ١ - پی کے دیس ، ١ -
دھویں ، ٣ - دھونیں ، ٩ - ھزاراں ناله غمگیں
سنا کر ، ٤ - ھزاراں آہ ناله کے ، ٥ - ھزاراں آہ کے
نعرے بجا کر ، ٧ -

(١٣٦) - × ، ٨ ، ١٠ - دلربا کے ، ١ ، ٧ ، ٩ - گھر پکاروں ،
٢ - گھر جگاؤں ، ٣ ، ٤ - پیا کے وصل ، ٩ -

(١٣٧) - × ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ ، م - نہیں ھے
آس اب جیو کے ، ٧ -

(١٣٨) × ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ ، م - اگھن دکھ
دے گیا ، ٧ - پیا بن نین ترسی ھو مروں ری ، ٧ -
ن ٧ میں یه شعر ١٤٠ کے بعد آیا ھے -

(۱۳۹) × ، ۱۰ ، م ـ ٹك لك ، ۲ ـ مجھ پر لا کھ ، ٤ ـ مجھ پر سال ، ٥ ـ اے ماس ، ۷ ـ مجھ پر اك بتیا (؟) ، ۸ ـ سیام ، ۷ ، ۸ـ نوٹ : ن ۷ اور ۸ میں یہ شعر نمبر ۱۳۷ سے قبل آیا ھے ـ

(۱٤۰) ـ اگھن بتیا سکھی ، ۱ ـ اگھن دکھ دے گیا ، ۷ ، ۸ ـ گیا اگھن سکھی ، م ـ اب پوہ آیا ، ۱ ـ اگھن دکھ دے پر اب یہ پوس ، ٤ ـ پیارے نے مجھے دل سے بھلایا ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ـ پیارے نے مجھے دل سوں بھلایا ، ۲ ، ۳ ، ۷ ، ۸ ـ

(۱٤۱) ـ پڑے پالاں ، ۷ ـ کپے تھر تھر ، م ـ مرا دیہہ ، ۲ ـ لا گی مری نیہہ ، ۲ ، ۷ ـ نجانوں کس گھڑی ، ۳ ـ اری کس ، ۹ ـ

(۱٤۲) ـ همن کانپے ، ۲ ـ همن کانپوں ، ۷ ، ۸ ـ

(۱٤۳) ـ کوئرا ، ۳ ـ بھئی هوں کوئلا ، ۲ ـ جَل بَل ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ـ پیا بن کوئلا جل بل بھیا تن ، ۸ ـ بھئے نس سال مجھ پر ماس سو دن ، ۱ ـ نس مانس ، ۳ ، ٥ ـ نہیں یہ سال مجھ پر دانس ، ٤ ـ بھئے نس ماس مجھ پر سال صد دن ، ٦ ـ بھئے نس ماس مجھ پر سال نس دن ، ۷ ـ نہیں اس سال مجھ پر ماس نس دن ، ۸ ـ بھئیں نس مانس مجھ پر سال شد دن ، ۹ ـ

(۱٤٤) — × ، ۸ — یہ مانس، ۲ — اس ماس میں ، ۷ — پیوکن ، ۳ —

(۱٤٥) — یہ شعر صرف ن ۱ اور ۸ میں درج ھے —

(۱٤٦) — یہ شعر بھی صرف ن ۱ اور ۸ میں آیا ھے

(۱٤۷) — × ، ۸ — برہ نے آئے جادی(؟) ، ۲ — برہ نے آچھاروں ،
۹ — سکھی کا ھے ، ۲ — ماے سوری ' ۱ ، ۲ ، ۳ ،
٤ ، ٥ ، ٦ — بڑی گل میں ھمن کے پاؤں بیڑی ، ۷ —

(۱٤۸) — × ، ۸ — آہ ڈیرا ، ۲ — پیو کو سبیرا ، ۲ — پیوکن
سویرا ، ۳ — کتھا میرا کہو ، ۷ — پیو سے ، ۹ —

(۱٤۹) — × ، ۸ — وگر حانم زتن — ۲ — والّا جان زتن ، ۳ —
مگر غم سوں ، ۲ — اسی غم سوں ، ۱ ، ٤ ،
٥ ، ٦ —

(۱٥۰) — × ، ۸ — اجی ملّا ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ — پیا کے ملنے
کی فال دیکھو ، ۷ — (خارج از وزن) —

(۱٥۱) — یہ شعر صرف ن ۷ اور ۹ میں ھے — بر آوے ھمارا ،
۷ — وگرنہ حان حاتا ھے ھمارا ، ۷ —

(۱٥۲) — × ، ۸ — ھویگا .... ھویگا ، ۷ — ن ۷ میں یہ شعر
نمبر ۱٥۳ کے بعد آیا ھے —

(۱٥۳) — × ، ۸ — سیانوکہ کچھ ٹونا ، ۲ — سلونے سانورے ٹونا ،
۳ — سنو سیانو ارے ، ۷ ، ۹ — بھرو رے ، ۱ ، ۲ ،

۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ –

(۱٥٤) – × ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۸ –

(۱٥٥) – یہ شعر صرف ن ۹ میں ھے۔

(۱٥٦) – مبونے، ۷ – مجھ کوں پیانے، ۹ –

(۱٥۷) – یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے۔

(۱٥۸) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے –

(۱٥۹) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۰) یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۱) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۲) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦۳) . یہ شعر صرف ن ۱ میں ھے

(۱٦٤) . چلیا پوس اے سکھی لا کی بہت کہات (؟)، ۷ – چلا پوس اے سکھی یو بیت کر ھاتھ (؟)، ۸ – لائے بہت ھاتھ (؟)، م – دوسرا مصرع: نہ پوچھا ایك دم از من یکے بات. ۲ – ن ٥ میں پہلا مصرع اسطرح ھے: ع گئیں سب خوبیاں ھیہات ، ھیہات –

(۱٦٥) – یہ شعر صرف ن ۷، ۹ اور م میں ھے – ظُلَم مرے اوپر، ۷ – ٹھانا کیا ھے، م – ھمن کو دکھ دیا ھے، م – نوٹ: ن ۷ میں یہ شعر ۱٦۷ کے بعد آیا ھے –

(۱٦٦) ۔ درد دکھ سوں ، ۷ ۔ کروں کیا اب نہ آئے
دیس میتا ، ۷ ۔ مکانش ماکھ لینا ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ۔
مکانش ماہ بیتا ، ۱ ' ۸ ۔ ماہ بیتا ، م ۔ دوسرا مصرع ،
بدیسی سیام نے پھیرا نہ کیتا ، م ۔

(۱٦۷) ۔ یہ شعر صرف ن ، ٦ ، ۷ ' ۸ ۔ اور م میں ھے ۔
سائیں سے ، ٦ ، م ۔

(۱٦۸) ۔ یہ شعر صرف ن ، ۷ ، ۹ ، اور م میں آیا ھے ۔
اب ماکھ ، م ۔ فراق اب پوس ، ۷ ، م ۔ پیارے
نہیں ، م ۔

(۱٦۹) ۔ یہ شعر صرف ن ۷ میں درج ھے ۔

(۱۷۰) × ، ۹ ۔ ارے اس ماس ایما مولیاری + مجھے غم
کی اگن نے اب ایاری ، ۳ ۔ لگا یہ ماہ اپنا موں
لیاری ، ٤ ۔ اگن نے تو لیاری ، ٤ ۔ از نو لیاری ،
٥ ۔ ارے اس ماہ انبہ مولیا ری (؟) ، ۷ ۔ لگا یہ
مانھہ امن پنا مولیاری (؟) ، ۸ ۔ حو آیا ماکھ
آنت موڑیا ری ، م ۔

(۱۷۱) ۔ × ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٥ ، ٦ ، ۹ ۔ بسنت اب گائیے
ری ، ٤ ، ۸ ۔ زتار آہ ن من تائیے ری ، ٤ ،

(۱۷۲) ۔ × ، ۱ ۔ سکھی میں نے ھوئی ، ۲ ۔ سکھی منتی کرے
۳ ، ٥ ۔ سکھی بکتی پھروں ، ٤ ، ٦ ۔ سکھی بنتی

کروں ، ۷ ـ کہو دن رین کی ، ۵ ـ دین رین تم ، ۲ ـ
سنو تم رین کی ، ۷ ، ۸ ـ

(۱۷۳) ـ × ، ۱ ، ٦ ـ پھروں دوڑی بہ غم ، ۲ ـ پھروں بوری
دیوانی پھر کی دیدار ، ۷ ـ بزور درد ، ٤ ـ بوری
دوانی بھر دیـدار ، م ـ نپاؤں کونچہ صحرای
بازار ، ۷ ـ

(۱۷٤) ـ × ، ۱ ، ۲ ـ جو میں شب چنگ قـامت کا بجاؤں ،
٤ ، ۵ ، ٦ ـ جو شب میں چنگ قامت کل بناؤں ،
۷ ـ بشب چوں چنگ قامت کو بناؤں ، ۸ ـ ارے
چپ آنسوؤں کے ، ۳ ـ آنجھوؤں کے ، ٤ ، ۸ ـ
آنسوان کے ، ۷ ـ

(۱۷۵) ـ × ، ۱ ، ۵ ـ درد جـان غم کشیدہ ، ۲ ، ٦ ـ در
دل وحاں ، ٤ ، م ـ شراب درد عم جانم کشیدہ ، ۷ ـ
دل جاں عم کشیدہ ، ۸ ـ

(۱۷٦) ـ × ، ۱ ، ۵ ـ دلدارم ، ٤ ـ بجـان ما ، ۸ ـ کہ اے
دلبر ، ۹ ـ مہر سلیمانی ، ۲ ، ۸ ـ بـایں مور سلیمانی ،
٤ ـ بایں مور ے سلیمانم ، ۳ ، ٦ ـ بہ ایں مورے
سلیمان یك ، ۷ ـ کہ من مورم سلیمان یك ، م ـ

(۱۷۷) ـ × ، ۱ ـ ارے پردیس جا ، ٦ ـ بسا پردیس میں ،
۷ ـ سکھ نہ دیجے ، ۲ ، ۳ ، ٦ ، ۸ ـ سنگ نہ دیجے ،

٤ ، ٧ - برهن کے تیں دکھڑا ، ٥ - اتا دکھڑا برهنی
کو ندیجے ، ٩ -

(١٧٨) - × ، ١ - دن رات ، ٧ ، ٨ -

(١٧٩) - × ، ١ ، ٤ ، ٥ - سو برس بیتا ، ٧ - بیتیں ، ٨ - مجھ
برس بیتا ، ٩ - بیك ساعت ترے اندوہ کیتے ، ٢ -
نه یك ساعت ترا اندوہ چھوٹا ، ٧ - بیك یك ساعت
مجھے اندوہ چیتیں ، ٨ - نه اك ساعت ترا اندوہ
چھوٹا ، ٩ - اندوہ چھوٹے ، م -

(١٨٠) - × ، ١ ، ٢ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ ، ١٠ -

نھونی مجکوں یك ساعت تیرا یاد
نہیں آتی کد ھیں مجکوں که کیا یاد ، ٧ -

(١٨١) - × ، ١ - گئی گدری نه آیو ، ٢ - آون نه کینا ،
٩ - پھیرا نه کیمو ، ٣ - مدت ھوئی ، ٨ - کا گت..
.. نه دیو ، ٢ - کاغذ ، ٣ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٨ - نه یك
کاغذ کسی کو لکھ بھی دیو ، ٨ - ذرا ٹك لکھو
پانتی ھت نه دیو ، ٧ - درا کاغذ ، م - کھیو ، دیجو ،
٥ - نه دیا ، ٩ -

(١٨٢) - × ، ١ ، ٦ - کرن کھی ھے ٢ ، ٩ ، ١٠ - ایسی
سختی ، ١٠ - چنیں سختی ، ٣ - سختی ستی جو کن
بھی رہے ، ٤ - کرن بدی ھے ، ٥ - کن حو ندی
رہے ، ٧ - کھو جی کں کہے ری ، ٨ - ھو تم

کون نہی ھے ، ۲- دنیائی رھی ھے ، ۳ - تمھیں
کچھ لاج ، ٤ - ارے کچھ لاج ، ۷ - تمھن کچھ ' ۸ -
نہں رے ، ٤ ' ۸ ، ۷ - ارے تجھ لاج لوگن کی
نہیں ھے ، ۹ - نہیں ھے ، ٥ ، ۱۰ - نوٹ : نمبر ۹ میں
یہاں سے اشعار ماہ کا تك کے تحت آتے ھیں -

(۱۸۳) - × ، ۱ ، ٦ - کرکے ، ۲ ، ٥ ' ۸ - اب لك نہ آئے،
۹ - کس سوت نے ناتوں لگائے ، ٤ ، ٥ ، ۱۰ -
سوك ، ۹ - سوکناں ، ۷ - کن دتیوں نے ، م -

(۱۸٤) - × ، ۱ - وفاداری ، ۷ - سے ، ٦ ، ۸ ، م - ایتادکھ غیر
کے پیو کو (؟) ، ۲ - غریباں ' ۸ -

(۱۸٥) × ، ۲ ، ۳ ، ٥ ، ٦ ، ۹ ، م - نہ پوچھی یکدم ار من
آئے کربات ، ٤ - نہ پوچھی آئے کر یکدم صنم
بات ، ۷ - نہ پوچھی یکدم از من آن کر بات ، ۸ -

(۱۸٦) - جو دل میں تھا ، ۷ ، م - جانے تھی (؟) ، ۱۰ -
کری کیوں تم ھمن سوں ، ٤ ، ۸ - ھمن سوں کیوں کری
تھی ، ٥ - کری تھی کیوں ھمن سوں آشنائی ، ۷ ، ۱۰ -

(۱۸۷) - × ، ۱ ، ۳ ، ٥ - دل نہ لیجیے ، ۲ - جانتے ، ٤ -
من نہ کیجیے ، ٦ - من نہ دیجیے ، ۷ ' ۸ - پریت ، ۲ ، ٦ -
سے ، ٦ ' ۸ - باچھیے ، م -

(۱۸۸) - × ۱۰ ، ٥ ، ۷ ، ۸ - کتنے سو برس پیو ، ۲ - گئی

پیو چاندنی ، ٤ - کئے لور چاندنی (؟) ، ٦ - حان دے '
٩ ، ١٠ - نمبر ٩ اور ١٠ میں مصرع الٹ گئے ھیں -

(١٨٩) - یہ شعر صرف ن ٣ میں ھے -

(١٩٠) - X ، ١ ، ٣ ، ٥ - آرھا ھے ، ٤ - آگیا ھے ' ٦ -
آوتا ھے ، ٧ - آلگا ھے ، م - ملو تو دیکھ لیو نا
پھر دعا ھے ، ٢ - ملوں تو واوا نا توودا ھے ، ٨ -
ملو دیکھ لو نا تو دغا ھے ، ٩ - ملو تو دیکھ اور
نا تو دغا ھے ، ١٠ -

(١٩١) - X ، ١ ' ٨ - درد ہم نے کچھ نہ جانے ، ٢ ، ٥ -
ھمارا درد ، م - ھماری بھی پرت تم کچھ نہ جانی ، ٧ ،
٨ - تجھ نے ' ١٠ -

(١٩٢) - X ، ١ ، ٥ - ھمن کے کاج سوں ' ٢ - ھمارے
کام کو ، ٦ - ھمارے کام میں ، ٤ - کام موں ، ٨ -
ھمیں سیں کام دھیرج تم دھرت ھو ' ٧ - ن نمبر ٩
میں یہ شعر ١٩٣ کے بعد ھے -

(١٩٣) - X ، ١ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - تیرے ، ٩ - دلبر تمھارے ، ٢ ، ٣ -

(١٩٤) - X ، ١ - اگر ، ٩ - چھاڑو ، ٢ ، ٥ - چھاڈو ، ٩ - کرو
ھو ، ٤ ، ٥ - کرت گیا ھو ، ٨ - مجھے چاڈو کرونی
کیوں کھکیڑا ، ٧ -

(١٩٥) - X - ١ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - جاناں ، ٢ ، ٣ - پردیس ، ٩ - وس

دیس ۲۰ - ارے میں آکر ، ۲ - ارے ٹك ، ۷ ، ۸

(۱۹۶) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - نجے ، ۷ ، ۸ - کچھ حتّٰی ، ۹ -

(۱۹۷) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ - کٹھن ھیگا پیا بن ، ۲ - کہو کو جا سجن سوں ، ۲ - پیا سے ، ۷ ، ۸ - کہیے کُو اُو جا پیا سنگ ، ۱۰ -

(۱۹۸) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ماہ ، ۷ ، ۸ ، ۹ - ما کھ موں مکھ آ ، ۲ - دوسرا مصرع :- پڑا سانسا مجھے جیو کے رهن کا ، ۳ - بھروسا نئیں مجھے جیو کارهن کا ، ۷ ، ۸ - پڑا سانسا مجھے جی کے رهن کا ، ۹ - ن ۱۰ میں اس کے بعد کے اشعار عنوان ''بیان ماہ پھاگن'' کے تحت درج ھیں -

(۱۹۹) - × ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - ن ۷ ، میں یہ شعر ''ماہ پھاگن'' کا پہلا شعر ھے اور اس طرح ھے :

کیا جب ماہ دونا دکھ بھیا ری
جو آیا ماہ پھاگن کیا کروں ری

(۲۰۰) - کیا اب ، ۱ ، ٥ - کیا سب ، ٤ - کیا جب ماہ ، ۱ ، ٤ ، ٦ ، ۷ ، ۸ - سکھی ھے ھے کہ پردیسی نہ آیا ، ۱ - پیا پردیس چھایا ، ۸ - سلونے شیام کو پردیس بھایا ، ۹ - ن ۷ ، ۸ میں یہ شعر ''ماگھ'' مہینے کا آخری شعر ھے -

(۲۰۱) - یہ شعر صرف ن ۹ میں ہے - ن ' م میں دوسرا مصرع اس طرح ہے - سجن پردیس نت دکھڑا بھروں ری - اور ن ۷ میں یہ اس طرح درج ہے :

سجن بن دیس مجھ سونا بھیاری (؟)
سجن پردیس نت دکھ میں بھروں ری

(۲۰۲) ارے اب تم یہ سنو یہ درد مجھ سوں ' ۱ - ھن کا ، ۲ - یہ درد من سوں ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۸ ، م - یہ درد مں سے ' ۹ - درد مند سوں ، ۷ - تم درد من سوں ، ۱۰ - جلا فرقت سے پردیسی سجن کا ، ۲ - دکھڑا مجھ سجن کوں ، ۷ - کہے کوئی ، ۱۰ - سجن سے ، ۹ -

(۲۰۳) - کہے بامھن ، ۱ - کہیں برھن ، ۲ ، ۷ - سلونے روپ ، ۱ - سبھوں نے رنگ روپ اپنا بنایا ، ۷ - رنگ پایا ، ۲ ، م -

(۲۰٤) - چلی ھنستی ھوئی ، ۷ ، ۸ - چلیں بن بن ، ۱۰ - مدرسوں ، ۲ ، ٤ - اپنے مندھر سوں ، ۷ ، ۸ - جا اپنے سجن سوں ، ٤ ، ٥ -

(۲۰٥) - × ، ۱ - مزعفر ، ۲ ، ۳ ، ۹ ، ۱۰ - معطر چولیاں سب پہن ، ٦ - چوریاں ، ۳ - مظفر چونری ، ٤ ، ۷ ، ۸ - سو ھار نکائی (؟) ۷ ، ۸ - پہن آئیں ' ۱۰ - کمھر موں

مہنگا بھراویں ، ۲ - کہر میں مانگا ، ۳ - رنگ سے
مانگیں ، ٤ - سبھوں میں کہورے مانگا چرائیں (؟) ،
٦ - سبھوں نے رنگ سیں ، ۹ - موتیوں مانگاں
جمائیں ، م -

(۲۰٦) - × ، ۲ - ڈاروں ، ۳ - سرمہ سب ھیں ڈاریں ، ٤ -
سرمے سیاہ ، ٥ - بچشم دل سیاھی سرمہ ڈاریں ،
۷ - بہ چشم مست سیاھی سرمہ ڈاریں ، ۹ - لب دنداں ،
۸ - لب ار دنداں ، ۱۰ -

(۲۰۷) - ھریکس ، ۱۰ - کروں کیا ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ،
۹ - مہوتی بڈائی ، ۱ ، ٦ ، ۹ ، ۱۰ ، - ھوئے بڈائی ،
۲ ، ٥ ، - ھوتی برائی ، ۳ ، م -

(۲۰۸) - × ، ۳ - ر مژگاں تیر و ار ابرو کماں کج ، م - ن ۷ ،
۸ میں یہ شعر ۲۰۹ سے قبل ھے -

(۲۰۹) - بن ھے مکھ پر سب ، ۲ - غمز ھے گاھہ پر ، ٤ -
بن رھا ، ۷ ، م - گلے ھے بد پڑی ، ٦ - گلے ، ۸ -
گرے مالے پڑے ، ۱۰ - اور پائے ، ۹ -

(۲۱۰) - دو زلفاں کنج خوبی ، ۱ - لگا ھاں کمیج ، ۳ - کرکان
ساجن ، ۱ ، ۲ ، ۸ ، ۱۰ - مرکان ، ٦ - بل کھائے ، ۳ ،
٤ ، ٥ - زلفاں کی زو فن ، ۷ - جوں ناگ کاپھن ،
۹ - کیج کھائے ، م -

(۲۱۱) - که گردم تك کسی کون ڈنك ، ۱ - که گر وہ یك ،
۲، ٦ - کسو کے ، ۳، ٥ - ارے یہ نا ٹك جسکون ڈنك لاوے ،
۷ - که گرذرہ کسی کو ڈنك لاوے ، ۸ - اگر ٹك
وہ کسی کے ، ۹ - اگر وہ ناگ کس کو ڈس کے
جاوے ، م - زهر وس کی قیامت لگ ، ۲ - ڈسیا
اوس کا ، ۷ - زهر اوس کا ، ۸ ، ۱۰ ، م -

(۲۱۲) - دوسرا مصرع : وگر سازد نگاهے ، ۱ - نماید
یك نگه در سوئے ، م -

(۲۱۳) - سے - آواز ، ۳ - بچهوان کی ، ۷ ، ۱۰ - سنیے ارهر
طرف ، م - ابرن بهرن ، ۳ - اپنی برن اور روپ
سنگار ، ٥ - سارسنگار ، ٦ - تهاٹ سنگار ، ۷ - ساته
سنگار ، ۸ -

(۲۱٤) - زهر سومست هوشیار ، ۳ - رود هوشم ز هرسو مست
سرشار ، ۷ - مست و سرشار ، م - لے بر کتف ، ۳ ،
٦ - در کتف ، ۸ -

(۲۱٥) - اپنے سے ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، م - اپنے
سون ، ۲ -

(۲۱٦) - × ، ٤ - رنگاں کے مٹکاں ، ۲ - رنگوں کے کهیلیں ، ٦ -
رنگوں کے شیشے ، ۹ - رنگوں کے مٹکیں ، ۱۰ -
بهرے مٹکے رنگوں کے ، ٥ - م - اچهیں ، ۷ -

(۲۱۷) ـ گلال اور رنگ لیٹس ناریں ، ۱ ـ بھری ھیں شکل
ناری ، ۲ ـ بھئی ھیں لعل ، ٤ ـ بھرے اولعل، ۵ ـ ہوئیں
ھیں لعل ، ٦ ـ بھری ھیں لال ساریں ، ۷ ـ نال ناری ،
۱ ـ نال نیاری ، ۳ ـ پیا کے تال ، ٦ ـ نال ساریں ، ۷ ـ
پیا کے ساتھ ، م ـ

(۲۱۸) ـ × ۵ ـ کہیں . . . کہیں ، ۱، ۳ ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ، م ـ
کہیں مردنگ کہیں ڈھولک یو باجیے ، ۷ ـ اور طور
گاجے ، ۱ ، ٤ ، ٦ ، ۸ ـ ساریدہ اور طنبور
گاجے ، ۲ ـ اور تور گاجے ، ۳ ، ۱۰ ـ اور تار گاجے ،
۷ ـ ہور طور گاجے ، م ـ

(۲۱۹) ـ عبیروں کو ، ۲ ـ عبیروں سے ، ٤ ـ گاویں بجاویں ،
۱ ، ٤ ـ ہولی مچاویں ، ٦ ـ کھیلیں کھلاویں ، ۸ ـ

(۲۲۰) ـ × ، ٦ ـ غرائب دوھریں ، ۱ ـ اسی میں دوھرے ، ۵ ـ
اپس سوں دوھرے غزلاں سناویں ، ۱۰ ـ غزلاں ،
۷ ، ۸ ـ ہولیاں ، ۱ ، ٤ ، ۵ ، ۷ ، ۸ ـ

(۲۲۱) ـ کہے موں ، ۲ ، ۵ ، ۸ ـ مراتن جلاوے ، ۲ ـ تن
مرا ، ۳ ، ٤ ـ موراتن ، ۱ ـ

(۲۲۲) ـ دھالاں لڈتیاں ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ۷ ، ۹ ـ دھاراں دھومیاں ،
٦ ، ۸ ـ دھاراں دیتیاں ، ۱۰ ـ سب مل کرت ھیں ، ۲ ـ
ناریاں عشرت کرت ھیں ، ۷ ـ سب کچھ کرت ھیں ، م ـ

(۲۲۳) - اری میں، ۲ - سکھی میں رہ گئی، ٤ - وئے میں هی
رهی، ٥ - ولے میں رہ گئی، ۷ - جاتے مجھ اُپر،
۱، ۸، ۱۰ - جائے مجھ اُپر، ٤، ٥ - مجھ
اُپر دِن، ۹ -

(۲۲٤) - × ۵۰ - تم کو پیا، ۱ - نہیں کچھ فکر تجکو ہے، ۲ -
پیا کچھ دکھ، ٦ - پیا تمکو نہیں، ۸ - بج کون، ۱۰ -
کچھ فکر، ۱۰ - یاد ہے، ۱، ٦، م - مشکل یاد
سون، ۷ - مطلق یاد سو، ۷ - مجکو سارا، ۲ -
مطلق یاد سون، ۱۰ -

(۲۲٥) - دوسرا مصرع: که اب تک گھر کو اپنے تم، ۲ -
که باهر جاکے پھر گھر هونہ آئے، ۳ - که
تا هنوز گھر تم پھر نہ آئے (؟)، ۷، ۹ - تا هنوز
گھر تم کیوں نه آئے (؟) ۸ - که تا هنوز تم گھر
کون نه آئے، (؟)، ۱۰ -

(۲۲٦) - × ۵۰ - جطائے، ٤ - مبیرے، ۲، ۸ - جبر میری
سو بھی پھر، ۷ -

(۲۲۷) - جان زتن چلتا رهے گا، ۱، ۳، ۷ - دوسرا مصرع:
اگن غم میں جگر جلتا رهے گا، ۱، ٤، ۸ - اگر نه
آئے کر پھر کیا کرے گا، ۷ - کہو یه خون

کس کے گل پڑیگا، ۹ - نسخہ نمبر ۷، ۸ میں یہ
شعر ۲۲۹ کے بعد ھے -

(۲۲۸) - زودی زود آرے، ۹ - گلے سون گل، ۲، ۳ -
مہر کر کے گلے سون مجھ لگاؤ، ۷، ۸ - مجھسے گل
سون لگاؤ، ۱۰ - لگارے، ۹ -

(۲۲۹) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦ - ارے بالم، ۷، ۸، ۱۰، م -
پاؤن، ۲، ۳، ٤ - پایں، ۹، ۷، ۸ - ترے پیّان
پڑون گی، م - قربان کرون گی، م -

(۲۳۰) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦ - ھورھون ری، ۲ - جو کچھ
مجکون کہے گا سو سون گی، ۷، ۸ - دل و جان تجھ اُپر
قربان کرون گی، ۹ - جو کچھ مجھ کون سَہاوے گا
سہون گی، ۱۰ - حو کچھ مجکو سناوے گا
سنون گی، م -

(۲۳۱) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦، م - آورے آو، ۷، ۸ -
آؤ گھر رے . ۱۰ - دکھلاؤ رے آؤ، ۷، ۸ -

(۲۳۲) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦ - ھورھی ری، ۹ - نمانی جو دیوانی،
۷، ۸ - نمانی بل دِوانی، ۹ - نمانی چه دِوانی، م -

(۲۳۳) - ×، ۱، ۳، ٤، ٥، ٦ - گھر آو اگن میری، ۲ -
ارے آؤ جلن، ۷ - ارے گھر آؤ، ۱۰ - کنتھا،

۱۰ - موری سو، م -

(۲۳۴) - ×، ۱، ۲، ٤، ٥، ٦ - دکھ کہوں گی، ۷ - دکھ سناؤں، ۹ - دوسرا مصرع:

غم اوپر غم کہو کب لگ سہوں ری، ۲ -

نہیں یو دکھ ایسے کب لگ بکوں گی، ۷ -

نہیں طاقت مجھے کب لگ سہوں رے، ۹ -

نہیں آدر ایسے کب لگ سہوں رے، ۱۰ -

(۲۳۵) - ×، ۱، ۲، ٤، ٥، ٦ - ھے آ خبر اسے، ۷، ۹ -

ایسے سر، ۷ - نمانی کی صبر، ۲ -

(۲۳٦) - ×، ۱، ۲، ٤، ٥، ٦ - اری او دھو، ۷، ۱۰ -

او دھو کو سب قصہ سنایا، م - جھگڑا بجھایا، ۷ -

جھگڑا جتایا، م -

(۲۳۷) - ×، ۱، ۲، ٤، ٥، ٦ - نہ جانے، ۲ - نہیں آون

کیا کیا جتن کیجیے، ۹ - نہ مانا اُن کہا کیا چین

کیجیے، ۷ -

(۲۳۸) - ×، ۱، ٤، ٥، ٦ - مشہور ھے جو جیت ہوئیں،

۲ - نقل مشہور جب یو بخت اٹھے، ۷ - جو بخت

روٹھے، ۹ - میت ہوئیں، ۲ - بھئے جب، ۷ -

بھئے سب بیر بھائی میت کھوٹے، ۹ - بھئے سب

میت اخوان خویش کھوٹے، ۱۰ -

(۲۳۹) - × ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ - کوئی من میت میرا، ۷ - پیو کون سویرا، ۷ -

(۲٤۰) - × ، ۱ ، ٦ - دیہن ، ۲ - سب ڈیہی بری ، ٥ - تمہارے ہجر سے کہر میں پڑی رہے، ٤ - حو ماری آہ ہجراں .... ری ، ۷ - بہ نار ہجر سب ڈیہی جرے ری ، ۸ - ہو ری بھئے ری ، ۲ - کہر کت رہ رھی ری ، ۳ - کہر کت رم رہے ری ، ٥ - ہوری برے ری ، ۸ -

(۲٤۱) - × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ، ٦ - گیا پہا کن ، ۹ -

(۲٤۲) - سکہی اب ، ۱ ، ٥ ، ۹ - سکہی یہ ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، م - آئی سہائی ، ۱ ، ۲ - آئی تو ائی ، ۳ ، ٤ ، ٥ - آئی نوائی ، ۸ ، ۹ - سکہی اب چیت مانس آیا تو آئے ، ٥ - آئی نہ آئی ، ۷ - گیا حب ماہ پھاگن چیت آیا ، ٦ - اجہوں لگ آس میری ، ۱ - بر نہ لائی ، ٥ ، ۷ - پہولی پھلواری اور سب رنگ لایا ، ٦ - اجھوں آنند ، ۱۰ -

(۲٤۳) - پھلواریاں ری ، ۱ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۱۰ - ناریاں ری ، ۱ ، ۳ ، ٦ ، ۷ ، ۸ ، ۱۰ - سیریں ، ٤ ، ٥ ، ۸ - کرین عشرت ، ۱۰ ، م - کرین ہیں سب ،

۹ - سیر آ، ۲ -

(۲٤٤) - ×، ۵، ٦ - هار پھولوں کے، ۱ - بھنور پھولوں
کا، ۲ - لڑی پر پھول پھولن کی، ٤ - رهیں هیں
ناریاں پیو کے گلے لاگ، ۷، ۸ - سونی هیں ناریاں
پیو کے گلے لاگ، ۹ - کی لگی آگ، ۲، ۷، ۸،
۹ - داغ، ۱۰ -

(۲٤۵) - سہاری، ٤، ۸، م - درد و غم هم نے سہا، ٦ -
سہا هے، ۸ - درد و دکھ، ۱۰ - هر دم دهے ری،
۲ - هر دم رها ری، ٤، ٦ - هر دم رها هے، ۷ -
دیاری، ۸ - دیے ری، ۱۰ - هر دم دیا، م -

(۲٤٦) - ×، ۵، ٦ - دن رین مجھ نا گن، ۲ - ڈسے، ٤،
۸ - جگ هنسے هے، ٤ - پھروں دوری، ۱۰ -

(۲٤۷) - ×، ٤، ۵ - پریم پھانسی، ۲، ٦ - مرے گر میں
پھنسی هے، ۹ - گل موں، ۲، ٦، ۷ - گر موں،
م - هوا مرنا مرا، ۱ - اورن کی هانسی، ۷ - بھیا
مرنا مرا، ۸ - نوٹ: میر حسن نے یہ شعر اپنے
تذکرہ میں نقل کیا هے -

(۲٤۸) - پھروں تھی، ۱، ۲، ۳، ٤، ٦ - روتی پھروں
ری، ۷ - موں ڈرتی پھروں تھی، ۸ - پھرے تھی،

۹ ، ۱۰ ۔ نصیحت بہت اپنے کو ، ۱ ۔ نصیحت اپنے
کو آپی ، ۲ ۔ نصیحت میں میں ، ٤ ۔ نصیحت آپ
کون نسدن کروں ری، ۷ ۔ نصیحت میں اپن کون
نت کروں تھی ، ۸ ۔ کرے تھی ، ۳ ، ٦ ، ۹ ۔
کروں تھی ۱ ، ٤ ، ۸ ، ۱۰ ۔

(۲٤۹) ۔ بچھی کی لگن ' ٦ ۔ اری سکھ دے ، ٤ ، ۸ ۔
اری دے دل ، ۷ ۔ هزاراں دکھ نہ دیجے ، ۸ ۔
هزاروں ، ۹ ۔ هزاراں دکھ نہ لیجے ، ۱۰ ۔

(۲۵۰) ۔ × ' ٦ ۔ مسافر سے ، ۱ ، ٤ ، ۹ ، م ۔ رو رو
گنوایا ، ۲ ۔ روتے ، ۳ ، ۷ ۔ جنم اپنا ، ۹ ، م ۔

(۲۵۱) ۔ نین برحی نا ، ۱ ، ۳ ۔ پر چین نا ، ۲ ۔ برچھی نا ،
٤ ۔ برچھی نا رهی هے ، ٥ ۔ دو نین برچی نا ، ٦ ۔
برچی نارهی ری ، ۷ ، ۹ ، ۱۰ ۔ بر چھہاریا هین ،
م ۔ لے کر پرائے بس ، ۱ ۔ بس پڑی هے ، ٥ ۔
بس کیا هین ، م ۔

(۲۵۲) ۔ یہ شعر صرف ن ۳ میں ہے ۔

(۲۵۳) ۔ × ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۸ ، ۹ ، ۱۰ ۔
پیا دل دے سٹك چلتے رهے ری ، ۷ ۔
دونوں مای سدا جاتی رهے ری ، ۳ ۔
اری اے تین لی رسوا کر رہے ری ، ۷ ۔

(۲٥٤) - یه شعر صرف ن ۳ میں درج هے -

(۲٥٥) - X ، ٥ ، ٦ - بحالم ای صبا بهر خداری ، ٤ ، ۸ - باتی
هماری ، ۲ ، ۳ - باتاں هماری ، ۷ - پیاپا جاسنا ، ۹ -

(۲٥٦) - X ، ٥ ، ٦ - تم هی همن سے ، ۱ - دل نے همن سیں ،
۳ ، ۱۰ - دل مون همن سون ، ۲ - کری دل سون
همن سون بے وفائی ، ۷ - کریں ... آشنائی ، م -

(۲٥۷) - X ، ٥ ، ٦ - اے جان میں کهایا ، ۱ ، ۸ - ارے
میں جان کے کهایا دغا ، ۲ - دغا ، ۳ ، ۹ ، ۱۰ ، م -
ارے اے جان من کیا یادگاری ، ٤ - ارے انجان
میں کهائی دغا ری ، ۷ - تجھ سے ، ٤ ، ۷ ، ۸ ، ۹ ،
م - تجھ ایسے سنگدل ، ۱۰ -

(۲٥۸) - X ، ٥ ، ٦ - گهر کهے کی ، ۲ - تو گهر کهے کی ،
۳ - کر گئیے کی ، ٤ - گهر گئیے کی ، ۷ - اب تو
گئیے کی ، ۸ - کر کهی کی ، ۱۰ - بهروں هوں ،
۸ - مرت هوں ، م -

(۲٥۹) - X ، ۱ ، ٥ ، ٦ ، ۷ - نارها ، ٤ - اری بل نیك ،
۸ - تن میں ، ۹ - بل بدوه تن سون ، ۱۰ - خاکستر
بهیاری ، ٤ -

(۲٦۰) - تم نه کیجو ، ۱ ، ۷ ، م - آن کر ، ۱ ، ۳ ، ٤ ، ۸ - خبر
میری سبیر سے آن لیجو ، ٥ ، ٦ - شتابی در عقب ، ۲ -

پکھ نه کیجو، ۷ – دیدار دیجو، ۷، ۸ –

(۲٦۱) – × ، ۲ – چلتی رهے گی، ۳، ٥، ۱۰ – پیا بن برهنی، ۳، ٤، ٥، ۷، ۹ –

(۲٦۲) – یه شعر بیساکھ کے ذکر میں پہلا شعر هے، ۱، ٤، ٥، ۱۰ – ارے بھادوں ارے ساون، ۱ – کہاں ساون کہاں بھادوں کہاں هے، ۷ – کہاں ساون کہاں بھادوں کہاں رہے، ۸ – کہاں بھادوں ارے ساون کہاں رہے، ۹، ۱۰ – کہاں هے ... جہاں هے، م – ملوٹك آئے یه فانی جہان هے، ۷ – ملوٹك آئے پردسی جہان هے، ۱۰ –

(۲٦۳) – کروں کیسا، ۱ – پھروں کیسے، ۲ – کھرے کیا، ۳ – کریں کیسے، ٤، ۸ – رهوں کیسے، ٥ – کروں کیسی، ٦ – گیا چیت، ۷ – بهری کیسی، ۱۰ – که کویل انبه پر، ۱ – کویل بهی، ٤ – انبه چڑھ کے، ٦ – کویل پهر، ۹ – کویل نیں اٹھ بره پر شور لایا (؟) ۱۰ –

(۲٦٤) – یه شعر صرف نمبر ۹ میں درج هے –

(۲٦٥) – یه شعر صرف ن ۹ میں درج هے – م، میں اسطرح هے – جری سر پاؤں لگ هے هے اکیلی –

نوٹ :ـ مطبوعہ نسخے میں شعر نمبر ۲۶۷ کے بعد یہ اشعار ملتے ھیں ۔ ان میں بہت سے نا موزوں اور غلط درج ھیں :ـ

سنی آواز اور کویل کی بتیاں
پڑے کیوں چین دن رین مجھ چھتیاں ؟
گھڑی کیسی لگی ھے آگ تن میں
پڑی پیچھے تڑپتی ھے انگن میں
بھولے ٹیسو لگی ھے آگ بن میں
جرے جیوڑا ، پڑی ھے آگ من میں
دیھی سر پاؤں لگ بیراگ سیتی
ھوئی جل کویلا اس آگ سیتی
اری کویل کبھو پردیس جائے
سبھی بتیاں ھمن پر اس کو سمجھائے ؟
ارے تجھکو پیا پردیس بھایا
برھنی کو دیا تیں دکھ سوایا
ارے دارو اسے دکھ کرو تم (؟)
پگ اس کے لے مرے سر پر دھرو تم
نمانی کرو نصیحت ھوں دوانی (؟)
بھئی جو درد سوں تیری نمانی

(۲۶۶) ـ ھمارے پی ، ۱ ، ۱۰ ـ پیو گھر نا ھیں ، ۲ ـ اجھوں

گھر نہ آئے ، ۳ - گھر اجھوں نہ آئے ، ٥ ، ٦ -
اجھوں لگ ، ۱۰ - اجھوں نا گھر ، م - کے بس
پڑے ری ، ٤ ، ٨ ، م - کن سوت نے باتوں لگائے ،
٥ ، ٦ - ارے کن دوتی ، ٧ -

نوٹ : - ن ، ٨ میں یہ شعر جیٹھ مہینے کے تحت نقل ھے -

(٢٦٧) - × ، ۱ ، ۳ - اس ماہ ، ۱۰ - ھمن حیران و سرگرداں
پھرت ھیں ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، م - ھمن سی خوار
سرگرداں پھرت ھیں ، ٧ - ھمن حیران سرگرداں
پھرت ھیں ، ٨ - ھمن سی خوار و سرگرداں
پھرے ھیں ، ۱۰ -

(٢٦٨) - در ھر دوعالم ، ٧ - بھیا امروز سکھ ، ٨ - بھیا ھے
سکھ انند ، م - خدا پر ھے مرا معلوم حالم ، م -

(٢٦٩) - × ، ٦ ، م - از بس بھیا ری ، ٢ - مرا سب سکھ ،
۱۰ - تنم بے خوابی سے میرا بھیاری ، ٦ - سارا
بھیاری ، ٧ - تم بے خواب جیو (ن) ، ٨ -

(٢٧٠) - × ، ٥ ، ٦ - سکھی یہ دن کو میں کیسے بھروں گی ،
٢ ، ۱۰ - یہ دن کھو کیسے بھروں گی ، ۳ -
سکھی یہ دن کھو ، ٧ - ایکلا کیسے بھروں ری ،
٩ - دن رین کیسے بھروں گی ، م - اب بس ، ۱ - بن
بکھ ، ۲ - نہیں اب صبر میں ، ٤ -

نہیں ہے صبر مجھ، ۸ - بکھ، ۱۰ - مروں گی، ۱۰ -
فکر بس کہا کر، م -

(۲۷۱) - ×، ۵، ۶ - سجن سے، ۱۰، ۹ - سجن کو، ۲ - کہے
دکھ کوئی مرے جانی سجن سوں، م - جلن سے،
۱ - کہ آکر وہ دیکھے مری جلن کو، ۴ - ملے آکر
وهی جانم حتن سوں، ۷ - ملیں (آن کے) زود
بیراگ من سے، ۹ - بھلا ہے تب کہ چھوٹے جان
تن سوں، م - نوٹ: - مطبوعہ نسخے - (م)
میں اس شعر کے بعد یہ دو شعر درج ہیں :-

گیا پیاکدھ کنتھا گھر نہ آئے
بھئے پردیس میں جابس پرائے
سکھی اس رُت اگر ساجن نہ آویں
مروں گی میں، مجھے جیتا نہ پاویں

(۲۷۲) - لگو یہ جیٹھ، ۱ - دیکھوں اب جیٹھ سوں دھوپاں
پڑت ہیں، ۲ - لگا اب جیٹھ یہ، ۳ - لکھوں اب
جیٹھ میں دھوپاں پڑت ہیں، ۵ - سکھی اب جیٹھ
میں دھوپاں پڑے ری، ۷ - ایا اب جیٹھ، ۸ - لگی
اب جیٹھ رت دھوپاں پڑت ہیں، ۹ - لگو اب جیٹھ
یہ، ۱۰ - سکھی اس جیٹھ میں دھوپیں پرت ہیں، م -
بھرت ہیں، ۲، ۵، ۹، م -

لگا اب جیٹھ رے دھو ںاں پڑت ری

ھمیں یك خوار و سرگرداں پھرت ری ، ٦-

(۲۷۳) - × ، ۲ ، ۸ - آگ موں غم کی ، ۱ ، ٤ - اب آگ غم کی موں ، ۳ ، ٦ - ھمن ھی آگ غمکیں موں ، ٥ - ھمن اس آگ غم کی میں پھرت ھیں ، ۷ - ھمن اس آگ غم میں یوں ، ۱۰ - ھمن اس آگ غم کی میں جرت ھیں ۰ م - علاوہ دوسرے دھو ںاں پڑت ھیں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٦ - علاوے دوسرے پاواں حرت ھیں ، ۷ - لوواں پڑت ھیں ، ۹ - علاوے دوسرے لویاں پڑت ھیں ، ۱۰ -

(۲۷٤) - × ، ۳ - تاریاں سب ، ۲ ، ۳ - بچھائے تخت اوپر چاندنیاں ری ، ٥ - بٹھیاں ھیں تخت اوپر تاریاں ری ، ۷ - تخت پر سب تاریاں ری ، م - پیا کے سنگ ، ٥ ، م - ساریاں سب ، ۲ ، ۳ -

(۲۷٥) - × ، ۲ ، ٦ ، ۱۰ ، م - دوسرا چھڑکاؤ کرتے ، ٥ - چھڑکاؤ کرتیاں ، ۷ - باؤ کیجیے ، ۱ - باؤ دیجے ، ٤ ، ۸ - باؤ کرتے ، ٥ - فراش باد کش کی باؤ لیتیاں ، ۷ - فراش و باد کش کی باؤ کیجیے ، ۹ -

(۲۷٦) - کے اے سکھی ھیں اب پیا ، ۱ - جو ھووین کے

سکھی اس رت پیا گھر ، ۱۰ - ھیں میسر ، ۳ ، ۶ ، ۷ -

(۲۷۷) - × ، ٤ ، ٥ ، ۸ - ھمارے پا برھنه ، ۱ - ھمارے پانو تلك ھے دھوپ برسیں ، ۲ - گھر سیں ، ۲ - پی باج در در ، ۹ - پیو باج در در ، ۱۰ - دوڑتی بے تاج در در ، م -

(۲۷۸) - × ، ٥ - دوپہری ا یکلی ، ۱ - دوپہری دھوپ ھی کیا ، ۸ - ٹھیك میں ، ۹ - بھرت ھیں ، ۹ - جستجو میں میں بھرت ھوں ، ۳ ، ٤ - پیا کی نت جو میں بنتی کرت ھوں ، ٦ . من میں کرت ھوں ، ۷ - میں نت کرت ھوں ، ۸ - پیا کے پاس بن رووت مرت ھوں ، ۹ -

(۲۷۹) - × ، ۱ ، ٥ ، ۸ - بگن موں ، ۱ ، ۲ ، ۳ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ - پھپھولے ھوچلے سارے بدن موں ، ۱ ، ۲ ، ٥ - سکھی لو ھوچلیے سارے بدن موں ، ٤ -
نوٹ :- ن ٤ میں اسکے بعد یه شعر ھے :

اری یه کاگ نے مہینوں جلایا
پیا کی جستجو نے سر دکھایا

(۲۸۰) - × ، ۷ ، ۸ - اٹھے بیٹھے کی ، ۲ - جان بلب کب لگ ، ۲ . نه جانوں جان به تن کب لگ رھے ری ، ۳ - جیو دکھت کب لگ ، ٤ - جاں زتن ،

۵ - تمامی دیہ برھا (ـنے دھی) رـے ، ۹ - تن
میں حان کب لك رـھے ری، ۱۰ - جانِ من ، م -
نوٹ : ن ۹ میں اس کے بعد یہ نا مکمل شعر ھے :
چھٹے اب جیوڑا دوکھ سے ھمـارا
لکھیے ھے سب جـگ دکھ اوار ؟؟
(۲۸۱) - × ، ۲ - لون تیری ، ۱ ، ٤ ، ۵ ، ۹ - گو سینیاں ۸ -
نسخہ م میں اس کے بعد یہ شعر بھی ھے :
پیارے بن گئی سدھ بدھ جو موری
ارے میں تو بھئی بن دام چیری
(۲۸۲) جا کہے کوئی ، ۱ - کوئی جا کہے ، ٤ ، ۵ ، - سکھی
جا کون بولے ، ۷ - سکھی کر کوئی کہے جا ،
۱۰ - دلربا سے ، ٤ ، ۹ - دلربا کوں ، ۵ - پر جفا سے ،
۱ - پر جفائے ، ۲ - پر جفا اور ، ٤ - جفا کر بے وفا
سون ، ۵ ، ٦ - سکھی کوئی جا کہے اوس ، ۸ -
بے وفا و پر جفا سے ، ۹ - بے وفا سون ، پر جفا سون ،
۱۰ - پر جفا و خود نما سون ، م - نسخہ م میں اس
کے بعد یہ شعر ھے :-
تمامی درد دکھ اس یـاوری کا
کہ سازد ـکر پکھ اس داوری کا
(۲۸۳) - × ، ٤ ، ۵ ، ۸ - کہ بارہ مانس بھی تم بن بہائے ،

۲ ـ که باره مانس ، ۳ ـ رو رو ، ٦ ـ یه گیارا ماس میں روتے گنوائی ، ۸ ـ ارے ظالم اجھوں تم گھر نہ آئے ، ٦ ـ

(۲۸٤) ـ × ۱ ـ ترے غم سوں یہ لب جاں آرہا ھے ، ٤ ـ ۸ ـ سلگتا جیو لبوں پر آرہا ھے ، ٥ ـ سکن جیو نین پر آرہا ری ، ۲ ـ نہ نکسے جیو ، ۳ ـ سسکتا جی ، ۷ ، م ـ سسکتا جیو ، ۸ ، ۹ ـ
شکستہ جیوں کیوں تیرا رہا ھے ، ۱۰ ـ

نوٹ : ـ ن نمبر ۷ میں اس کے بعد یہ شعر ھے (واآلا جاں زتن باھر پڑیگا) جو دوسری جگہ درج کیا جاچکا ھے ـ

(۲۸٥) ـ × ، ٤ ، ٥ ، ۸ ـ اپنے کو دکھاؤ ، ۱ ، ٦ ، ۹ ، م ـ اپنے کوں ، ۷ ، ۱۰ ـ

(۲۸٦) ـ × ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ۱۰ ـ

(۲۸۷) یہ شعر صرف نسخہ م میں ھے اور تسلسل شعری کے پیش نظر داخل کر لیا گیا ھے ـ

(۲۸۸) ـ آساڈھ ، ۸ ، ۹ ـ نہ جانو ، ۱ ـ

(۲۸۹) ـ × ، ۱ ، ٤ ، ٥ ـ سنوری رات کی ، ٦ ـ موری کہانی ، ۲ ، ۳ ، ۷ ـ کر کو موڑ کے ، ۲ ، ۳ ، ٦ ـ کر کو موڑ کر ، ۷ ، ۹ ، ۱۰ ـ

(۲۹۰) چاو ، ۲ ، م ـ سرسوں ، ۲ ، ۹ ، ۱۰ ـ نئے سر سے مجانے

دکھڑا دیا ری، ٥، ٦، م۔ مصرع اول شعر نمبر
١٤٥ کا مصرع دوم ھے جو اس سے قبل آچکا ھے۔

(٢٩١)۔ ز دیدہ اشك باراں دل گرفتم، ٤ ـ ن ٤، ٦ اور
٨ میں مصرعوں کی ترتیب موخر مقدم ھے۔
ن م میں یہ شعر جیٹھ کے ماہ میں درج ھے۔ اشك
افگندن، ٧۔

(٢٩٢)۔ یار اغیار، ١٠ ـ یار وغم خوار، م۔ بجز حق کس
ندیدم در جہاں یار، ٧، م۔

(٢٩٣)۔ ×، م۔ ن ١ میں یہ شعر ٢٨٨ کے بعد درج ھے۔
خدارا درد مارا، ٧۔

(٢٩٤)۔ دیگر بہ نالم، ٢ ـ دیگر نیا بم، ٤، ٥، ٦ ـ دوسرا
مصرع ع بجز تو نیست دیگر در خیالم، ٢ ـ بجز
او نیست، ٦ ـ نباشد بادشاھم، م۔ دیگر نباشم،
١٠ ـ نمائی شب بروز پادشاھم، ١٠ ـ

(٢٩٥)۔ بہ مقسومم. م ـ برون آرم، ١، ٢، ٤، ٦، ٧،
٨ ـ برون آور ز اندوہ ندامت، ٩ ـ کہ برھانم
ز اندوہ غرامت، ١٠ ـ

(٢٩٦)۔ یہ شعر صرف ن ٦ اور ١٠ میں درج ھے۔
خود را بہ رحمت، ١٠ ـ صحیح کن (خارج
از وزن)، ١٠ ـ

(۲۹۷) - اری میں سو گئی ، ۵ ، ٦ ، ۸ - ابواب عنایات ، ۱ - ابواب حاجات (خارج از وزن) ، ۲ - ابواب مہمات ، ٤ ، ۵ ، ٦ - ابواب فتوحات ، ۳ - چوب ابواب حاجات ، ۷ - ابواب مرادات ، ۸ - ابواب مناجات ، ۱۰ -

(۲۹۸) - یاریاں سب ، ۱ - گاوتیں ھیں ... آوتیں ھیں ، ۱۰ -

(۲۹۹) - × ، ٤ ، ۵ - بڑے دیوان میں ، ۱ - بڑے ایوان موں ، ۲ ، ۳ - مرے ایوان میں ھے شمع سوزاں ، ٦ ، ۸ - بھئی ھے روشنی سارے مندرماں ، ٦ - مندل ماں ، ۸ - میرے مندرماں ، ۱ -

(۳۰۰) - نہ دیکھی ، ۷ - عجب حیران بھئی ، ٤ ، ۵ -

(۳۰۱) - یہ شعر صرف ن ، ۳ - میں درج ھے -

(۳۰۲) - کنے ، ۱ ، ۳ ، م - سکھی تعبیر ، ۲ ، ۷ - کنھوں ، ۵ - آخر گشتہ ، ۲ - کنھاں ، ۹ -

(۳۰۳) - × ، ۲ - سادی ، ٦ - شاداں ، ۷ - اری یہ بات سن شرما رھی رہے ، ۸ - سادھی ، م - دیکھن کو ، ٤ - نس دیکھن ، ۵ - دیکھن ھوں لگی ، ٦ - مین گئی رہے ، ۹ -

(۳۰٤) - لپکتا آوتا ھے ، ٤ ، ۵ - بخوبی ماہ را ، ۱ ، م - بحسن ماہ ، ٤ - بحسنت ماہ کو ، ۸ -

(۳۰۵) - یہ شعر صرف ن ، ۳ - میں درج ھے -

(۳۰۶) - × ، ۲ ، بانْن پڑی ، ۱ ، ۵ ، ۶ - پیاں پڑی ، ۳ - سکھی
میں دوڑ کر باین پڑی ری ، ۷ - دوڑ کر پایوں پڑی
ری ، ۸ - لیتی ، ۱ - اپٹی کرے ، ۶ - لائے گلے ری ،
۷ ، ۸ - لینی ، کرے لائے ، ۹ - پاین ، ۱۰ -

(۳۰۷) - × ، ۵ - وصل یار ، ۲ - چه دلہا یار ، ٤ - رھا جی ،
۳ ، ۶ - زراھے یار پایا ، ۱۰ - دکھڑا گنوایا ، ۲ ، ۷ -
جھگڑا چکایا ، ۳ - دکھڑا مٹایا ، ٤ -

(۳۰۸) - × ، ۸ - چو لاله سرخ گشته ، ۱ ، ۲ ، ۳ - چو لاله
گشت سرخ رنگ رویم (خارج از وزن) ، ۷ -
بہر دم کعبه وصلش بجویم ، ۲ - گفتگوئے جان ،
٤ - گفت جامی را ، ۷ -

(۳۰۹) - ن ۱۰ میں حضرت جامی کے اس شعر سے قبل یه
ذیلی عنوان قائم کیا گیا ھے - " قول حضرت جامی " -
خوشا وقتے ، ۳ ، ۱ -

(۳۱۰) - × ، ۳ ، ۵ - چراغ روشنائی ، ۷ -

(۳۱۱) - × ، ۵ ، ۶ ، ۸ ، م - یه عشق ، ۲ - دیکھو اس عشق ، ۷ -
دکھی باچھے مجھے دکھڑا دیا ری (؟) ، ۷ - به غم دیگر ،
۲ - دیکھو یه عشق ، ۱۰ -

(۳۱۲) - × ، ۵ - چو سرو شطرنج ، ۷ - یه عشق سازی ، ۹ -
ندانی چوپڑ وشطرنج ، ۱ ، ۱۰ -

(۳۱۳) - × ، ٥ - نجانوں ، ۲ ، ٤ ، ٦ ، ٧ - ایسا نجانوں ، ٨ - تمی ،
۱ - تجھے پاس آگ ، ۲ - تمہیں ، ٤ ، م - آگ غم کی
موں نہ پڑنا ، ٦ - اس اگن ، ٨ -
(۳۱٤) - × ، ٤ ، ٥ - نجانوں ، ۲ ، ٦ ، ٧ - محبت خانہ را موسی نجانوں
(؟) ٧ ، - خانہ بھانمی نجانو (؟) ، ٨ ، . ۱ - خانہ را بامی (؟) ، ۱۰ -
(۳۱٥) - × ، ۲ ، ٤ ، ٥ ، ٧ - عشق و عشرت کو تجھ ور و ، ٨ - تن من
سو نچھ ور و ، ٨ - ارے یہ عشق و عشرت ، ٩ - پیا کا
نؤں ، ۱۰ - تن من میں ، م -
(۳۱٦) - × ، ٤ ، ٥ ، ٦ ، ٧ ، ٨ - یکدھے آسودگی ، ۱ ، ۳ -
ایك دم ، ۲ - نیستم ، ۳ - اندوہ و غم آلودگی ، ۱ ، ۳ -
پالودگی نیست (؟) ، ۳ ، م -
(۳۱٧) - × ، ۲ ، ٤ ، ٥ - کیوں دکھڑا بھرت ھو ، ۳ - بناحق ، ٧ -
عبث اس (آگ میں) غم کی جرت ھو ، ٧ - غم موں
کیوں مرت ھو ، ٨ - بن موت غم میں ، ٩ -
(۳۱٨) - × ، ٥ ، عشق کا بیڑا ، ۱ - عشق کا پنڈا ، ٩ -
(۳۱٩) - × ، ٤ ، ٥ - مجھ پر دھیلا ، ۲ - اب یك قدم چلنا ، ۳ ، ٦ -
بھیا تھا یك قدم چلنا ، ٨ - بھیا اك دم مجھسے جیونا ، ٩ -
بھیا اب یك قدم جانا ، ۱۰ -
(۳۲۰) - × ، ٥ - دلدار پاؤں ، ٦ - جو در غم زیستم غم خوار پایا ،
۱ - چولر زیدم زجان ، ۲ - چو درد غم غم غم خوار ، ٤ -
جو قربانش شدم ، م - چو در زندان غم غم خوار پاؤں ، ٦ -

چو ور زیدم غمے، ۹ – چوں در زندان غم، ۸ –

(۳۲۱) – X ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ٥ – تمامی روز و شب، م –

(۳۲۲) – X ، ۱ ، ۲ ، ٥ – اگر بردار هے تیں همچوں منصور –

(۳۲۳) – X ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ٥ – جاں دادن برستی، ٦ – نه ترسی ، ۹ – در برسی ، ۳ – نه رستی ، ٦ – در پے برسی ، ۹ – خود پرستی ، ۸ – در سرشتی ، ۸ –

(۳۲٤) – X ، ۱ ، ۲ ، ٥ – احقر ازیں ، ٤ ، ۱۰ ، م – خموش آخر ، ۳ ، ٦ – کبھوں ، ۳ ، ٦ ، ۱۰ – بیدرد اس دکھ کی نجانی ، ٦ – کبھنو نے حدّ اس غم کی ، ۸ – کسونے سار ، ۹ – ن ۷ اور ۸ میں یه شعر ۳۲٥ کے بعد آیا هے –

(۳۲٥) – X ، ۱ ، ۲ ، ٤ ، ٥ – بیا اے دلربا ، ۹ –

نوٹ نمبر ۱ – ن ۲ میں شعر نمبر ۳۲۰ کے بعد یه دو شعر مزید درج هیں :

درین دنیا نه کیجے آشنائی
که پچھتاونا پڑے جب هو جدائی
قصه سارا کہا گوپال افضل
که شد معشوق سوں عاشق کو واصل

نوٹ نمبر ۲ ـ ن ۸ میں شعر نمبر ۳۱٤ کے بعد یہ اشعار آتے ہیں :

ولے فارغ ز درد عشق دل نیست
تن بیدرد او جز آب و گل نیست

ز عالم رویت آورده غم عشق
که باشد عالمے خوش عالمے عشق

غم عشق از دل کس کم مبادا
ولے بے عشق در عالم مبادا

فلك سر گشت از سودائے عشق است
چنان پُر فتنه از غوغائے عشق است

اسیر عشق شو کازاد باشی
غمش در سینه نه تا شاد باشی

مئے عشقت دهد گرمی و مستی
دگر افسردگی و خود پرستی

اگر مجنون نه مے زین جام خوردے
که اورا در دو عالم نام بردے

هزاران عاقل و فرزانه رفتند
ولے از عاشقی بیگانه رفتند

نه نامے ماند از یشان نے نشانه
نه در دست زمان و آستانه

بسا مرغان خوش الحان رنتند
که خلق از ذکر ایشان لب نه بستند

چو اهل دل زعشق افسانه گوید
حدیث بلبل و پروانه گوید

بگیتی گرچه صد کار آزمائی
همیں عشقت دهد از خود رهائی

متاب از عشق رو گرچه مجازیست
که از بهر حقیقت کار سازیست

بلوح اول الف باتا نخواند
بقرآں درس کردن کے تواند

شنیدم شد مریدے پیش پیرے
که باشد در سلوکش دستگیرے

بگفت از پا نشد در عشقت از جای
برو عاشق شو آنگه پیش من آی

که بے جام مئے صورت کشیدن
نیاری جرعۂ معنی چشیدن

ولے باید که در صورت نمانی
وزین پل زود خود را بگزرانی

چو خواهی رخت در منزل نهادن
نباید برسر پل ایستادن

بحمد الله که تا بودن درین دیر
براه عاشقی بودم سبک سیر
چو دایه ناف من بے مشك دیده
بہ تیغ عاشقی نافم بریده
چو مادر بر لبم پستان نهاده
بخون خواری ز عشقم شیر داده

تصحیح :- (۱) اشعار نمبر ۱۶۲ اور ۱۶۳ سہواً دوبار
نمبر ۲۳۶ اور ۲۳۷ پر درج ہو گئے ھیں۔
اسطرح بکٹ کہانی کے کل اشعار کی
تعداد ۳۲۳ ھے -
(۲) اشعار نمبر ۱۶۱ اور نمبر ۲۳۵ کے پہلے
مصرعے یکساں ھیں -
(۳) اشعار نمبر ۱۵۸ اور نمبر ۲۲۳ تھوڑے سے
تغیر کے ساتھ یکساں ھیں -

نادر غزلیات حسن شوقی

مرتبہ

حسینی شاہد

نادر غزلیات حسن شوق

مرتبہ

حسینی شاہد

حسن شوق[1] کے نام سے ہم جس شاعر سے واقف ہیں، اس کا اصلی نام شیخ حسن[2] اور تخلص شوق تھا۔ شوق کے حالات نہیں ملتے۔ ابن نشاطی نے پھولبن میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

حسن شوق اگر ہوتا تو الحال
ہزاروں بھیجتا رحمت منج اپر ال

اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ پھولبن کی تصنیف (۱۰۶۶ ھ) کے وقت شوق کا انتقال ہو چکا تھا۔ سخاوت[3] مرزا نے مناقب شاہ حبیب اللہ بیجاپوری ابن احمد ابن خلیل، مولنٰہ عبدالقادر کے حوالے سے انکشاف کیا ہے کہ وہ شاہ حبیب اللہ کا مرید تھا اور شاہ صاحب کا مادۂ تاریخ

---

(۱) مولوی عبدالحق نے حسن شوق (رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۹ء) اور ڈاکٹر زور (اردو شہ پارے ص ۱۰۲) اور نصیر الدین ھاشمی نے (دکن میں اردو، ص ۱۹۹، چھٹی اشاعت) نے حسن نام بتلایا ہے۔ (۲) سخاوت مرزا، رسالہ اردو، اپریل ۱۹۵٤ ء، ص ۱۳، ۱٤ (۳) " " "

وصال ''قطب آخر زماں'' اسی نے نکالا تھا۔ جس سے
پتہ چلتا ہے کہ شوقی نہ صرف محمد عادل شاہ کا ہم عصر تھا
بلکہ اس نے سلطان ابراہیم عادل شاہ جگت گرو کا زمانہ
بھی دیکھا تھا۔

شوقی ایک سیلانی شاعر تھا۔ وہ احمد نگر، بیجاپور
اور گولکنڈہ کے درباروں سے وابستہ رہا ہے۔

مولوی عبدالحق نے سب سے پہلے شوقی کی مثنویوں،
فتح نامۂ، نظام شاہ یا ظفر نامۂ نظام شاہ اور میزبانی نامۂ
سلطان محمد عادل شاہ کا پتہ چلایا اور ان کے متعلق ایک
تعارفی مضمون رسالہ اردو۱ میں شائع کیا تھا۔ ان مثنویوں
کے مخطوطات انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، کے
کتب خانے میں محفوظ ہیں۔ کسی اور کتب خانے
میں ان کا کوئی اور نسخہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا ہے۔

فتح نامۂ نظام شاہ میں اس فیصلہ کن لڑائی کا حال
بیان کیا گیا ہے جو سلاطین دکن اور رام راج کے درمیان
ہوئی تھی۔ دکن کی سیاسی تاریخ میں اس جنگ کو بڑی
اہمیت حاصل ہے۔ رام راج لڑائی میں مارا گیا اور اس
کے سامراج کا خاتمہ ہو گیا۔

اس جنگ میں سلاطین دکن کوان کے اتحاد کی

---

(۱) رسالہ اردو، جولائی ۱۹۲۹ء۔ یہ مضمون ''قدیم اردو''
میں بھی شامل ہے ص ۷٤ تا ۹۲۔

وجہ سے کامیابی حاصل ہوئی تھی - علی عادل شاہ، ابراہیم قطب شاہ، نظام شاہ اور برید شاہ نے میدان کار زار میں بے جگری کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا تھا لیکن شوقی نے فتح کا سہرا نظام شاہ کے سر باندھ کر حق نمک ادا کیا ہے - یہ مثنوی شعر اور تاریخ کے حسین امتزاج کی وجہ سے دکنی ادبیات میں بڑی اہمیت رکھتی ہے -

فتح نامۂ نظام شاہ کو اگر تاریخی اہمیت حاصل ہے تو میزبانی نامہ کو اپنے عہد کی سماجی اور تہذیبی زندگی کی آئینہ داری کی وجہ سے امتیاز حاصل ہے -

سلطان محمد عادل شاہ کی ایک شادی اس کے وزیر مصطفی خان کی لڑکی تاج جہاں بیگم[1] سے ۱۰۴۲ ھ میں ہوئی تھی - میزبانی نامہ میں اس شادی کا ذکر ہے اور سلطان کی میزبانی، شہر گشت . مصطفی خان کی مہمانی، جہیز کی تفصیل، جشنوں کی دھوم دھام، محلوں کی آرائش، آتش بازی کی کیفیت، دربار کی شان و شوکت اور تقریبوں کے اہتمام وغیرہ کا بیان بڑے دلکش انداز میں کیا ہے - اس مثنوی سے بیجاپور کا ایک عہد ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور اس عہد کی سماجی

---

(۱) محمد نامہ، کتب خانہ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ ص ۱۴۷ بحوالہ علی گڈھ تاریخ ادب اردو -

زندگی، تہذیب و شائستگی، رسم و رواج، آداب اور رکھ رکھاؤ کا ہم براہ راست مطالعہ کر سکتے ہیں۔

شوقی پُرگو اور نادر الکلام شاعر تھا۔ رزم اور بزم دونوں میدانوں میں اس نے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ مرقع کشی، واقعہ نگاری، منظر کشی اور جزئیات نگاری میں اس کا جواب نہیں۔ اس کی تشبیہوں اور استعاروں میں بڑی ندرت اور تازگی ہوتی ہے۔

وہ ایک کامیاب غزل گو بھی تھا۔ اس کے ہاں حدیث دلبری بھی ہے اور طلسم فن بھی۔ مولوی عبدالحق نے اپنے مضمون میں اس کی تین غزلیں نقل کی تھیں، جن کے مطلع یہ ہیں:

دلبر سلونے نین پر کھینچی ہے سو کا خوب تر
خطاط جیوں ماریا رقم چھدوں ثاث کے صاد پر

کُھب کُھب رہی ہے من میں تیری زُلف کی کَھب کَھب
مسج جیو کے گلے میں پڑیا ہے طوق غب غب

تج نین کا ماتا ہے جو اس جام سیتی کام کیا
تجہ زلف کا کافر اسے اسلام سیتی کام کیا[1]

---

(۱) راقم کی بیاض میں یہ شعر اس طرح ہے:

تجہ حسن کا ماتا ہو کوئی اس جام سیتے کام کیا
تجہ زلف کے کافر کتیں اسلام سیتے کام کیا

سخاوت مرزا نے اپنے مضمون ''قدیم ۱ اردو کی ایك نایاب بیاض'' میں مزید دو غزلیں ۲ اور ایك نظم پیش کی ھیں :

تجھ مکھ کنول کنولے بدل جگمیں سو رنگ لالہ ھوا
تجھ زلف تھے اچھیا بھور دوجا بھوتك کالا ھوا

جنے تجھ برہ یا دکھیں جم نم کا جنم پکڑے
اونو نے حوص کوتر تے کھندی یکپل نم پکڑے

ھمیں ھیں برھنی باولی بیٹھے ھیں مے محبت کا
نہ کہہ ناصح نصیحت مجھ نہیں حاجت نصیحت کا

راقم الحروف کے ھاں دکھنی کی ایك قدیم بیاض ھے جس میں کئی معروف اور غیر معروف شعراء کا کلام محفوظ ھے ۔ اس بیاض میں شوق کی چند غیر مطبوعہ غزلیں اور ریختیاں بھی ھیں ۔ یہاں صرف پانچ غزلیں پیش کی جاتی ھیں ۔

(۱)

تیرے دسن ۳ ھور لال کے اوصاف ھوے جب باغ میں
لالا دکھوں رویا رکت ٤ یکسا ٥ ھیا ٦ انار کا

---

(۱) رسالہ اردو ، اپریل ۱۹٥٤ ء (۲) ان تین غزلوں کے علاوہ عبد الحق والی غزل نمبر ۱ میں تین شعر کا اضافہ کیا ھے (۳) دانت ۔ (٤) خون (٥) کھانا ، شگفتہ ھونا ، تار تار ھونا ، پھٹنا (٦) دل ۔

تیرے زُلَف کے دام کوں زاھد کیہں تسبیح ھے

بھمن[1] کہیں سیوا بھی زنار ھے کفار کا

جس شہر میں بستا ھے تو سب جگ ھے اس کا معتقد

مومن کہیں مکّہ بھی کافر کتے ھیں دوارکا

تج زلف کا سبت پیا سا تو سمندر سات بُند

خورشید یک گوھر اھے تج حسن گوھر بار کا

صورت منے[2] ھے بادشاہ سیرت منے درویش حوں

یوسف توں ھے کر کیوں کہوں پن[3] ھے توں یوسف سار کا[4]

عشاق کے مذھب منے قبلہ مجازی نیں روا

قبلہ حقیقت کا بھی دیدار تج دلدار کا

اے مشک بو ھندوی صنم عالم معطر ھو رھیا

تج طرۂ طرار میں نافہ اھے تاتار کا

تج خال ھے رخسار میں یا ھے بھنورہ[5] گلزار میں

یا مصر کے بازار میں رنگی کھڑا رنگبار کا

دل جام جم ھے شاہ کا "شوق" نہ کر اظہار کچھ

شاھنشہِ عادل[6] کنے حاجت نہیں اظہار کا

---

(۱) برھمن (۲) میں (۳) لیکن (٤) مانند (٥) بھونرا۔

(٦) محمد عادل شاہ۔

(۲)

لئی ۱ دن ہوے مریجن۲ لکھ کر پتر نہ بھیجیا
کچ راز کی نشانی مجہ یاد کر نہ بھیجیا
رو رو صبح کیا میں تیری خبر کے آوے
باد صبا کے ہاتوں یکہ کہہ خبر نہ بھیجیا
برہا زہر پیا میں مرنا ہوا ہے میرا
دلبر طبیب آپیں امرت ادہر۳ نہ بھیجیا
خوباں کی انجمن میں لالن ٤ ہوا ہے ساقی
نرمل ٥ شراب ہمکوں یك جام بھر نہ بھیجیا
"شوق" شکر شعر کی کہنڈیاں سوں بانٹتا ہے
طوطی طبع کوں میرے یك من شکر نہ بھیجیا

(۳)

تجہ گال کی سرخی انگیں یاقوت رومانی کدھر
تجہ اشک کے لالے انگیں لعل بدخشانی کدھر
تجہ زلف کے زنجیر تل ہے زرہِ داؤدی زبوں
ہور تجہ رتن حلقہ کنے مہر سلیمانی کدھر
میں یوسف ثانی تجھے سہواً کیا معذور رکھ
اِس ماہِ نورانی کنے وو ماہِ کنعانی کدھر

---

(۱) بہت (۲) محبوب (۳) ہونٹ (٤) محبوب (٥) مصفا، خالص ۔

تیری گلی کی خاك اس ترکیب شمس ھے اے قمر
اکسیر اعظم سامنے نو شادرِ کانی کدھر
''شوق'' ھمارے عشق میں کئی زاھداں مشرك ھوے
اس مذھب کفار میں تیری مسلمانی کدھر

(٤)

جوبن سو قد سہاوے لٹکے حو دھن ۱ انگی میں
دو پھول ریاں سوں ڈالے ڈُلتے ۲ ھیں جوں چمن میں
جب مانگ لا سموارے موتی دسیں منارے
یا چاند سوں ستارے جھانکے ھیں شام کھن ۳ میں
راتے ٤ نین سو رنگ ٥ ھیں دو مست حوں مدن ھیں
کرتے ایس میں حنگ ھیں مکہ نور کے صحن میں
سوھتا ٦ السک ۷ سو کالا دستا بھونگ ۸ بسالا ۹
بستا ھے کوڑ بسکالا بج ین کے انجن ۱۰ میں
عشاق آنجوں ۱۱ جھوویں ۱۲ سُد کھو دیوانے ھوویں
فرھاد مجنوں روویں یہ ساز سن کفن میں

---

(۱) عورت ، محبوب (۲) جھومنا (۳) آسمان (٤) ڈورے دار ، مست (٥) خوش رنگ ، سرخ ، خوبصورت (٦) زیب دیتا ۔ (۷) زلف (۸) بھجنگ ، سانپ (۹) زھریلا (۱۰) کاجل (۱۱) آنسو ۔ (۱۲) بہائیں ۔

دیتا ھے تج الٰہی ناریاں کی بادشاہی
حوراں پریاں میں شاہی تیری ھے تربھون[1] میں
"شوق" کی ھے پیاری ھس ھنس کہے سو ناری
مشہور غزل تماری جوں سُور ھے[2] گگن[3] میں

(۵)

حالاں تجے جو دیک کر بُھو[4] چھند بھری[5] کتے ھیں
کوئی حور، کوئی پدمن، کوئی شہ پری کتے ھیں
تج زلف شب قدر میں جھمکیں سو رنگ عرارا
کوئی چاند، کوئی زہرا، کوئی مشتری کتے ھیں
تج بیں کے اگن کوں ھو راھداں دیوانے
کوئی گوڑ، کوئی بنگالا، کوئی سامری کتے ھیں
من ار فراق رویت رو رو سمند بھرایا
کوئی گنگ، کوئی جمنا، کوئی ساونوری کتے ھیں
جب عارفاں کی صف میں "شوق" شعر پڑیا ھے
کوئی خسرو ھلالی، کوئی انوری کتے ھیں
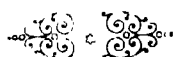
(۱) سورگ (بہشت) مرتبہ (دنیا) پاتال (دوزخ) مراد کائنات۔
(۲) سورج (۳) آسمان (٤) بہت (۵) عشوہ طراز۔

چند نادر دکنی رباعیاں

(سنہ ۱۱۹۹ ھ تک)

سیدہ جعفر

دکنی ادب میں دوسری اصناف سخن کے مقابلے میں رباعیاں کم ملتی ھیں ۔ اس کی ایک وجہہ غالباً یہ بھی تھی کہ دکنی شعراء کا رجحان زیادہ تر مسلسل اور طویل شعری کارناموں کی تخلیق کی جانب رھا ھے ۔ یہ صحیح ھے کہ دکنی ادب میں رباعیاں خال خال نظر آتی ھیں لیکن حیرت کی بات یہ ھے کہ ان میں مختلف موضوعات اور متنوع اور رنگا رنگ مضامین سمٹ آئے ھیں ۔ دکنی رباعی کہیں نغمہ سرمدی ھے ، کہیں رندانہ سرمستی اور اٹکھیل ، کہیں پند و موعظت کا گراں بہا سرمایہ اور کہیں عشق کا اتھاہ سمندر ۔

دکنی کے رباعی گو شعراء نے اس صنف سے مختلف کام لئے ھیں :—

(۱) کبھی رباعی مثنوی کے قصے کو آگے بڑھانے میں مدد دیتی ھے ۔ وجھی کی ”قطب مشتری“ میں اس کی مثالیں موجود ھیں ۔

(۲) بعض وقت دکنی مثنویوں میں کسی شخصیت کے پر زور تعارف کے لئے بھی رباعی کی صنف سے مدد لی گئی ھے ۔

مثلاً قصہ ''اگر گل'' میں جو منصور شاہ، طاوس طناز، شہباز اور عسکری پہلوان کی مہمات عشق اور محار بات کا ایک دلچسپ قصہ ہے، ناصر نے وزیر کے تعارف کے لئے مثنوی سے ھٹ کر رباعی کی مدد لی ہے۔

(۳) رباعی کبھی کسی مربوط اور مسلسل شعری تخلیق کے ارتباط کو برقرار رکھتی ہے تو کبھی قصے کی تکمیل کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے۔ کبھی خیال کی موثر ترجمانی کے لئے تو کبھی بطور عنوان یا سرخی، مثنویوں میں لائی گئی ہے۔

(٤) بعض وقت کسی خاص تصور کی وضاحت کے لئے بھی رباعی سے مدد لی گئی ہے۔

(٥) دکنی ادب کے نثری کارناموں میں بھی رباعی کی صنف سے خیال کی پر اثر ترجمانی کا کام لیا گیا ہے۔ جہاں نثرنگار کو یہ احساس ہوتا ہے کہ کسی خاص موقعے پر نثر سے زیادہ نظم، بلند آھنگ، زور دار اور پر اثر ہو سکتی ہے، وہاں نثر میں بڑے سلیقے اور خوش اسلوبی کے ساتھ رباعی کا استعمال کیا گیا ہے۔ اس کی بہترین مثالیں میراں یعقوب کی ''شمائل الاتقیاء'' اور وجہی کی ''سب رس'' میں ملتی ہیں۔

(٦) دکنی رباعیوں کے موضوعات اور اظہار کے پیکروں

میں بڑی ندرت ، تازگی اور دلفریبی نظر آتی ھے۔ صنعت سوال و جواب غزل میں ایك خاص لطف اور دلکشی پیدا کر دیتی ھے۔ بعض دکنی شعراء نے سوال و جواب کے انداز میں بڑی خوبصورت رباعیاں کہی ھیں۔

(۷) رباعی میں جو زیادہ تر پند و موعظت اور اخلاق آموزی کے لئے استعمال کی گئی تھی، دکنی شعراء نے عاشقانہ مضا میں شامل کر کے اس میں ایك رنگینی، شگفتگی اور نکھار پیدا کر دیا ھے۔

ذیل میں چند نادر اور قدیم دکنی رباعیوں کے نمونے پیش کئے جاتے ھیں :۔

فیروز شاہ بہمنی[۱]

تجھ مکھ چندا جوت دیسے سارا[۲] جیوں
تجھ کان پہ موتی جھمکے تارا جیوں
فیروزیٔ عاشق کوں ٹك یك چاکن[۳] دے
تج شوخ ادھر[۴] لب اھے شکر پارا جیوں

---

(۱) (الف) فیروز شاہ بہمنی فارسی میں عروجی اور فیروزی تخلص کرتا تھا ۔ « تاریخ دکن» میں پروفیر عبد المجید صدیقی لکھتے ھین «فیرورشاہ ادیب ھونے کے علاوہ اچھا شاعر بھی تھا ۔ عروجی اور فیروزی تخلص کرتا تھا» (صفحہ ۹۷)

(ب) «کلام الملوك» مین فیروزشاہ بہمنی کے تخلص کے بارے میں لکھا ھے « ابتداًء عروجی تخلص کرتا تھا تخت نشین ھونے=

غواصی

پتلی کوں تری نـاؤں جو برجیس رکھیـا
مہتاب وھیں پاؤں پو آسیس[5] رکھیـا
اس ناز بھری آنک[6] کی سنگار[7] بدل
سر مے کی نمن جیو کوں میں پیس رکھیا

کہنی ھوں تسوں راست مین اےسرِ رواں
سچ مان که تج سا نه سَروُ وان هے نه یاں
آتـش هے تراعشق اسـی آتـش کا
یو سور، سو شعله هے اگن[8] کا، یو دھواں

= کے بعد فیروزی تخلص رکھا » (صفحه ۱۰)

(ج) « دربار آصف » میں غلام صمدانی خان گوھر نے بھی فیروزشاہ بھمنی کا تخلص فیروزی ھی بتایا ھے وہ لکھتے ھین : - « سلطان کو تمام علوم مین دخل تھا شعر بھی کہتا تھا - عروجی اور فیروزی تخلص تھا » (صفحه ۳۶)

(د) پروفیسر عبد المجید صدیقی نے فیروزشاہ بھمنی کے کلام کا جو نمونه دیا ھے اس میں یه شعر بھی موجود ھے - ملاحظه هو صفحه ۱۰۷ -

فیروزی قامت و رخسار آن خورشید تابان را
ر سرو و لا له می سنجد که بیند امیتازش را

۲) فولادی آنـه . (۳) بوسـه . (٤) هونٹ (٥) سر (٦) آنکھ
۷) سنگار (۸) آگ .

قدرت نہیں جو نفس کوں میں رام کروں
کیا آپس رکھے زھد سوں بد نام کروں
کالیک سینے کی دھوے حس میں نہ ھوئی
خورشید کے چشمے کوں اگر شام کروں

عاشق کو اھانت نہ کر اندیش کوں دیکھ
باطن میں ھے حیوں شیر . نہ اس میش کوں دیکھ
جس ھات پکڑ عشق سر افراز کیا
سلطان کو اس جان ، نہ درویش کوں دیکھ

اے یار اگر ساچ۱ توں میرا ھے شریک
یو سن لے تج دل پٹی۲ او بے سیک۳
توں دور نہ ھو اھل صفا کے در تھے
جن دور نئیں اس در تھے خدا سوں ھے نزیک۴

ھے عشق اگر توں تو سکو میلی۵ ھو
گر عشق ھوئے پاك تو توں چھیلی۶ ھو
بھر نین کی ندیاں منے۷ انجھواں۸ کا تیل
جا یار کے بازار میں توں تیلی ھو

۱) سچ (۲) سبق (۳) جس کو ھدایت نہ ملی ھو (٤) نزدیك .
) میل رکھنے والا . کسی کو دوست بنانے والا (٦) چھیلا
) میں (۸) آنسوؤں .

دی ختم نبیوں کا خدا تاج تجھے
بخشا ھے دو عالم کا جنم راج تجھے
یک توچ ٦ تو لا مکاں کا ملک لیا
ہونے کو ملک فلک پہ معراج تجھے

اے تجھ، تو ولی حق سوں اچھے نت ھمراز
درگاہ تری قبلۂ ارباب نیاز
مخدوم توں میرا، تو ترا خادم مَیں
کر بندہ نوازی سوں مجھے سر افراز

یکدم بی ١ جو حق یاد میں نئیں سارا ٢ ھے
بازی توں آپس عمر کی سب ھاریا ھے
حاں کندی دنیاں کے جو پانے کوں کیا
جوں کھود کے ڈونگر ٣ تو چوا ٤ ماریا ھے

دن گئے پیچھے ٥ مہاں کوں گرفتاری کیا
پھر کھر لینے علم کے دل آزاری کیا
بت نا رھے کر عمر ھراری ھو مقیم
آخر توں سا سو کے تیری یاری کیا؟

دنیان تے جو دھن پائے توں اے یار عزیز
ھے مرد تو کھائے گا کر رس کوئی ٧ چیز

(١) بھی (٢) گزارا (٣) پہاڑ (٤) چوھا (٥) بعد (٦) توھی (٧) رسیلی.

دنیاں پو نکو کہ ہو بخیلاں تے بات
مشاطہ کرے گا جو اگر سٹ ہوئی چیز

مہربان سوں میں یك دیس پوچھا پی کہنہ ۱
کم کم کی ۲ تمن مہر دے سے روزینہ
بولیا کہ تم نئیں مہر پچھن ۳ کیسے ہیں
ملتیچ ٤ رہتے ہیں ہمارا سینہ

واجب نہیں پر دھن ٥ کوں دیکھت ہونا مور ٦
تس پر توں بڑا دھیٹ ۷ ہونا کرنا شور
ھنستا ہوں میں اس بات پو ہے بات وہی
جیوں مال پرائے کے اوپر مرنا چور

تجہ زلف کے ماراں کوں چوکانا ۸ مشکل
اس پیچ بھری سوں پیچ کہانا مشکل
دیکھو تو نظر میں کیوں نہ اندر کا پری
ہے سانپ انگے ۹ دئیے جلانا مشکل

دیکھیا سو تری عارض نورانی کوں
پکڑیا ہوں ادك ۱۰ دیپ کی حیرانی کوں

(۱) کہنا (۲) کیوں (۳) پہچانا (٤) ملتے ہی (٥) غیر عورت۔
(٦) استعارتاً مست ہونا (۷) بیباك، نڈر (۸) .چ نکلنا، دکنی میں اب
بھی جوکانی دینا مستعمل ہے (۹) آگے، سامنے (۱۰) ادھك: زیادہ۔

گھابر ۱ ھوئی رونے پویاں آ کر انکھیاں
دو پریاں ھیں مل کے ایک سامانی کوں

ھٹکیا ۲ سو میں دیک او دھن ۳ ابروساں
مجہ پی نے پکڑ نئیں کے مجہ دل کے نشاں
مکھ موڑ کے سب بھول چلے سینہ آہ
کیوں تیر دیکھو دار چھپائی ھے کماں

حوساں سو بہوت بات کئی جاتی نئیں
نارك ھے اتی طبع کوں حوش آتی نئیں
کاں ۴ ان کوں هنسی پو یاد رکھنے کا دماغ
سچ ، بھول میں حا باس رھے باتی نئیں

حوبی نئیں یکتل پہ تیرے کس ھت میں
ھر دے ۵ کوں توں بھر مان نہ کر عزت میں
آخر وھی انپڑے ۶ گا تجھے بے کم و بیش
اول حو لکھیا ھے سو تیری قسمت میں

خوباں منے ۸ بیٹھ ۹ توں بسر کوڑیاں کوں
سن دیک ایس بانٹ لینا گوپیاں ۱۰ کوں

---

(۱) پریشان (۲) چھیڑ کر بات کرنا (۳) عورت (۴) کہاں (۵) دل .
(۶) ھاتھ آ نے گا (۷) میں (۸) بیٹھ (۹) بھول (۱۰) کوپیوں .

مجلس میں حواناں کی دسے مسخرہ پاك
ہووے توں بوڈا۱ مرد، ننھیاں چھوریاں۲ کوں

دنیاں۳ سوں نکو کھیل کے پُر درد منیں
جن داؤ میں سیڑیا سو ملیا گرد منیں
یو سب درشن جیو۴ کے نا کھلی۵ راز
پھانسی نہ دلا جگ کی چپ اس فرد منیں (؟)

کم داتوں کو جب کام پڑا سات روئے
دکھلانے اوسی وقت اپس ذات روئے
جوں در نشہ ہو مگن پیوئے توں شراب
ہوی دل میں سو دسے مکھ تے۶ بری بات روئے

میراں یعقوب

یك رات نہ سوؤں تیری صحبت کے سُکوں۷
اور دوسری رات سوؤں نہ بچھڑے کے دُکھوں
تج درد سوں بیدار رہتا ہوں دن و رات
پن۸ فرق ہے بیداری مین دونوں راتوں

جب کم نہ تھے تب بیچ ہم ہیں بولا
اسرار پوشیدہ تھے سو تمام مَیں کھولا
تھا میں ہی سنیا۹ میں کاں اتھا میں واں
مَیں بن نہیں کوئی مَیں سیا مَیں بولا

---

(۱) بوڑھا (۲) ننھی چھوریاں (۳) دنیا (۴) دل (۵) نہیں کھلتا
(۶) سے (۷) سکھوں (۸) لیکن (۹) شونیا : عدم .

جب دوست کوں ڈھونڈنے چلے مردانے
بھلے قدم اپنے سوں ہوئے بیگانے
سنتاو و نہیں علم توں ہوتاں موندی (؟)
لیتا وہ نہ تہا عقل ہوئے دیوانے

علی عادل شاہ "شاھی"

مُج[1] باج[2] سکی[3] کس سوں ترا میل نکو
مل غیر سوں ہر گز توں کد ھیں[4] کھیل نکو
لٹ پٹ حو نپٹ ھوں تو تجے بھور[5] بھلی
اے جیو کی کڑی[6] ھات[7] رے مج ٹھیل[8] نکو

پیاسے کے لگا موں کوں چھنو جام نکو
جونے[9] پو سٹ[10] یک بوند ھو بدنام نکو
کئی دن گئے پچھن[11] دیئی سو یک بوسہ ادھار
لیے او توں، پھر رکھ مجہ پو ترا وام نکو

خواص خان

یو نقش بجا دل کوں سٹیا[12] کونے میں (؟)
اس غم سوں گیا وقت منجے رونے میں
غفلت میں پڑیا عمر گئی سب ھیہات
جوں رات گئی مفت بسر سونے میں

---

(۱) میرے (۲) بغیر (۳) سکھی (٤) کبھی (٥) صبح (٦) سخت دل۔
(۷) ھاتھ (۸) ڈھکیل (۹) لباس (۱۰) گرا کر (۱۱) پیچھے (۱۲) پھینکا۔

هشیار سنبال آپ[1] کوں دنیا ہے بُوری[2]
اول یو بھولاتی، پیچھیں کرتی کھوری[3]
بولے ہیں بزرگاں سو یو تمثیل سچ ہے
کیا مار لینا پیٹ میں سُنّے[4] کی چھوری[5]

سمجھے ہیں اسے خوب یو دنیا ہے بوری[2]
انی[6] کوں اسے حڑتك کرنے کوں کھوری[3]
موں[7] پر سو میٹھی دل میں گلے کا خنجر
دھرتی ہے آرا دیکھو شکر کی چھوری[5]

علی پیر

اس کی کنہ ذات میں اہے عقل ملول
ہے نسبتِ ہستی منے روشن، توں نہ بھول
ماہیت مخفی تو نا ظاہر دیسے
ظاہر منے دیکھے تو دسے مخفی مول

---

(۱) سنبھال (۲) بری (۳) برا (٤) سونے (٥) چھری۔ (٦) نوك
(۷) منھ۔

مفتون

تجھ پاس نہ کچھ متاع دنیا مفتوں
نہ حشمت دیں نہ جاہ دنیا مفتوں
کہنے کو تو جو ایك دل سو تجھ سے ہے بھرا
پھر کیوں ہے یہ عشق کی تمنا مفتون

ضیاء الدین پروانہ

پروانہ و شمع کی کہانی اپنی
کم کٹتی نہیں ہے زندگانی اپنی
آخر کہے یہ کہ رات گئی دن نکلا
پیری آئی گئی جوانی اپنی

مرزا داؤد

ہم وصف علی میں حینا یادی دیکھے (؟)
آلائش کثرت سیں ا جدائی دیکھے
دیکھا دیکھا جدا نہ دیکھا واللہ
درپردہ ہم بندے کی خدائی دیکھے

---

(۱) سے۔

اسد علی خاں تمنا

نظارہ اگر چشم خماری نہ ہوا
زخمی پلکوں کا جو تماری[2] نہ ہوا
ہے جنبش مژگاں میں دلِ بسمل آہ
اُوچھا سا ہوا یہ تیر کاری نہ ہوا

محمد باقر آگاہ

گھیرا ہے عجب حیرت سرشار مجھے
دن ہو گیا مانند شبِ تار مجھے
بیدار خودی کیا دل افگار اگر
بِن لطف ترے کوئی نہیں یار مجھے

(۱) تمہاری ۔